آیات بینات

پہلا جز

دوسرا جز

١٤٠٥ اسه
٦١

١٤٠٦ ١
٦٤

ع ۷۱ / ۲۰ و ع ۶۲ / ۲۰

عطیهٔ جناب ... محمد عسکری حسن صاحب

... ایم آر اے ایس وقف منصبداران

... مولوی سید محمد حسن صاحب

عارف ... جناب خان بهادر ... منصبداران ...

زمانه ... مثنوی و وقف منصبداران

شوق زیدی ... محمد ... وقف منصبداران

... محمد علی ... ۱۸ نومبر ۱۹۲۲ء

۷۹۱
تالی

اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ

اہل سنت کے مذہب کے احقاق اور امامیہ مذہب کے ابطال مین

۱۴۰۵
۶۱

رسالۂ موسومہ بہ

۱۳۰۱ھ

آیات بینات

۱۸۸۴ء

مؤلفہ

مولوی سید محمد مہدیعلیخان صاحب منیر نواز جنگ معتمد مالگزاری ریاست حیدر آباد دکن

پہلے حصہ فضائل صحابہ کا پہلا جزو مطبع مصطفائی لکھنؤ مین چھپا

ومن یتوکل علی الله فهو حسبه

سنه ۱۳۱ هجری

در مطبع مصطفائی ۱۳۰ محمد مصطفی خان طبع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی نبیہ وحبیبہ سید المرسلین محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ائمتہ اجمعین بعد حمد وصلوۃ کے جاننا چاہیے کہ خدای عزوجل نے ہماری ہدایت کے واسطے اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا خاص کلام اوسپر نازل کیا اور چراغ رہنمائی کا اوسکے ہاتھہ مین دیا اور اپنی کمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریکی سے نکال کر ہمارے دلونکو نور ایمان سے روشن کیا پس ایمان اور اسلام ایک ایسی اوسکی نعمت ہی کہ ہم اوسکا شکر ادا نہین کر سکتے لیکن شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانون کو بہکایا اور انکے دلونکو باطل عقیدون سے پھر تاریک کر دیا اور مسلمانون مین ایسا تفرقہ ڈال دیا کہ بہتّر فرقے گمراہ ہوگئے جنکی نسبت ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے خبر دی تھی پس ہم لوگونکو فقط اسلام کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے آپ کو ناجی سمجھنا نہ چاہیے بلکہ ہر عقیدہ کی تحقیق کرنا اور ہر اعتقادی مسئلے کی تطبیق کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے دینا ضروری ہی اور یہ ممکن نہین ہی کہ جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے صرف اپنی نجات کی امید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب اور عناد کو دخل نہ دے وہ حق اور باطل مین تمیز نہ کر سکے اور ایسے حق کے طالب کو خدا گمراہی مین پڑا رکھے ہان جو کوئی پہلے ہی سے سچائی کا طالب نہو اور مذہبی تعصب مین گرفتار ہو اور سوای مجادلے اور مکابرے کے اوسے اور کچھہ منظور نہو اور اپنے آبائی دین ومذہب کو تقلیداً سچ جانتا اور انا وجدنا ابانا علی امۃ وانا علی اثارہم مقتدون کہتا ہو وہ بیشک اپنی گمراہی مین پڑا رہیگا اور اپنے دل کو باطل عقیدون سے کبھی پاک وصاف نہ کر سکیگا +

بعد اس تمہید کے بندہ گنہگار **مہدی علی ابن سید ضامن علی** غفر اللہ ذنوبہ اپنے بھائیونکی خدمت مین التماس کرتا ہی کہ منجملہ مذاہب مختلفہ مسلمانون کے دو مذہب زیادہ جاری ہین ایک اہل سنت وجماعت

دوسرا امامیہ دونون اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل کہتے ہین اور اپنے آپ کو ناجی اور دوسرے کو ناری سمجھتے ہین ہزارون کتابین تالیف ہوگیئین اور صدہا رسالے تحریر ہوے مگر یہ جھگڑا اب تک طی نہوا جسکا جو عقیدہ تھا وہ اُس پر قائم رہا بہت کم ایسے ہین جنھون نے حق پر نظر کر کے اپنے آبائی دین کو چھوڑا ہو اور دوسرے مذہب کو صرف اپنی نجات کے لیے اختیار کیا ہو لیکن مین اپنے خدای عزوجل کا ہزار ہزار شکر کرتا ہون کہ مین اُن چند آدمیون مین سے ہون جنھون نے اپنی نجات کی امید پر دونون مذہب کے اصول کو انصاف سے غور کیا اور مذہب اہل سنت کو مطابق کلام آلہی کے پاکر اور مذہب امامیہ کو اُسکے مخالف دیکھکر اپنے آبائی دین کے چھوڑنے مین اور تمام کنبے قبیلے سے جدا ہونے مین کچھہ کسی کا لحاظ و خیال نہین کیا اور امامیہ مذہب کو جو بمصداق برعکس نہند نام زنگی کافور کے مخالف عقائد ائمۂ کرام علیہم السلام کے ہی چھوڑکر سچا مذہب اہل سنت وجماعت کا اختیار کیا چونکہ میرے عزیز و قریب اور بھائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب پر ہین اور مجھے گمراہ جانتے ہین اس لیے مین اُن پر اُن دلائل عقلی کو ظاہر کرتا ہون جنھون نے میرے دل کو اُنکے مذہب سے متنفر کیا اور اُن شواہد نقلی کو بیان کرتا ہون جنکے سبب سے مین نے مذہب اہل سنت وجماعت کو اچھا جانکر اختیار کیا اسیواسطے مین یہ رسالہ اہل سنت وجماعت کے مذہب کی خوبیون مین لکھتا ہون خدا کرے کہ میرے اور بھائی اسکو نظر انصاف سے دیکھین اور اپنے باطل عقیدونکو چھوڑین اللھم آمین +

تمہید

یہ سب پر ظاہر ہی کہ دونون مذہب کا اصل اختلافی مسئلہ معاملہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا ہی کہ اہل سنت اُنکو اچھا جانتے ہین اور شیعہ اُنکو بُرا سمجھتے ہین بلکہ جسطرح پر اہل سنت اُنکو تمام امت سے مرتبے مین اعلی اور افضل اور ایمان اور اسلام مین سب سے بہتر اور کامل جانتے ہین اُسی طرح پر شیعہ اُنکو سب سے زیادہ تر بُرا اور خراب حتی کہ کافر اور مرتد کہتے ہین بس درحقیقت یہی ایک مسئلہ ایسا ہی جسپر دونون مذہب کی حقیت اور بطلان کا مدار ہی یعنی اگر موافق اصول مذہب اہل سنت کے صحابہ کا ایمان اور اسلام مین کامل ہونا اور مرتے دم تک اُنکا اُسپر ثابت قدم رہنا ثابت ہوگیا تو بلاشبہہ سنیون کا مذہب حق اور شیعون کا مذہب باطل اور اگر برخلاف اسکے اُنکا کافر اور مرتد ہونا (ونعوذ باللہ من ذلک) معلوم ہوا تو شیعون کا مذہب سچا اور سنیون کا مذہب جھوٹھا ہی اسواسطے ہم اول صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہین پھر خلافت راشدہ کو ثابت کرین گے پھر جواب مطاعن کا جو صحابہ کی نسبت امامیہ کرتے ہین دین گے +

دلائل عقلی صحابہ کی فضیلت مین

پہلی دلیل

یہ بات سب جانتے ہین کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے عرب مین مبعوث کیا اور مکہ معظمہ مین اول اول حضرت کو اظہار نبوت کا حکم دیا تو اُسوقت مین سب لوگ کافر اور مشرک تھے اور آپ کے عزیز اور قریب اور رشتہ دار اور بھائی بند اِس خبر کو سنتے ہی آپ کے دشمن ہو گئے تھے اور آپ کی تکذیب کرتے تھے کوئی مجنون کہتا تھا کوئی دیوانہ بتلاتا تھا (نعوذ باللہ من ذلک) اور چھہ برس تک باوجود دعوت اور اظہار معجزات کے صرف چند آدمی جو چالیس سے کم تھے مسلمان ہوئے مگر چھہ برس کے بعد کسی قدر جماعت مسلمانون کی ہو گئی اور دعوت عام اسلام کی علانیہ ہونے لگی اور ارکان دین کو حضرت نے علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر کرنا شروع کیا تب اہل مکہ نے یہانتک تکلیف اور ایذا دہی شروع کی کہ آخر کار مکہ چھوڑنا اور مدینے کو ہجرت کرنا پڑا اور بعدہ آہستہ آہستہ دین اسلام کی ترقی ہونی شروع ہوئی اور پھر اس قدر جلد اسلام پھیلا کہ چند سال کے عرصے مین سیکڑون سے ہزارون کی اور ہزارون سے لاکھون کی نوبت آگئی اور جماعت کی جماعت اور فوج کی فوج خدا کے دین مین داخل ہو گئے پس غور کرنیکا مقام ہی کہ جن لوگون نے ابتداے دعوت مین اسلام قبول کیا اور سب سے پہلے پیغمبر صاحب کے کہنے کو سچ جانا اور اول ہی اول آپ کی نبوت کو تصدیق کیا اور بلا توقف بلا تامل کلمۂ شہادت پڑھا اور بغیر صلاح اور مشورے اپنے عزیزون اور رشتہ دارونکے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ دیا اور اپنے بھائی بندون سے علحدہ ہو کر اول ہی اول آپکا دامن رحمت پکڑا اور اپنے دوست آشناؤن سے مخالفت کرکے غاشیہ اطاعت نبوی اپنے دوش پر رکھا تو ایسے لوگون کے اسلام کا جو ایسے نازک وقت مین اپنے باپ دادے کے دین کو چھوڑ کر نئے دین مین آئے کوئی نہایت قوی سبب ہوگا ورنہ یہ بات سب جانتے ہین کہ اپنے قدیمی دین کا چھوڑنا اور نیا دین اختیار کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہی اور اپنے عیش و آرام کا ترک کرنا اور مصیبت اور ایذا مین پڑنا اور تکلیفین اُٹھانا بلا کسی خاص سبب کے کسی کو گوارا نہین ہوتا پس اگر ہم اُن اسباب کو سوچین جنسے اول اول صحابہ نے ایمان قبول کیا تو صرف دو سبب معلوم ہوتے ہین یا تو دین کی خواہش اور نجات کی امید یا دنیا کی طمع اور مال و دولت کا لالچ اگر پہلے سبب کو ہم تسلیم کرین اور اِس امر کو مانین کہ صحابہ نے اپنی نجات کی امید پر دین اسلام قبول کیا تھا اور صرف خدا کی رضامندی کے لیے اپنے گھر بار کو چھوڑا تھا تو ہمارے وہم مین بھی یہ بات نہین آتی کہ پھر ایسے لوگ کسی وقت مین اُس دین سے پھر گئے ہون اور کبھی اُنھون نے اُس محبت کو جو اُنکو ایمان اور اسلام کے ساتھ تھی دل سے نکال دیا ہو بلکہ ہم یقین کر سکتے ہین کہ جن لوگون نے صرف خدا کی رضا حاصل کرنیکے لیے اسلام کو مصیبت اور تکلیف کے وقت مین اختیار کیا ہوگا اور برسون اُسکے پیچھے رنج اور دکھ

اُٹھائے ہونگے وہ کبھی اُس دین سے نہ پھرے ہونگے بلکہ مرتے دم تک اُسپر ویسے ہی ثابت قدم رہے ہونگے اور اگر ہم دوسرے سبب پر نظر کرین کہ وہ لوگ دنیا کی طمع اور مال دولت کے لالچ سے مسلمان ہوے ہون تو یہ ایسی بات ہی کہ جسکی نسبت ہم فرضی خیال بھی نہین کر سکتے اور نہ کوئی شخص جسکو ذرا ایمان اور عقل و شرم کا پاس ہوگا اس امر کو خیال کر سکتا ہی اس لیے کہ ابتداے اسلام مین جو کچھ دنیا کی طمع تھی وہ ظاہر جو کچھ مال اور دولت کی حرص تھی وہ معلوم پس ثابت ہوا کہ صحابہ کا ایمان لانا اور مسلمان ہونا صرف نجات آخرت کی امید پر تھا اور جب اُس امید پر ایمان لانا اُنکا ثابت ہوا تو پھر اُس سے پھرنا اُنکا غیر ممکن تھا +

دوسری دلیل

جب کہ ہم خلفاء راشدین اور مہاجرین و انصار کی حالات پر نظر کرتے ہین اور اُنکی چال چلن پر خیال کرتے ہین تو اُس سے ہم کو یقین کامل ہوتا ہی کہ وہ قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام مین دخل نہ دیتے تھے اور شب و روز خدا اور اُسکے رسول کی رضا کے طالب رہا کرتے تھے اُنکے دشمن بھی اِس سے انکار نہین کر سکتے کہ اُنھون نے حضرت کی رفاقت کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا اور اپنی جانون اور مالون کو نہایت خوشی سے حضرت پر فدا کیا کون سی مصیبت رہ گئی کہ جو کفار نے اُنکو نہین دی کون سی تکلیف باقی رہ گئی کہ مشرکین نے اُنکو نہین پونہچائی جب کفار نے پیغمبر خدا کو ستانا اور ایذا دینا شروع کیا اُسوقت اصحاب نبی نے کیسی حمایت اور رفاقت کی اور دعوت اسلام مین کیسی سعی بلیغ فرمائی جب عرب عامۃً اور قریش خاصۃً حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایذا دہی پر مستعد ہوے اُسوقت + یاران وی خود را سپر وی ساختہ از شرب عشق چہ بادہ ہا کہ نہ خوردند و چہ ستمہا کہ بر دم وہر گاہ کہ آنجناب بہجرت و جہاد مامور شد اصحاب وی در مقابلۂ کفار چہ رنجہا کہ نہ کشیدند و چہ غمہا کہ نہ چشیدند + پس اگر خدا اور اُس کے رسول کی محبت اِن لوگون کو نہ تھی تو کیون اپنی جانون اور مالون کو تلف کرتے تھے اور کیون سختیان اور مصیبتین اپنے اوپر اُٹھاتے تھے سوچنا چاہیے کہ مہاجرین کو کسکے عشق نے گھرون سے نکالا اور انصار کو کسکی محبت نے دیوانہ کیا آخر شعر

رنگین کہ کرد پنجۂ مژگانم اینچنین		لعل و گہر کہ ریخت بدامانم اینچنین	

مین حضرات شیعہ سے پوچھتا ہون کہ صحابۂ کبار اور مہاجرین و انصار مصیبت اور رنج کے وقت مین حضرت کے شریک ہوے یا نہین اور مال اور جان اور عزت اور آبرو کو آپ پر نثار کیا یا نہین حضرت کے پیچھے اُنھون نے اپنے عزیزون اور قریبون کو چھوڑا یا نہین اسلام کے پھیلانے مین اُنھون نے تکلیف اور ایذا پائی یا نہین پس یا ایسی بدیہیات سے انکار کیجیے یا اقرار چونکہ انکار کر ہی نہین سکتے اس لیے لازم آیا

کہ اقرار کرین اور اگر انکی محنتون اور کوششون کا اقرار کرین تو پھر ذرا انصاف بھی کرین کہ جسکے پیچھے اُنھون نے یہ
تکلیفین گوارا کی ہونگی اُسکی نگاہ مین کیا کچھ بھی قدر و منزلت اُنکی نہو گی اور جسکی خاطر اُنھون نے اپنے گھر بار کو چھوڑا ہوگا
اُسکے دل مین کیا کچھ بھی محبت اُنکی نہو گی اَی یارو تمکو علی مرتضی ہی کی قسم ہَی کہ اگر مصیبت کے وقت مین کوئی تمھارا
شریک ہو اور دکھہ درد کی حالت مین کوئی تمھارا ساتھہ دے اور اپنے بھائی بندون کو چھوڑکر تمھارے ہمراہ ہو وے
اور اپنی جان و مال کو تمھارے پیچھے ضایع کرے تو تمھاری نگاہ مین اُسکی کچھہ عزت اور تمھارے دل مین اُسکی کچھہ
محبت ہو گی یا نہین اگر ہووے تو وہی مہاجرین و انصار کی نسبت حضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی طرف سے
سمجھو اور انصاف کرو کہ جسوقت لوگ چارون طرف سے یا ساحر یا مجنون کہکر آپ کا دل دکھاتے ہونگے اُسوقت
جو لوگ یا رسول اللہ اور یا حبیب اللہ کہکر آپ کو پکارتے ہونگے اور جب کہ خویش و اقارب آپکے آپ کو ستاتے
اور تکلیفین دیتے ہونگے اُسوقت جو لوگ اپنا سینہ سپر کر دیتے اور حضرت کو بچاتے ہونگے اُنکی اس اعانت کی
کیا کچھہ قدر و منزلت آپ کے نزدیک ہوتی ہو گی اَی یارو اگر انصاف کی آنکھہ بند نہ کرو تو صحابۂ کرام کے مرتبونکی
کوئی انتہا نہین ہی کون شخص اس دنیا مین ایسا ہَی کہ اب اُنکے مرتبے پر پہونچے اور اُنکا سا درجہ پا سکے
کہان ہین اب رسول خدا کہ وہ دعوت کرین اور اُنکے کنبے قبیلے کے لوگ اُنکو جھٹلاوین اور ہم مین سے
کوئی سامنے آکر صدقت یا رسول اللہ کہکر آپکے دل کو خوش کرے کہان ہَی وہ وقت کہ پیغمبر خدا ہجرت کرین
اور غار مین جاکر چھپین اور کوئی ہم مین سے اُسوقت ساتھہ ہووے اور یار غار کہلاوے کہان ہَی وہ زمانہ
کہ فقرا مہاجرین کو لیکر حضرت مدینے مین پہونچین اور مدینے والے اپنے اوپر مصیبت گوارا کرکے اُنکو اپنے
گھرون مین ٹھہراوین اور انصار کہلاوین کیا اب پھر وہ دن مل سکتے ہین کہ پیغمبر خدا بدر کی لڑائی پر جاوین
اور ہم لوگ حضرت کے ساتھہ ہون اور ہماری مدد کے لیے خدا ملائکہ کو بھیجے اور لقد رضی اللہ عنہم کہکر اپنی رضامندی ظاہر فرماوے
اَی بھائیو وہ زمانہ گذر گیا وہ وقت باقی نہین رہا جنکو یہ نعمت ملنے والی تھی اُنکو مل گئی جنکو یہ دولت حاصل ہونیوالی تھی اُنکو حاصل
ہو چکی جو لوگ مہاجرین مین داخل ہونیوالے تھے وہ مہاجرین مین داخل ہو گئے جو انصار مین شامل ہونیوالے تھے وہ انصار مین
شامل ہو چکے اب ہزار جان و مال کو کوئی نثار کرے مگر وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ کی
فضیلت پا نہین سکتا تمام جہان کی دولت کوئی لٹاوے مگر اصحاب بدر یا یاران بیعت الرضوان مین
داخل نہین ہو سکتا ان دولتون کو لینے والے لے گئے ان نعمتونکو لوٹنے والے لوٹ لیگئے شعر

حریفان بادہا خوردند و رفتند تہی خم خانہا کردند و رفتند

اَی یارو جن لوگون نے بلا واسطہ پیغمبر خدا سے تعلیم پائی اور جن شخصون نے خود صاحب شریعت سے
ہدایت حاصل کی کیونکر تمھارے دل مین اُنکی محبت اور تمھاری نظر مین اُنکی قدر و منزلت نہین ہی

کیا تمھاری عقل اسکو قبول کرتی ہی کہ اُن ہزارون لاکھون آدمیونمین جو برسون پیغمبر صاحب کی صحبت اور
رفاقت مین رہے کسی کے دل پر ایمان کا کامل اثر نہوا اور اُن بیشمار آدمیونمین جو نمازون اور جہادون مین
حضرت کے شریک رہے کوئی اسلام پر ثابت قدم نہ رہا باوجودیکہ حضر اور سفر مین آپکے ہمراہ رہے شب وروز
اپنے کانون سے وعظ و نصیحت سنتے رہے اپنی آنکھون سے جبرئیل کا آنا وحی کا لانا دیکھتے رہے لیکن اپنے نفاق
اور کفر سے (والعیاذ باللہ منہ) باز نہ آئے گو کہ حضرت نے طرح طرح کے معجزے اُنکو دکھلائے
انواع انواع کی دعائین اُنکے حق مین فرمائین لیکن نہ کسی معجزے کا اُنپر اثر ہوا نہ کوئی دعا اُنکے حق مین
مقبول ہوئی بھلا انصاف کرو کہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھیگا اور اپنے پیغمبر کی شان کو داغ لگائیگا
اور اُسکے تمام شاگردون اور کل مریدون کو کافر اور مرتد کہیگا ذرا تو سوچو کہ اگر کسی عالم کے تمام شاگرد جاہل
رہین اور کسی امیر کے مصاحب سب کے سب بدچلن ہون اور کسی ولی کے مرید کلہم اجمعین فاسق فاجر ہون
تو کیا اس سے کچھہ بدظنی اُس عالم اور اُس امیر اور اُس ولی کی نسبت لوگون کو نہوگی بیشک ضرور ہوگی پس
اسی طرح پر تمام صحابہ کے کفر اور ارتداد پر اعتقاد رکھنا در پردہ حضرت کی نبوت مین داغ لگانا ہی (نعوذ باللہ من ذلک)

تیسری دلیل

اِس کا کوئی انکار نہین کرسکتا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے وقت مین مبعوث ہوے کہ لوگ
توحید سے منکر ہوگئے تھے عبادت اور استعانت مین شرک کرنے لگے تھے معاد پر یقین نہ رکھتے تھے عبادت کے
طریقون کو بھول گئے تھے دین ابراہیمی مین تحریفین کرنے لگے تھے جانورون کیطرح آپس مین لڑتے
اور وحشیون کے مانند باہم جھگڑتے تھے علم اور حکمت سے بے بہرہ ہوگئے تھے اخلاق حسنہ کو چھوڑکر
جاہلانہ رسمون کے پابند ہوگئے تھے چنانچہ اللہ جل شانہ نے توحید کے بتلانے شرک سے چھڑانے عبادت کے طریقے
سکھلانے دین ابراہیمی کے جاری کرنے اخلاق حسنہ کی تعلیم دینے کے لیے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت
اور رسالت کا مرتبہ دیا اور تمام بنی آدم کی ہدایت کا بار آپکے اوپر رکھا اور چونکہ بعد حضرت کے خدا کو دوسرا نبی
بھیجنا منظور نہ تھا اور سلسلۂ نبوت کا آپ کی ذات پر ختم کرنا منظور تھا اسلیے جو فضائل اور کمالات اور معجزات
جدا جدا اور انبیا علیہم السلام کو دیے گئے تھے وہ سب حضرت کو دیے گئے اور جو طریقے ہدایت اور تعلیم کے
علیحدہ علیحدہ اور پیغمبرون کو سکھلائے گئے تھے وہ سب حضرت کو سکھلائے گئے بلکہ اس نظر سے کہ کوئی
فرقہ کوئی گروہ آپکے فیضان نبوت سے محروم نہ رہے اور آپ کی ہدایت اور تعلیم مثل بعض اور نبیون کے
بے اثر نہو جاے اور کسی کو کوئی عذر ایمان اور اسلام لانے پر باقی نہ رہے اور کسی کو موقع آپ کی نبوت کے

انکار کرنے کا نہ ملے وہ معجزات حضرت کو دیے گئے جو اور کسی نبی کو نہین دیے گئے اور اُن اُن باتون کی
اجازت آپ کو دی گئی کہ اور کسی پیغمبر کو نہین دی گئی ہی واسطے آپ کی ہدایت کا اثر جلد اور کامل ہوا اور کچھ یہ
ایک ہی ذریعے سے نہین بلکہ مختلف ذریعون سے لوگون نے ایمان کو قبول کیا جو لوگ فصحا اور بلغا مشہور تھے وہ قرآن مجید
کی فصاحت دیکھکر قائل ہوگئے اور جو لوگ علم اور حکمت کا دعوی کرتے تھے وہ آپ کی تعلیم حکیمانہ دیکھکر معتقد ہوگئے
جو شخص خاص معجزے کے طالب تھے وہ معجزات دیکھکر ایمان لائے جو لوگ شجاعت اور مردانگی مین مشہور تھے وہ میدان
جنگ مین مقابلے کی تاب نہ لاسکے آخر مغلوب ہوکر مطیع بن گئے اور جو غرض اللہ جل شانہ کی آپ کی نبوت سے
تھی کہ دین اسلام تمام دنیا مین پھیل جاے اور سب باطل دینون پر غالب ہوجاے وہ حاصل ہوگئی لیکن یہ فائدہ جو
بعثت نبوی سے ہوا صرف اہل سنت کے اصول کے مطابق ثابت ہوتا ہی اور موافق اصول مذہب شیعہ کے
ہرگز ثابت نہین ہوتا اس لیے کہ جو لوگ حضرت کے سامنے ایمان لائے جب اُنکی نسبت یہ اعتقاد کیا جاے کہ وہ
ایمان اور اسلام مین کامل تھے اور دل سے حضرت کی نبوت کے معتقد تھے اور مرتے دم تک اُسپر ثابت قدم رہے
تو یہ امر البتہ تسلیم کیا جا سکتا ہی کہ حضرت کی ہدایت سے جو غرض تھی وہ حاصل ہوگئی مگر جب کہ اُن لوگون کی
نسبت یہ گمان کیا جاے کہ وہ ظاہر مین مسلمان تھے اور باطن مین (عیاذاً باللہ) کافر یا حضرت کی وفات کے
بعد ہی مرتد ہوگئے تو کس کے مونھہ سے یہ بات نکل سکتی ہی کہ حضرت کی ہدایت سے کچھ فائدہ ہوا حقیقت یہ ہی
کہ جو اعتقاد شیعون کا بہ نسبت صحابہ کے ہی اُس سے الزام آپ کی نبوت پر آتا ہی اور سننے والے کو مذہب اسلام مین
شبہہ ہوتا ہی اس لیے کہ جب کوئی اس امر پر یقین کرے کہ جو لوگ حضرت پر ایمان لائے اُنکے دلون پر کچھ
اثر ایمان اور اسلام کا نہ تھا اور وہ صرف ظاہر مین مسلمان اور (عیاذاً باللہ) باطن مین کافر تھے یا حضرت کے
انتقال کرتے ہی وہ اُس سے پھر گئے وہ حضرت کی نبوت کی تصدیق کر نہین سکتا اور کہہ سکتا ہی کہ اگر حضرت
سچے نبی ہوتے تو کچھ نہ کچھ اُنکی ہدایت مین تاثیر ہوتی اور کوئی نہ کوئی دل سے اُنپر ایمان لایا ہوتا اور منجملہ ہزارون
لاکھون آدمیون کے جو اُنپر ایمان لائے سو دو سو آدمی تو ایمان پر ثابت قدم رہتے اگر صحابہ کرام تمھارے عقائد
باطلہ کے موافق اسلام اور ایمان مین کامل نہ تھے تو پھر وہ لوگ کون سے ہین جن پر حضرت کی ہدایت کا اثر ہوا
اور وہ لوگ کتنے ہین جنکو حضرت کی نبوت سے فائدہ ہوا اگر اصحاب نبوی سواے معدودے چند کے
بقول تمھارے سب کے سب (عیاذاً باللہ) منافق اور مرتد تھے تو دین اسلام کو کسنے قبول کیا اور پیغمبر صاحب کی
تعلیم اور تلقین سے کسکو نفع پہنچا کن لوگون نے حضرت کے کہنے سے شرک چھوڑ کر توحید پر اعتقاد کیا
کن شخصون نے عبادت کے طریقون کو سیکھا کس گروہ نے دین محمدی کو جاری کیا کس فرقے نے ایمان کو پھیلایا
ہمی یار و ہمکو تو اسلام کا نام لینا اور پیغمبر صاحب کی نبوت کا اقرار ظاہری بھی کرنا نہ چاہیے اگر پیغمبر صاحب پر ایمان

لانیوالوں مین سے سو دو سو ہزار دو ہزار کو تم کافر کہتے یا اُن لوگون کو جو بعد غلبۂ اسلام کے مسلمان ہوے تم منافق جانتے تو صبر آتا مگر افسوس تو اسی بات پر آتا ہی کہ تم اُنھین لوگون پر اعتراض کرتے ہو جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اُنھین کو منافق بتلاتے ہو جنھون نے خدا کے دین کو جاری کیا اور اُن ہزارون لاکھون آدمیون مین سے جو حضرت پر ایمان لائے تھے سوائے چار چھہ شخصون کے کسی کو اچھا نہین کہتے ہو بھلا کیونکر ایسے عقیدے پر تعجب نہ آوے اور کیونکر تمھاری اس گمراہی پر افسوس نہووے ٭

چوتھی دلیل

ہم لوگ کیا شیعہ اور کیا سنی پیغمبر صاحب کی زیارت کو افضل‌ترین سعادات اور بہترین قربات سے سمجھتے ہین اور چونکہ اب زمانہ آپ کی حیات کا نہین ہی اس لیے آپ کی قبر مبارک کے دیکھہ لینے کو اور آپکے روضۂ انور کی خاک آنکھون مین لگانے کو غنیمت جانتے ہین اور اسکو بہترین سعادت سمجھتے ہین اور اگر کوئی شخص خواب مین آپ کی زیارت سے مشرف ہوجاتا ہی تو وہ بڑے بزرگون مین شمار کیا جاتا ہی اور حقیقت مین جب تک کوئی شخص نہایت ہی نیک اور مخلص اور پرہیزگار نہین ہوتا وہ خواب مین بھی سعادت زیارت سے مشرف نہین ہوسکتا پس نہایت افسوس کا مقام ہی کہ ہم اُن لوگونکی بزرگی اور فضیلت کا کچھہ بھی اعتقاد نہ کرین جو برسون حضرت کی زیارت کرتے رہے اور رات دن آپکی صحبت مین حاضر رہے اور ہر لحظہ اور ہر ساعت آپکے دیدار سے مشرف ہوے اور ہمیشہ آپ سے ہم کلام رہے اور نہ صرف زیارت اور صحبت کی سعادت پائی بلکہ حضرت کے غم اور خوشی مین شریک رہے اور آپ کی یاری اور مددگاری اعلاے کلمة اللہ مین کرتے رہے ابیات

ازوطنها مهاجرت کردند ‖ برالمها مصابرت کردند
درسفر همرکاب او بودند ‖ درحضر هم‌خطاب او بودند
همه آثار وحی دیده ازو ‖ همه اسرار دین شنیده ازو
بانبی در شدائد و اهوال ‖ بذل ارواح کرده و اموال
پایۂ دین بلند ازیشان شد ‖ کار شرع ارجمند ازیشان شد
رضی الله عنهم از سوے حق ‖ بهر ایشان بشارت مطلق

غرضکہ صرف زیارت اور صحبت ہی حضرت سید الانبیا علیہ التحیة والثنا کی ایسی فضیلت ہی کہ کوئی بزرگی اُسکو نہین پاتی نہ کہ جب اُسکے ساتھہ اور فضائل ذاتی بھی صحابہ مین موجود ہون تو پھر اُن کے مراتب اور مدارج کی کیا انتہا ہی ٭

پانچوین دلیل

اِس امر کو سب مسلمان تسلیم کرتے ہین کہ مکہ اور مدینہ اسلام کی ابتدا اور ترقی کے مقام ہین اور اِنھین دو جگہون کو سب دنیا سے بڑھکر عزت ہی ایک خدا کا گھر اور رسول کا مولد ہی دوسرا حضرت کا شہر اور آپ کا مدفن ہی مکہ معظمہ مین بنیاد اسلام کی قائم ہوئی اور مدینہ منورہ مین اُسکی ترقی ہوئی اور اِن دونون جگہون کی بزرگی ایسی ہی کہ کبھی کوئی مذہب باطل اُنمین پھر جاری نہوگا اور دجال ملعون کا بھی گذر اُنمین نہوگا پس ہمکو غور کرنا چاہیے کہ اِن دونون شہرون کے رہنے والے ابتک صحابہ کی نسبت کیسا اعتقاد رکھتے ہین جو کچھ اُنکا اعتقاد ہو اُسی کو اصل ایمان سمجھنا چاہیے پس خدا کے فضل سے اُن دونون شہرون کے رہنے والے بلکہ تمام عرب کے باشندون کا جو اعتقاد صحابہ کی نسبت ہی وہ ظاہر ہی اگر ہم موافق شیعون کے یہ کہین کہ وہ سب کے سب گمراہ ہین اور باطل اعتقاد پر اب تک قائم ہین تو اِس سے اصل مذہب اسلام پر بڑا الزام آتا ہی کیونکہ خداوند عالم نے جہان اپنے نبی کو پیدا کیا اور جہان اپنے پیغمبر کا مدفن بنایا اور جن جگہون کو عرش و کرسی کے برابر رتبہ دیا اور جہان سے اسلام اور ایمان جاری کیا اُنھین جگہون کے رہنے والونکو خدا نے ابتک باطل اعتقاد پر قائم رکھا اور اُن لاکھون کرورون آدمیونکو جو اِس بارہ سو برس کے عرصے مین وہان پیدا ہوے اور وہان سے گمراہ رکھا اور گمراہی پر اُنکا خاتمہ کیا اور ایک مومن کا گذر بھی وہان نہونے دیا اور ابتک خداے عزوجل کو وہی اصرار ہی کہ اُنھین بداعتقادون سے مکہ اور مدینہ بھرا ہوا ہی اور وہی گمراہی اور ضلالت ابتک تمام عرب مین پھیلی ہوئی ہی اور باوجود گذر جانے اسقدر عرصہ دراز کے اب بھی کوئی مومن پاک بغیر تقیہ کے وہان جانے نہین پاتا اور اپنے ایمان اور اعتقاد کو بخوف اپنی عزت اور جان کے ظاہر نہین کرسکتا قیامت تو قریب آگئی اِس دنیا کے ختم ہونے کے دن نزدیک ہوگئے لیکن خدا اُن ظالمون اور بداعتقادون سے اپنے گھر اور اپنے رسول کے گھر کو پاک نہین کرتا اور مومنین سے اُن شہرون کو آباد نہین فرماتا اور گمراہونکو ایسی پاک جگہون سے نہین نکالتا اگرچہ جسقدر زمانہ نبوت کا دور ہوتا گیا اور اسلام مین ضعف آتا گیا مذہب شیعون کا ترقی پاتا گیا اور اُنکے عقائد باطلہ کو رواج ہوتا گیا اور اکثر شہرون اور ملکون مین اُنکی حکومت بھی ہوگئی اور بادشاہت اور سلطنت بھی نصیب ہوئی لیکن باانہمہ مکہ اور مدینہ اور عرب مین جو دین پیغمبر خدا کے وقت مین تھا وہی جاری ہی اور جو مذہب رسول مقبول کے سامنے تھا وہی اب بھی ہی

شعر

ہست محفل بران قرار کہ بود ‏ ‏ ‏ ہست مطرب بران ترانہ ہنوز

ہم حیران ہین کہ جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین اِس تیرہ سو برس کے عرصے مین ایک مسلمان پاک اعتقاد نہوا اور ایسی پاک جگہ مین کسی مومن پاک کا گذر نہوا تو پھر کونسا مقام ہوگا جہان کے رہنے والے مومن اور مسلمان ہونگے اور خدا کے گھر اور رسول کے گھر کو چھوڑکر کس کے گھر مین ایمان والے رہتے ہونگے اے بھائیو بغیر اِسکے

کہ یہ امر قبول کیا جاوے کہ اصل مین او مذہب وہی ہی جو مکے اور مدینے کے رہنے والونکا ہی کوئی دوسرا علاج نہین ہی

شواہد نقلی صحابہ کی فضیلت مین

ہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے فضائل کے ثبوت مین تین قسم کی نقلی شہادتین بیان کرتے ہین اوّل وہ شہادتین جو توریت و انجیل مین مذکور ہین دوم وہ شہادتین جو قرآن مجید مین مذکور ہین سوم وہ شہادتین جو ائمہ کرام علیہم السلام سے کتب امامیہ مین منقول ہین

توریت و انجیل کی شہادتین صحابہ کی فضیلت مین

اتنی بات تو امامیہ مذہب والے بھی جانتے ہین کہ جسطرح پر اللہ جل شانہ نے کتب سماوی مین ذکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بطور پیشین گوئی کے کیا ہی اسیطرح حضرت کے یارونکا بھی تذکرہ فرمایا ہی اور انکی صفات اور حالات کو مثالون مین بیان کیا ہی اور اس سے انکار اس لیے نہین کرتے کہ خدا نے خود فرمایا ہی کہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ معنی محمد رسول اللہ کا ہی اور جو لوگ ساتھ انکے ہین سخت ہین اوپر کفار کے رحم دل ہین درمیان اپنے دیکھتا ہی تو انکو رکوع کرنیوالے سجدہ کرنے والے چاہتے ہین فضل خدا کا اور رضامندی اسکی نشانی انکی انکے چہرے پر ہی اثر سے سجدے کے یہ ہی صفت انکی بیچ توریت کے اور صفت انکی بیچ انجیل کے جیسے کھیتی نکالے انکھوا اپنا پس قوی کرے اسکو پس موٹے ہو جاوین پس کھڑے ہو جاوین اوپر جھڑی اپنی کے خوش لگتی ہی کھیتی کرنے والے کو تاکہ غصے مین لاوے اللہ بسبب ان مسلمانون کے کافرون کو

اب ہم ان مثالون کو جو توریت و انجیل مین مذکور ہین اور جنکی خبر خداے جلشانہ نے اس آیت مین دی ہی بیان کرتے ہین

پہلی شہادت توریت کی

توریت کی کتاب استثنا کے تیرھوین باب کے چھٹی ورس مین لکھا ہی کہ (اگر تیرا بھائی یا بیٹا یا جورو یا دوست کوئی تجھے بھسلاوے اور کہے کہ آؤ غیر معبودونکی بندگی کرو تو تو اس کے موافق نہ ہونا اور اسکی بات نہ سننا اور اس پر رحم کی نگاہ نہ رکھنا اور اسکی حمایت نہ کرنا اور اسے پوشیدہ نہ رکھنا بلکہ اسکو ضرور قتل کر ڈالنا اسکے قتل پر پہلے

تیرا ہاتھ پڑے) پس غور کرنا چاہیے کہ جو کچھ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا صحابۂ کرام نے اُسکو کر دکھایا اور جیسی کچھ شدت اور سختی کافرون پر چاہیے اُسکا ظہور صرف پیغمبر صاحب کے یارون کے ہاتھ سے ہوا اسی واسطے خدا نے اُنکی شان مین اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ فرمایا اگرچہ صحابۂ کرام کی شدت اور صلابت کا جو دین مین تھی امامیہ انکار نہین کر سکتے مگر ہم اُنکے اطمینان کے لیے حضرات شیخین کے حالات کو جو بڑے دشمن شیعون کے ہین اور جو جنمی دشمن کرکے اُنمین مشہور ہین بیان کرتے ہین اور زیادہ تو نہین کہہ سکتے اتنا عرض کرتے ہین کہ اپنی ہی کتابون کی روایتونکو سنین اور پھر اُسکو توریت کے مضمون سے اور قرآن شریف کی آیت سے ملاوین اور خود ہی انصاف کرین اور اگر حیا و شرم مانع نہووے تو تعصب اور عناد کو چھوڑ کر اُنکی فضیلت کا اقرار کرین اور اپنے باطل عقیدون کو چھوڑ کر جماعت مین داخل ہو جاوین +

پہلی روایت کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے قتل کا قصد کیا

امام اعظم شیعون کے حضرت شیخ حلی تذکرۃ الفقہا کی چھٹی فصل مین لکھتے ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے اُحد کے دن اپنے باپ کے قتل کرنیکا ارادہ کیا مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا اور فرمایا کہ تو جانے دے اور کوئی یہ کام کریگا پس اے بھائیو خدا کے واسطے ذرا اپنے امام اعظم کی تصدیق کو دیکھو کہ وہ صدیقیت صدیق اکبر کو کیسی تصدیق کرتے ہین اور جو کچھ توریت مین کفار پر شدت کرنے کا ذکر ہے اُسکو شان مین حضرت ابوبکر صدیق رض کی کیسا تسلیم کرتے ہین کیونکہ یارو اشداء علی الکفار کا مصداق کیا سوائے اُسکے کوئی دوسرا ہوگا جو اپنے باپ کے قتل پر آمادہ ہوا اور توریت کے اس مضمون کا کہ (غیر معبودونکی بندگی پر پھسلانیوالے کو اگرچہ بھائی یا بیٹا یا جورو یا دوست ہو تو قتل کر ڈالنا اور پہلے اپنا ہاتھ اُسکے قتل پر اُٹھانا) اطلاق کسی اور پر ہوگا تعجب ہے شیعون سے اور اُنکے امام اعظم سے کہ ایسی روایت کو تصدیق بھی کرین اور صدیق اکبر رض کی مستعدی کو باپ کے قتل پر قبول بھی کرین اور پھر اُنکی صدیقیت سے انکار فرماوین +

له ان ابا بکر اراد قتل ابیه یوم احد فنهاه النبی صلی الله علیه وسلم عن ذلک وقال دعه لیلیه غیرک

دوسری روایت کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رشتہ دارونکے قتل کا مشورہ دیا

تفسیر مجمع البیان اور منہج الصادقین اور خلاصۃ تفسیر جرجانی مین امامیہ مذہب کے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب بدر کی لڑائی فتح ہوئی اور بہت سے لوگ مکے کے قید ہوئے جنمین اکثر مہاجرین کے عزیز اور قریب تھے اور حضرت نے اُنکے معاملے مین صحابہ سے مشورہ کیا تب حضرت عمر رض نے فرمایا کہ (جو کوئی جسکا رشتہ دار ہے وہ اُسکے حوالے کیا جاے تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے کافر رشتہ دار کو قتل کرے اور خدا کی محبت کے سامنے

رشتے اور قرابت کا خیال نہ کرے اس لیے عقیل علی کو اور نوفل مجھے اور فلان فلان کے حوالے کیا جائے واسطے قتل کے
اہی شیعیان پاک ذرا اس روایت کو اپنی تفسیر و مین دیکھو اور انصاف کرو کہ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ کا مضمون حضرت عمرؓ پر
صادق ہی یا نہین اور جو حضرت موسیٰؑ نے کفار پر شدت کرنے کے لیے فرمایا وہ اُنکے حال سے مطابق
ہی یا نہین اور اگر اسپر بھی نہ سمجھو تو خدا تمسے سمجھے ؛

دوسری شہادت انجیل کی

متی کی انجیل کے باب ۱۳ کے ورس ۳۱ و ۳۲ مین لکھا ہی کہ (آسمان کی بادشاہت رائی کے دانے کے
مانند ہی جسے ایک شخص نے لیکے اپنے کھیت مین بویا اور وہ سب بیجون سے چھوٹا ہی پر جب اُگتا ہی تب سب
ترکاریون سے بڑا ہوتا ہی اور ایسا درخت ہوتا ہی کہ ہوا کے پرندے اُسکی ڈالیون پر بسیرا کرتے ہین) اِس پیشین گوئی کو
اِس آیت سے ملانا چاہیے جو ابھی مذکور ہوئی کہ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ
فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (یعنی خداوند تعالی فرماتا ہی کہ پیغمبر کے یارون کی مثال انجیل
مین اسطرح لکھی ہی جسطرح ایک چھوٹا سا دانہ کہ اُسمین اول پتی نکلتی ہی پھر وہ بڑھتا جاتا ہی یہانتک کہ
بڑا درخت ہو جاتا ہی اور دیکھنے والے کو تعجب آتا ہی پس اِس آیت کے مضمون کی اُس عبارت سے انجیل کی جو
ہمنے اوپر بیان کی کیسی تصدیق ہوتی ہی اور اِس سے بشہادت قرآن و بشہادت انجیل صحابہ کی فضیلت بخوبی
ثابت ہوتی ہی اور درحقیقت یہ مثال بالکل صحابہ کے حال کے مطابق ہی اس لیے کہ وہ اول تھوڑے تھے
پھر آہستہ آہستہ بڑھ گئے اور ایک بڑا لشکر اُنکا ہو گیا جسکی جماعت اور کثرت کو دیکھکر کفار تعجب کرتے تھے اور اُنکی
قوت کو دیکھ دیکھ کر جلے مرتے تھے پس جو کوئی اُنکی بزرگی کا قائل اور اُنکی فضیلت کا معتقد نہو وہ در حقیقت
قرآن اور انجیل اور تمام کتب سماوی کا منکر ہی اہی صاحبو اگر صحابہٴ رسول کے ایمان اور اسلام کے تم
قائل نہین ہو تو مہربانی کرکے ذرا ارشاد فرماؤ کہ وَالَّذِينَ مَعَهُ سے کیا مراد ہی یعنی وہ کون لوگ حضرت کے
ساتھ تھے جنکی صفت اللہ جلشانہ اِس آیت مین فرماتا ہی اور اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ کا مصداق بتلاؤ کہ وہ کون
حضرت تھے جو کفار پر سختیان کرتے تھے اگر صحابہ کبار سواے چار چھ کے سب کے سب منافق اور کافر تھے
(ونعوذ باللہ من ذالک) تو وہ کون لوگ تھے جنکے سبب سے اسلام ایک دانے سے بڑا درخت ہو گیا اور وہ
کتنے شخص تھے جنکو کفار دیکھکر غیظ مین آتے تھے کیا کسی کے قیاس مین آسکتا ہی کہ چار چھ شخصون کو
دیکھکر کافر جلتے ہون اور معدودی چند کے ایمان لانے پر تعجب کرتے ہون اگر ہزارون آدمی مسلمان نہین
ہو گئے تھے اور وہ سب کے سب ایمان مین کامل نہ تھے تو اللہ جلشانہ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ کیون فرماتا

اور اگر ہزارون شخص اسلام نہین لائے تھے تو کنکو دیکھکر کفار کو غصہ آتا پس جب تک کوئی صحابہ کی فضیلت اور انکی کثرت کو تصدیق نہ کرے وہ اِن آیتونکو بھی تصدیق نہین کرسکتا ہی یار و خدا کی قسم سچ جاننا اور یقین کرکے ماننا کہ ہمکو نہایت ہی تعجب آتا ہی کہ جو لوگ ایسی آیتونکو تصدیق کرتے ہین اور جو مثال انجیل مین مذکور ہی اُسکو پیغمبر خدا کی نبوت کی نسبت پیشین گوئی پر محمول کرتے ہین اور پھر صحابہ کبار کی فضیلت اور کثرت سے انکار کرتے ہین اور ایسی آیتون اور پیشین گوئیون کو صرف چار چھ شخصون پر ختم کرتے ہین اور صحابہ سے عداوت رکھکر لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ کی تہدید سے ذرا بھی نہین ڈرتے +

قرآن مجید کی شہادتین صحابہ کی فضیلت مین - پہلی آیت

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ (معنی) تم بہترین امت ہو جن لیے گئے ہو آدمیون کے لیے حکم کرتے ہو نیک باتون کا اور روکتے ہو بری باتون سے اور ایمان رکھتے ہو خدا پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو بہتر ہوتا اُنکے حق مین بعضے اُنمین سے مؤمن ہین اور اکثر فاسق +

اس آیت مین اللہ جلشانہ صحابہ کی فضیلتون کو اور اُنکی بزرگیون کو خود اُنسے بیان فرماتا ہی اور اُنسے مخاطب ہوکر ارشاد کرتا ہی کہ تم بہترین اُمت سے ہو اور تمکو مینے اور مخلوق سے منتخب کرلیا ہی تاکہ لوگون کو ہدایت کرو چنانچہ تم جس کام کے لیے مقرر ہوے وہ کرتے ہو اور جو خدمت تمھارے سپرد ہوئی اُسکو ادا کر رہے ہو تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہ لوگون کو نیک کام سکھلاتے ہو اور بری باتون سے بچاتے ہو + جو شخص فراغور اور انصاف سے دیکھے تو یہی ایک آیت عقائد شیعیان عبداللہ بن سبا کے بطلان پر کافی ہی کہ خداوند کریم جب کہ اصحاب رسول کی نسبت فرماوے کہ وہ بہترین امت سے ہین اور واسطے ہدایت بنی آدم کے پیدا کیے گئے ہین اور اُنکے افعال حسنہ کی تصدیق کرے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہین اور باوجود اسکے حضرات شیعہ اُنکو بدترین امت سے جانین اور اُنکی بزرگی اور فضیلت سے انکار کرین +

ہم نہایت تعجب کرتے ہین کہ ایسی صریح آیتون اور ایسی صاف شہادتون پر بھی وہ اپنے عقیدے کے فساد پر خیال نہین کرتے اور ذرا بھی قرآن مجید کی لفظون کو نہین دیکھتے اگر صحابہ کبار بہترین امت سے نہین تھے تو خدا کا یہ خطاب کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ یعنی بہترین امت سے ہو کس سے ہی اور اگر اُنکے اعمال نیک نہ تھے تو اللہ جلشانہ کا یہ ارشاد کہ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ تم نیک کام اورون کو بتلاتے ہو اور برے کامون سے منع کرتے ہو کسکی طرف ہی اگر وہ سچے دل سے ایمان نہین لائے تھے تو خدا کی اس تصدیق کے کہ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ

تم خدا پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہو کیا معنی ہین +

یہ آیتین تو ایسی صاف ہین کہ انمین کوئی تاویل اور کوئی بناوٹ ہو ہی نہین سکتی سیدھی سیدھی لفظون مین اللہ جلشانہ صحابہ کے ایمان اور اعمال کو بیان کر رہا ہی اور بکمال عنایت سے انھین سے مخاطب ہو کر خود انکی تعریفین کر رہا ہی لیکن ہمکو سخت حیرت ہی کہ شیعیان پاک کے نزدیک اس آیت کے الفاظ کیا مہمل ہین جنکے کچھہ معنے نہون یا یہ کوئی لغز اور پہیلی ہی جو اسکا مطلب انکی سمجھہ مین نہ آئے یا کوئی دقیق معما ہی کہ وہ انسے حل نہو سکے یا انکے عقیدے مین یہ الفاظ قرآن کے نہین ہین اور جامع قرآن نے اپنی اور اپنے بھائیونکی بزرگی ظاہر کرنے کے لیے بڑھا دیے ہین کہ اسپر ایمان نہو آخر ان باتون مین سے اگر کوئی بات نہین ہی تو یہ کیا بات ہی کہ اسکا اقرار کرتے جاتے ہین کہ یہ آیتین خدا کی کتاب کی ہین اسکو تصدیق کرتے جاتے ہین کہ صحابہ کی شان مین نازل ہوئی ہین اور پھر صحابہ کی فضیلت پر اعتقاد رکھنے کا کیا ذکر انکے ایمان اور اسلام کی بھی تصدیق نہین کرتے اور جنکو خداوند کریم خَيْرَ أُمَّةٍ فرماوے انکو (شر امتہ) سمجھتے ہین اور جنکی نسبت خدا تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہے انکے حق مین (یامرون بالمنکر وینہون عن المعروف) کا اعتقاد رکھتے ہین اگرچہ یہ آیات بینات قرآن مجید کی ایسی صریح اور صاف ہین کہ تفسیر دیکھنے کی حاجت نہین ہی لیکن ہم حضرات شیعہ کے اطمینان خاطر کے لیے انھین کی معتبر تفسیرونکی سند لاتے ہین اے بھائیو سنو تفسیر مجمع البیان طبرسی مین (جو کہ تمھاری تفسیرون مین سے بہترین تفاسیر ہی اور ۱۲۷۵ہجری مین بمقام طہران دار السلطنت ایران چھپی ہی) اسکے صفحہ ۲۰۰ مین لکھا ہی کہ (پہلے خداوند تعالی نے امر و نہی کا ذکر کیا پیچھے اسکے ان لوگون کا بیان کیا جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہین اور اس واسطے ان لوگونکی تعریف کی تاکہ اور لوگ انکی پیروی کرین اور اسواسطے انھین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بہترین امت سے ہو اور اس واسطے کہ کسی کو شبہہ نہ رہے کہ یہ خطاب كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ کا کس سے ہی اسی تفسیر مین فرمایا ہی کہ (بعضون نے لکھا ہی کہ مراد اس سے خاص مہاجرین ہین اور بعضون نے لکھا ہی کہ یہ خطاب صحابہ سے ہی لیکن اور امت بھی شامل ہین) اے یارو اس تفسیر کو دیکھو اور اپنے مفسر کی تصدیق پر غور کرو کہ وہ خود اقرار کرتا ہی کہ خدا نے ان آیتون مین صحابہ کا ذکر اس لیے کیا کہ اور لوگ انکی پیروی کرین تو کیا پیروی اسی کا نام ہی جو تم کرتے ہو اگر بیزاری تمھاری اصطلاح مین بمعنی پیروی ہی تو بیشک تم خدا کے کلام کی تصدیق کرتے ہو ورنہ صریح تکذیب +

اس مقام پر جاہلون کو کنتم کی لفظ پر ایک شبہہ پیدا ہو سکتا ہی کہ خدا صحابہ سے فرماتا ہی کہ (تم بہترین امت سے تھے) اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ اخیر تک ویسے ہی رہے ہون شاید بعدہ بدترین امت سے ہو گئے ہون لیکن انھین کے علامہ طبرسی نے اس کا بھی جواب دیدیا چنانچہ اپنی تفسیر مین علامہ موصوف

لکھتے ہین کہ (کنتم خیر امۃ اللہ جلشانہ نے واسطے تاکید کے فرمایا کہ ضرور ایسا ہی ہوگا اور اُسکے وقوع مین کچھ شک نہوگا اور صحابہ جیسے بہتر ہین ویسے ہی رہین گے اور اسکی مثال یہ ہی کہ خدا اپنی نسبت فرماتا ہی کہ وکان اللہ غفورا رحیما تو کیا اِسکے معنی یہ ہین کہ خدا اگلا بخشنے والا مہربان اور اب نہین ہی یا ایندہ نہ رہے گا) غرض کہ جب اِن آیتون اور تفسیرون سے صحابہ کی فضیلت ثابت ہوگئی اور کوئی موقع اُنکی بزرگی کے انکار کا نہ رہا تب بعض حضرات نے اپنا قدم دوسری راہ پر اُٹھایا اور قرآن مجید کی تحریف کا اقرار کیا چنانچہ بعض نے فرمایا ہی کہ بجاے کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ کے {خیر ائمۃ} تھا اور یہ خطاب خدا نے امامون سے کیا تھا کہ {کنتم خیر ائمۃ} یعنی تم سب امامون سے بہتر ہو مگر جامعان قرآن نے بجاے {ائمۃ} کے لفظ امۃ کا بنا دیا اگرچہ اور علماے شیعہ کو کسیقدر حیا نے منع کیا اور اُنھون نے اِس جواب کو پسند نہین کیا مگر جاننے والے جانتے ہین کہ اثر اُسکا ابتک باقی ہی چنانچہ جناب میر نصاحب قبلہ بھی اپنے حدیقۂ سلطانیہ کے باب سوم مین اِسکا ذکر کرتے ہین اور اپنے پدر بزرگوار کی صوارم کا حوالہ دیکر یون ارشاد فرماتے ہین کہ {تغیر ونقصان در قرآن منحصر در چہار چیز ست یکی تبدیل لفظی بلفظ آخر مثلا اینکہ گفتہ شود بجای کنتم خیر امۃ خیر ائمۃ بودہ لیکن بعضے از اعدای اہلبیت آنرا تبدیل نمودہ اند} اور پھر اخیر مین خود ہی فرما دیا ہی کہ {وجہ اول بعید ست} ہمارے نزدیک بجاے اسکے کہ خیر امۃ کی تصدیق کر کے صحابہ کے خیر اُمت ہونے سے اِنکار کرین شیعیان پاک کے حق مین یہی بہتر ہی کہ بجاے خیر امۃ کے خیر ائمۃ ہونیکا اقرار کرین اور تحریف قرآنی کے عذر سے اپنے آپ کو صریح منکر آیات بینات کا نہ بناوین افسوس کہ جناب میر نصاحب قبلہ اور اُنکے والد ماجد انتقال فرما گئے ورنہ مین اُس حدیقۂ سلطانیہ اور صوارم کو لیے ہوے خدمت مین حضرات کی حاضر ہوتا اور پوچھتا کہ کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ صحیح ہی یا کنتم خیر ائمۃ اگر فرماتے کہ کنتم خیر ائمۃ صحیح ہی اور خیر امۃ تحریف جامعین قرآن کی ہی تو بندہ عرض کرتا کہ اُس وقت اور ائمہ کرام سواے علی مرتضی کے کون تھا اور کس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا تھا جنسے خدا یہ خطاب کرتا اور جنکی یہ فضیلتین بیان کرتا اور اگر فرماتے کہ نہین خَیرَ اُمَّۃٍ صحیح ہی تو کمترین التماس کرتا کہ پھر اُس گروہ سے جسکو خدا خَیرَ اُمَّۃٍ فرماتا ہی اور جسکی آپ بھی تصدیق کرتے ہین بیزاری کفر ہی یا نہین اور اُنکے آگے انھین کی کتاب کھولکر اُسکے صفحہ ۱۸۶ کی یہ عبارت نکال کر پوچھتا کہ حضرت اِسکا کیا مطلب ہی وہو ہذہ {از انجملہ ست انچہ از حضرت صادق علیہ السلام ماثورست کہ فرمود آن ہذا القرآن فیہ منار الہدی ومصابیح الدجی یعنی درین قرآن انوار ہدایت وچراغہای دور کنندۂ تاریکی ضلالت وغوایت روشن ست} اور قسم دیکر پوچھتا کہ تمکو اپنے اجتہاد ہی کی قسم ہی کہ جس قرآن کو امام صاحب فرماتے ہین کہ اُسمین انوار ہدایت اور چراغ روشن ہین اُسمین صحابہ کی نسبت کیا لکھا ہوا ہی اگر کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ لکھا ہی تو پھر آپ کیون اُس سے اِنکار کرتے ہین اور کیون روشنی چھوڑ کر تاریکی مین پڑتے

٥ در البعث ان کان بمنزلۃ وقولہ کنتم خیرا لا انما تاکید لوقوع الامر لا محالۃ لانہ بمنزلۃ ما قد کان فی الحقیقۃ بمنزلۃ قولہ تعالی واذکروا اذ انتم قلیل وفی موضع اخر واذکروا فکثرکم نظیرہ قولہ وکان اللہ غفورا رحیما لان مغفرۃ المستانفۃ کالماضیۃ فی تحقیق الوقوع ١٢ مجمع البیان

ہین اور پھر اُسی کتاب کی یہ عبارت نکالتا کہ (از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام منقولست کہ ہنگامیکہ فتنہا بر شما ملتبس شود مانند پارہای شب تار پس رجوع آرید بقرآن کہ شفاعت کنندہ و مقبول الشفاعت ست ہر کسی کہ آنرا پیش نہد اللہ او را براہ جنت میبرد) اور یہ کہتا کہ قبلہ و کعبہ سنیئے آج کل کوئی فتنہ اس سے بڑھکر نہین ہی کہ ہم صحابہ کو بہترین امت سے جانتے ہین اور آپ بدترین امت سے اور نہ آپ ہماری مانتے ہین نہ ہم آپ کی اب آپ آئیے امام باقر علیہ السلام کے قول پر عمل کیجیے اور قرآن سے رجوع کیجیے اگر اسمین کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ صحابہ کی نسبت لکھا ہو تو بس راہ جنت کی اختیار کیجیے اور اپنا مذہب چھوڑ دیے اور اگر اسمین کنتم شر امۃ انکی نسبت ہو تو ہمکو اپنے مذہب مین لیجیے اور تاریکی سے نکالیے معلوم نہین کہ اگر حضرات موصوف زندہ ہوتے تو کیا جواب دیتے اور خبر نہین کہ اب اُنکے جانشین کیا جواب دینگے ؛

دوسری آیت

فَالَّذِینَ ھَاجَرُوا وَاُخرِجُوا مِن دِیَارِھِم وَاُوذُوا فِی سَبِیلِی وَقٰتَلُوا وَقُتِلُوا لَاُکَفِّرَنَّ عَنھُم سَیِّاٰتِھِم وَلَاُدخِلَنَّھُم جَنّٰتٍ تَجرِی مِن تَحتِھَا الاَنھٰرُ ثَوَابًا مِّن عِندِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عِندَہٗ حُسنُ الثَّوَابِ اس آیت مین اللہ جلشانہ مہاجرین کی تعریف کرتا ہی اور اُنکے جنتی ہونیکی بشارت دیتا ہی اور فرماتا ہی کہ جن لوگون نے میرے پیچھے اپنے وطن اور گھر اور کنبے قبیلے کو چھوڑا اور جنپر میرے اوپر ایمان لانے سے تکلیفین پونہچین اور جنکو میری راہ مین ایذائین دی گئین تو مین بھی اپنے ایسے سچے ایمان لانیوالون اور پکے مسلمانون سے بڑی مہربانی سے پیش آؤن گا اور اُنکی محنتون اور مصیبتون اور جانفشانیون کا انکو اچھا بدلا دونگا اُنکے گناہونسے درگذر کرونگا انکی بھول چوک کو نہ دیکھونگا بلکہ اُنکے گناہونکو نیکیونسے بدل دونگا اور بے پوچھے بتلائے اُنکو ایسی جنتون مین جگہ دونگا جنکے نیچے نہرین بہتی ہین جہان اُنکو نہ کچھہ غم رہیگا نہ رنج نہ کوئی فکر انکو رہے گی نہ کھٹکا اور یہ ثواب اُنکو اپنی طرف سے دونگا اور اپنے فضل اور مہربانی سے اُنکے اعمال سے بہت بڑھکر اُنکو درجہ عطا کرونگا اب اِن آیتون کو دیکھکر مہاجرین کی فضیلت اور بزرگی پر خیال کرنا چاہیے کہ کس محبت اور پیار سے خداے عز وجل اُنکا ذکر کرتا ہی اور اُنکے مدارج اور مراتب کا کس خوبی سے اظہار فرماتا ہی اور اُنکے قطعی جنتی ہونے کا اقرار کرتا ہی اور اُنکے گناہون اور سیئات سے درگذر کرنے کا اور نیکیون سے بدل دینے کا وعدہ کرتا ہی اور اُنکے اعمال کی جزا مین جو کچھہ دیگا وہ تو ایک طرف اپنی طرف سے براہ تفضلات ثواب دینے کا بیان کس مہربانی سے فرماتا ہی پس اب ان آیتون کے دیکھنے والون سے ہم عرض کرتے ہین کہ جن مہاجرین کی نسبت خدا نے یہ وعدے کیے ہین اور جنکے بہشتی ہونے کا ذکر فرمایا ہی وہ کون تھے کیا وہ لوگ مہاجرین نہ تھے جنکا نام ابوبکر رض اور عمر رض اور عثمان رض ہی اور کیا گھر بار چھوڑنے والون مین وہ اشخاص نہ تھے جنکو شیعہ برا جانتے ہین اور کیا یہ لوگ اِس آیت سے مستثنیٰ کر دیے گئے ہین اور کیا یہ اشخاص لَاُکَفِّرَنَّ عَنھُم سَیِّاٰتِھِم کے وعدے سے خارج کر دیے گئے ہین اے بھائیو اس آیت کو

بڑھکر اب تم مہاجرین کے گناہونکے ڈھونڈھنے مین اوقات ضایع نکرو اور اُنکی بُرائیونکی تلاش مین اپنی عمر نہ گنواؤ اگر دو چار عیب اُنکے تمنے ڈھونڈھ بھی لیے تو بھی جب تک تم مہاجرین ہین ہونے سے اُنکا انکار نہ کروگے اور جب تک تم اُنکی ہجرت کا اقرار کرتے رہوگے تمھاری عیب جوئی اور نکتہ چینی کچھ کام نہ آویگی اور اس سے اُنکے یقینی جنتی اور قطعی بہشتی ہونے مین کچھ ضرر نہوگا اس لیے کہ وہ خود فرماچکا ہی کہ لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ کہ مین اُنکے گناہون سے درگذر کرونگا اور ضرور ضرور اُنکو جنت مین داخل کرونگا اس لیے کہ وہ میرے پیچھے گھروں سے نکالے گئے میری بدولت رنجون اور مصیبتون مین گرفتار ہوے اپنے دوستونکو چھوڑکر میرے دوست کے ساتھہ ہوے اپنے محبوبون سے جدا ہوکر میرے محبوب کے شریک ہوے پس اُنکا ہجرت ہی کرنا ایک ایسا عمل ہی کہ ہزار اعمال اور لاکھہ عبادات اور کرور نیکیون سے بہتر ہی +

تیسری آیت

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا اس آیت مین اللہ جلشانہ مہاجرین اور انصار کی نسبت اپنی رضامندی ظاہر فرماتا ہی اور اُن کو اور اُنکی پیروی کرنیوالونکو جنت کی خوشخبری پونہچاتا ہی ہمارے نزدیک اگر کوئی شخص اس آیت پر ذرا بھی غور کرے اور اُسکے مطلب کو سوچے تو وہ ہرگز صحابہ کبار اور مہاجرین اور انصار کی نسبت سواے فضیلت اور بزرگی کے دوسرا اعتقاد نہ رکھے اس لیے کہ جب اُنکی شان مین خداے جلشانہ فرماوے کہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ کہ مین اُنسے راضی اور وہ مجھسے راضی اور اُنکے حق مین اللہ تبارک وتعالی ارشاد کرے کہ أَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ کہ طیار کر رکھی گئی ہین اُنکے لیے جنتین اور آراستہ کردی گئی ہین اُنکے واسطے بہشتین تو پھر کون ہی کہ اُنکی فضیلت کا قائل نہو پس شیعیان پاک کو صرف اسقدر غور کرنا چاہیے کہ مہاجرین اور انصار مین صحابہ کبار جنسے وہ عداوت رکھتے ہین داخل ہین یا نہین اگر ہین تو پھر اُنکے جنتی ہونے مین کیا شک ہی اور اگر نہین ہین تو یہ خطاب خدا کا کس سے ہی اے بھائیو ذرا سوچو کہ قرآن مجید پر ایمان اسی کا نام ہی کہ جنکے حق مین اللہ اپنی رضامندی ظاہر کرے اُنسے تم ناراض ہو اور جنکے جنتی ہونے کی خدا خبر دے اُنکو تم مسلمان بھی نہ سمجھو اور اگر اس آیت پر بھی کوئی ایمان نہ لاوے اور یہ شبہہ کرے کہ اس مین خلفاے ثلثہ کے نام تو مذکور ہی نہین ہین اس لیے اُنکی فضیلت کا انکار مستلزم انکار آیت نہین تو اُسکے شبہہ دور کرنے کے لیے ہم امام باقر علیہ السلام کی شہادت پیش کرتے ہین اور جسطرح پر انھون نے خلفاے ثلثہ کو داخل حکم اس آیت کے بیان کیا ہی اُسکو ہم بیان کرتے ہین اُسکو ذرا دل سے سنو اور اپنے ہی مذہب کی کتاب سے اُسکی سند لو (وہو ہذہ) صاحب الفصول نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ (ایک روز حضرت امام باقر

علیہ السلام کا گذر ایک جماعت پر ہوا جو کہ خلفاے ثلثہ کی عیب جوئی کر رہے تھے آپ نے پوچھا کہ مجھے بتلاؤ کہ تم اُن مہاجرین مین سے ہو کہ جو خدا کے لیے گھر سے نکالے گئے اور خدا کے لیے اُنکا مال لوٹا گیا اور جنھون نے خدا اور رسول کی مدد کی اُنھون نے کہا کہ نہین ہم اُنمین سے نہین ہین تب آپنے پوچھا کہ پھر کیا تم اُن لوگون مین سے ہو کہ جنھون نے دار ہجرت مین اور دار ایمان مین گھر بنایا تھا اور مہاجرین کو آرام دیا تھا اُنھون نے کہا کہ نہین تب آپ نے کہا کہ خود تم بیزار ہوے اور نہین چاہتے کہ دونون فریق مین سے ہو اور مین اس بات کی گواہی دیتا ہون کہ تم اُن مین سے بھی نہین ہو جنکی نسبت خداوند تعالی فرماتا ہی کہ جو لوگ بعد اِن مہاجرین اور انصار کے آوینگے وہ ایسے مؤمن ہونگے کہ یہ دعا کیا کرینگے کہ الٰہی ہماری اور ہمارے اگلے بھائیون کی جو ہمسے ایمان مین سبقت لے گئے ہین مغفرت کر اور ہمارے دلون مین مسلمانون کی طرف سے کینہ مت رکھہ بیشک تو نرمی کرنے والا مہربان ہی)

اَی بھائیو تم اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہو اور ائمہ کرام کے اقوال کو کم از آیات نہین سمجھتے مگر نہین معلوم کہ اُن اقوال کو جو صحابہ کے فضائل مین ہین کیون نہین مانتے اور کیون اپنے امامون کی پیروی نہین کرتے اور کیون اُنکو صحابہ کے فضائل بیان کرنے مین جھوٹھا جانتے ہو غرض کہ اِس حدیث سے امام باقر علیہ السلام کی ثابت ہوا کہ اُنکے نزدیک خلفاے ثلثہ اِس آیت کے حکم مین داخل ہین اور جو وعدے جنت وغیرہ کے خدا نے مہاجرین اور انصار سے کیے اُنمین وہ شریک ہین اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ اُنکی عیب جوئی کرتے تھے اُنسے حضرت امام موصوف بیزار تھے اور اُنکو اسلام اور ایمان سے خارج سمجھتے تھے پس سواے تقیہ کے اور تو دوسرا کوئی جواب ہو ہی نہین سکتا لیکن معلوم نہین کہ کہانتک تقیہ کا عذر کیا کرینگے اور کب تک تقیہ کو ڈھال بنائے رہین گے افسوس ہی کہ جب خدا صاف صاف مہاجرین اور انصار کی تعریف کرے اور ائمہ علیہم السّلام خلفاے ثلثہ کی صاف فضیلت بیان کرین اور پھر بھی حضرات شیعہ قائل نہون اب معلوم نہین کہ مہاجرین اور انصار کی فضیلت کے لیے کیسی دلیل چاہتے ہین *

حضرات شیعہ بعض مرتبہ یہ شبہہ بیان کرتے ہین کہ اللہ جلشانہ نے اُن مہاجرین اور انصار کی تعریف کی ہی جنھون نے خاص خدا کے لیے ہجرت اور نصرت کی تھی نہ کہ اُنکی جنھون نے دنیا کی طمع سے ہجرت اور نصرت کی تھی اس شبہہ کو ہم تین طرح سے رد کرتے ہین اوّل یہ کہ جب مہاجرین نے ہجرت کی اور انصار نے نصرت اُسوقت دنیا اور دولت کہان تھی جسکی طمع ہوئی ہو جب مہاجرین نے مکے سے ہجرت کی تب کیا مدینے مین کسی خزانے کے نکلنے کی خبر اُنکو ملی تھی جسکے لوٹنے کے لیے گئے ہون یا جب انصار نے مہاجرین کی خاطر کی اور اُنکو اپنے گھر ٹھہرایا تو کیا مہاجرین کچھہ بہت سا مال اپنے ہمراہ لیکر گئے تھے جسکے چھین لینے اور لوٹ لینے کی نیت سے انھون نے اُنکی مدد کی ہو اگر مہاجرین نے خدا کے لیے ہجرت اور انصار نے اللہ کے واسطے نصرت نہین کی تو پھر اُنکی ہجرت اور نصرت کا کیا سبب تھا دوسرے اگر تمام مہاجرین اور انصار نے ہجرت اور نصرت دنیا کی طمع پر کی تھی تو خدا کا مہاجرین

اور انصار کی تعریف کرنا (معاذ اللہ) فضول اور مہمل ہوا جاتا ہی اس لیے کہ جب کسی نے خدا کے لیے ہجرت اور نصرت نہین کی تو خدا کس کی شان مین وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فرماتا ہی اور جب سب کے سب منافق تھے تو کن کی نسبت لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ارشاد کرتا ہی) اور اگر بعضون کی ہجرت اور نصرت خدا کے لیے اور بعضونکی دنیا کے لیے تھی انکا نشان دیجیے کہ وہ کتنے صاحب تھے جنھون نے خدا کے لیے ہجرت اور نصرت کی جب نام لینا اور نشان دینا شروع کرو کے تو سواے تین چار کے اور کوئی نہ نکلے گا اور تین چار کی ہجرت اور نصرت کے ثبوت سے کچھ فائدہ حاصل نہوگا تیسرے اللہ جلشانہ نے خود اپنی کتاب پاک مین اس شبہے کو دور کر دیا اور اپنے مہاجرین اور انصار کی طرف سے جواب دے دیا چنانچہ اور دو آیتون مین اللہ جلشانہ نے اس امر کو تصدیق کر دیا کہ مہاجرین اور انصار نے جو کچھ کیا وہ میرے ہی واسطے کیا ہی چنانچہ ہم دو آیتونکو ایک مہاجرین کی نسبت دوسری انصار کی نسبت بیان کرتے ہین +

پہلی آیت اللہ جلشانہ مہاجرین کی نسبت فرماتا ہی کہ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ کہ جو لوگ نکالے گئے اپنے گھرون سے اُنسے کوئی قصور نہین ہوا تھا سواے اسکے کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتے تھے اور کفر کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے تھے پس اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ مہاجرین کی ہجرت کا باعث سواے اسکے دوسرا نہ تھا کہ کفار اُنکے اسلام لانے سے خفا ہو گئے تھے اور اُنکے خدا کو رب کہنے سے ناراض ہو گئے تھے کہ اسی قصور مین اُنھون نے ایذا دینی شروع کی اور بمجبوری اُنکو گھر بار چھوڑنا پڑا اب اس آیت کو بھی سنکر اگر حضرات شیعہ یہ کہین کہ مہاجرین نے بطمع دنیا کے ہجرت کی تھی تو اُنکو زیبا ہی ہمارے تو مونھہ سے ایسی بات نکل بھی نہین سکتی +

دوسری آیت اللہ جلشانہ انصار کی شان مین فرماتا ہی وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ کہ جو لوگ مہاجرین سے پہلے مدینے مین رہتے تھے وہ چاہتے ہین اُن لوگون کو جو ہجرت کرکے آوین اُنکے پاس اور جو کچھ مہاجرین کو دیا جاتا ہی اُسکا کچھ خیال نہین کرتے اور اُس سے رنجیدہ نہین ہوتے اگرچہ وہ خود بھی محتاج ہین اور اپنی جانون سے زیادہ مہاجرین کو چاہتے ہین اور کچھ بھی حرص و طمع نہین رکھتے اور جو ایسے ہین وہ فلاح پاوینگے پس دیکھنا چاہیے کہ خدا انصار کی نصرت کی کیسی تعریف کرتا ہی اور اس امر کی کہ اُنکی نصرت صرف واسطے خدا کے ہی کیسی تصدیق فرماتا ہی پس اب ہم حیران ہین کہ جب اللہ جلشانہ مہاجرین کی ہجرت کو صرف اپنے واسطے فرماوے اور انصار کی نصرت کو فقط اپنے لیے تصدیق کرے اور پھر شیعون کے مونھہ سے یہ بات نکلے کہ اُنکی ہجرت اور نصرت دنیا کے واسطے تھی اُمی یارو ذرا تو سوچو کہ تم خدا کے کلام کی تصدیق کرتے ہو یا تکذیب اللہ کے حکم کو مانتے ہو یا اُس سے مقابلہ کرتے ہو خدا تو فرماوے کہ مہاجرین اور انصار اچھے تم کہو کہ نہین وہ بہت سے بُرے وہ کہے کہ مین اُنسے راضی وہ مجھ سے راضی تم کہو کہ نہین بالکل غلط

نہ خدا اُنسے راضی نہ وہ خدا سے راضی اللہ فرماوے کہ اُنھون نے ہجرت میرے لیے کی اور نصرت میرے واسطے کی اور تم کہو
کہ نہین وہ دنیا کی طمع سے نکلے حرص دولت کے پیچھے پیغمبر کی نصرت مین شریک ہوے آخر ذرا تو غور کرو کہ کیا کہتے ہو
اور کیا کرتے ہو ای بھائیو ایک آیت ہو دو آیت ہون اُسکی تاویل ہو سکتی ہی اُسکے معنی بن سکتے ہین جب سارا قرآن مجید
مہاجرین اور انصار کے ذکر سے بھرا ہوا ہی تو کہان کہان تاویل کروگے کس کس آیت کی تحریف معنوی فرماؤگے ع
(تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہی) حقیقت یہ ہی کہ مذہب تو عبد اللہ بن سبا کا اختیار کرلیا
مگر اب کوئی بات بن نہین پڑتی نہ قرآن مجید سے انکار ہو سکتا ہی نہ اُسکی تصدیق کیجاتی ہی شعر

	عشق چہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود		ہجر چہ دشوار بود یار چہ آسان گرفت	

چوتھی آیت

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ
وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً
تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ
صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا

سبب نزول اس آیت کا یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ عمرہ ادا کرین پس اعراب اور بادیہ نشینونکی
اس سفر مین ہمراہی کے لیے دعوت فرمائی اِس لیے کہ اندیشہ تھا کہ کفار مکے مین لڑائی کرین اور اندر مکے کے
نہ جانے دین لیکن اکثر اعراب نے حضرت کی دعوت کو نہ سنا اور اِس سفر مین آپکے ہمراہ نہوے مگر وہی خالص
مخلص کہ جو سراپا ایمان سے بھرے ہوے تھے حضوری مین چلے جب کہ مکے کے نزدیک پونہچے قریش مانع
ہوے تب حضرت نے حراش کو اہل مکہ کے پاس بھیجا مگر لوگ اُسکے قتل کے درپے ہوے وہ لوٹ آیا تب
حضرت نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا کہ اہل مکہ نے حضرت عثمانؓ کو قید کرلیا اور اُنکے قتل کی خبر مشہور ہوئی تب حضرت نے
اپنے یارون کو جو آپکے ساتھ تھے جمع کیا جنکی تعداد بہ اختلاف روایات چار سو[۴۰۰] سے لیکر دو ہزار تین سو[۲۳۰۰] تک تھی
اور حضرت نے ایک درخت کے نیچے بیٹھکر اِن سب سے بیعت لی کہ قریش سے لڑین اور کسیطرح پر مونھہ نہ پھیرین
چنانچہ اُن سب نے خوشی سے بیعت کی اور سواے قید بن قیس منافق کے کسی نے تخلف اِس بیعت سے نہین کیا
چونکہ اِس سفر مین منافقون کا نفاق اور مخلصون کا اخلاص ظاہر ہوا اور بیعت مین صحابہ کی مضبوطی اور ایمان کا حال
کھل گیا اِس لیے اِس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہوا اور اُنھین بیعت کرنیوالون کی شان مین خدا نے فرمایا
کہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ کہ خدا راضی ہوا اُن ایمان والون سے کہ جنھون نے درخت کے نیچے

له یہ روایت موافق روایت شیعون کے ہی جو کتاب نجوم تابندہ وغیرہ میں لکھی ہی اور ترجمہ کشف الغمہ اسی روایت کو نقل کیا ہی ۱۲

تجھسے بیعت کی فَعَلِمَ مَا فِی قُلُوبِہِم اور اُنکے دلون کا اخلاص اس سے ظاہر ہوگیا اگر وہ منافق ہوتے تو اس سفر مین ساتھ نہ آتے اور کبھی ایسے وقت پر بیعت نہ کرتے فَاَنزَلَ السَّکِینَۃَ عَلَیہِم اور اُنکے دلون کو طمانینت اور تسکین دے دی تاکہ بلاخوف و خطر لڑائی پر مستعد ہوے اور مرنے اور مارنے پر تیرے ہاتھہ پر بیعت کی وَاَثَابَہُم فَتحًا قَرِیبًا اور اُنکی شکستگی دور کرنے کے لیے اُنکو بہت ہی جلد بہت سی غنیمتین دین اور آیندہ بڑے بڑے فتوحات اور غنایم کا مثل روم اور پارس کے وعدہ کیا پس ان آیتون سے اُن سب اصحاب کی جنھون نے حضرت کے ساتھہ درخت کے نیچے بیعت کی بزرگی ثابت ہوتی ہی اور اُنکا اخلاص اور ایمان مین کامل ہونا ظاہر ہوتا ہی کوئی لفظ کوئی حرف بھی خدا نے ان آیتون مین ایسا ذکر نہ کیا جس سے کوئی موقع کوئی محل انکار کا ہو بلکہ اپنی رضامندی کا اظہار اس طور سے کیا کہ جسکا کبھی زوال نہو اور اُن فتوحات کا وعدہ کیا جنکا ظہور اُنھین صحابہ کے ہاتھہ سے ہوا اب ہم شیعیان علی سے پوچھتے ہین کہ وہ اول یہ فرماوین کہ یہ آیت قرآن مجید کی ہی یا نہین اگر ہی تو یہ اُنھین لوگونکی شان مین ہی جنھون نے پیغمبر خدا کی بیعت درخت کے نیچے کی تھی یا نہین اگر اُنھین کی شان مین ہی تو اُنمین حضرت ابو بکر صدیق رض اور حضرت عمر رض وغیرہ صحابۂ کرام داخل تھے یا نہین اگر تھے تو جو کچھہ خدا اُن بیعت کرنیوالون کے حق مین فرماتا ہی کہ لَقَد رَضِیَ اللّٰہُ کہ مین اُنسے راضی ہوا تو اس رضا مین وہ لوگ بھی آگئے یا نہین اگر نہین آئے تو اُنکے مستثنی ہونے پر کیا دلیل ہی اور اگر وہ بھی آگئے تو جنسے خدا راضی ہوا اور جنکی شان مین خود لَقَد رَضِیَ اللّٰہُ فرماوے اُنسے ناراض ہونا اور اُنکو برا جاننا انکار آیات قرآنی سے ہی یا نہین اگر یہ کہو کہ وہ منافق تھے تو اُسکا رد بھی خدا نے خود کر دیا کہ فرماتا ہی فَعَلِمَ مَا فِی قُلُوبِہِم فَاَنزَلَ السَّکِینَۃَ عَلَیہِم کہ مینے اُنکے دلون کا امتحان کر لیا اور سمجھ لیا کہ یہ بڑے پکے مسلمان اور سچے ایمان والے ہین اسی لیے مینے نازل کی اُنپر تسلی اور دی اُنکو فتح اور اگر وہ لوگ منافق ہوتے تو کیون خدا اُنکے ایمان پر شہادت دیتا اور کیون اُنکو فتح اور غلبہ عنایت کرتا + ان آیتونکو دیکھکر اگر کسی شیعہ کو یہ خطرہ پیدا ہو کہ جب ایسی آیت صریح صحابہ کی فضیلت مین خدا کی کتاب مین موجود ہی تو پھر کیا سبب ہی کہ ہمارے مذہب کے علما نے صحابہ کی فضیلت سے انکار کیا ضرور کوئی نہ کوئی سبب ہوگا ورنہ کیا سب عالم سب مولوی سب فاضل سب مجتہد ہمارے مذہب کے نادان تھے کہ ایسی آیت سے ایسا صریح انکار کیا اور باوجود اسکے بھی صحابہ کو برا جانا اس لیے ہم اُنھین کے مذہب کی معتبر تفسیرون سے اپنے دعوے کو ثابت کرتے ہین اور یہ امر کہ اُنکے عالم اور مولوی نادان تھے یا دانا ایمان والے تھے یا بے ایمان منصف تھے یا متعصب اُنھین کی عقل پر چھوڑتے ہین اُنکی تفسیرونکو دیکھکر جو کچھہ وہ انصاف سے مناسب جانین وہ سمجھین اَی بھائیو سنو کہ تمھارے یہان کے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر مین کیا لکھا ہی (کاشانی) اپنی تفسیر مین لکھتے ہین کہ (آنحضرت فرمودند بدوزخ نرود یک کس ازان مؤمنان کہ در زیر شجرہ بیعت کردند و این را بیعت الرضوان نام نہادہ اند

بجہت آنکہ حق تعالی در حق ایشان فرمود کہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ الخ
اگر اس روایت پر اطمینان نہوا در حضرات شیعہ کو اپنے متکلمین اور متعصبین کے جواب سننے کا اشتیاق ہو تو اُسکو بھی سنین کہ
اُنکے علما نے اس آیت کو دو طرح پر رد کیا ہی بعضون نے یہ فرمایا ہی کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہی کہ خداوند تعالی
اس فعل خاص سے یعنی بعیت سے راضی ہوا اس سے یہ لازم نہین آتا کہ خدا اُنکے سب کامونسے راضی ہوا ہو اور آیندہ بھی راضی رہے
اور بعض کا یہ قول ہی کہ بعد اس بعیت کے صحابہ کبار نے وہ کام کیے جو مخالف اِس بعیت کے تھے یعنی لڑائیون مین بھاگ گئے
خلافت خلیفہ برحق کی غصب کر گئے پس وہ اس آیت کے وعدے سے خارج ہو گئے پس بہ نسبت امر اول کے
ہم یہ جواب دیتے ہین کہ خدا کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ صحابہ کے اور کامون سے راضی نہ تھا صرف ایک فعل خاص بعیت سے
راضی ہوا اس لیے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا ایسی تہمت ہی کہ کوئی مسلمان اپنے دل مین اُسکا خیال
بھی نہین کر سکتا کیا یہ ممکن ہی کہ اگر خداے عز و جل اُن بعیت کرنیوالون سے ہر طرح پر راضی نہوتا تو وہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ
عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ صرف اُنکے دل خوش کرنے کو براہ تدلیس فرماتا اور جن باتون سے اُنکی ناراض تھا اُنکو تقیۃً ظاہر نہ کرتا اور
یہ امر بھی غور کرنے کے لایق ہی کہ حضرات شیعہ کو کسطرح معلوم ہوا کہ صحابہ کے اور کامونسے خدا ناراض تھا آخر کیونکر
اُنکو اُسکی ناراضامندی کا حال معلوم ہوا نہایت تعجب کا مقام ہی کہ خدا اُنکے اُس فعل کو جس سے راضی ہوا لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ
کہکر ظاہر کرے اور اُنکے اُن افعال کو جنسے ناراض ہو سواے شیعیان عبد اللہ بن سبا کے کسی پر اظہار نفرماوے
شاید شیعیان پاک یہ جواب دین کہ اُس قرآن مین جو امام مہدی کے پاس ہی اصحاب کی برائیان لکھی ہوئی ہین مگر ہم جبتک
کہ اُسکو اپنی آنکھہ سے نہ دیکھہ لین اور امام صاحب سے اُسکی تصدیق نہ کر لین اُسکو قبول نہین کر سکتے لیکن افسوس تو یہی ہی
کہ نہ امام صاحب کا کچھہ نشان ملتا ہی نہ اُس قرآن کا کچھہ پتا چلتا ہی ہزار برس تو گذر گئے اور ہنوز معلوم
نہین کہ ابھی اور کتنے دن امام کے ظہور مین باقی ہین

شعر

صد شب ہجر گذشت و مہ من پیدا نیست
ظرفہ عمری کہ بصد سال ندیدم بیک ماہ

اور بہ نسبت امر دوم کے کہ صحابہ کبار اِس آیت کے وعدے سے بسبب نکث بعیت کے خارج ہین اُسکا جواب
ہم اس طرح دیتے ہین کہ اس اعتراض سے بھی اتنا ثابت ہوتا ہی کہ بعیت رضوان کے وقت تک صحابہ کبار اور
مہاجرین و انصار سچے مسلمان اور پکے مؤمن تھے نہ منافق تھے نہ کافر اور اُنکی بعیت صادق تھی نہ منافقانہ
چنانچہ یہ فقرہ صاحب تقلیب المکاید کا کہ {این کلام معجز نظام دلالت میکند بر اینکہ بعضے از اہل بعیت رضوان نکث
بعیت خواہند کرد} دلیل اسپر ہی کہ جب بعیت کی تھی اُسوقت تک نہ منافق تھے نہ کافر بلکہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ
عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ مین داخل تھے اور شہید ثالث نور اللہ شوستری کا یہ کلمہ کہ {مدلول آیہ عند التحقیق رضاء
حق تعالی ست ازان فعل خاص کہ بعیت ست و کسی منکر این نیست کہ بعضے از افعال حسنہ مرضیہ از ایشان واقع ست}

شاید اسپر ہی کہ انکا بیعت کرنا فعل حسنہ تھا پس اسی سے یہ اعتقاد کہ صحابۂ کبار اول ہی سے منافق تھے باطل ہوا اور جب تک یہ آیت جسمین خدا نے اپنی رضامندی ظاہر کی نازل ہوئی انکا مسلمان اور با ایمان ہونا ثابت ہوا خیر اب آگے چلیے اور بعد اس بیعت کے انکے حال پر نظر کیجیے کہ کیا کام اُنسے ایسے ہوے جنسے انکا نکث بیعت کرنا ثابت ہوا اور وہ کام کس وقت ہوے پیغمبر صاحب کے جیتے جی یا انکی وفات کے بعد چنانچہ اسکی نسبت شہید ثالث اور صاحب انقلاب المکانی نے جو کچھ لکھا ہی اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ بعد اس بیعت کے پیغمبر صاحب کے سامنے اُنسے نکث بیعت ہوا یعنی وہ جنگ خیبر پر ثابت قدم نہ رہے بلکہ بھاگ گئے اسکی نسبت ہم یہ جواب دیتے ہین کہ اگرچہ قلعۂ خیبر حضرت صدیق اکبرؓ یا حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے فتح نہین ہوا لیکن فتح نہونا مستلزم فرار نہین ہی بھاگنا جنگ خیبر سے حضرات شیعہ نے کہان سے ثابت کیا اور بالفرض اگر وہ جنگ خیبر سے بھاگے اور اُنھون نے نکث بیعت کیا تو جسطرح پر ہمنے انکی بیعت کو خدا کے کلام سے ثابت کیا اور خدا کی رضامندی کا لَقَدْ رَضِيَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ کی آیت پیش کر کے ثبوت دیا اسی طرح حضرات شیعہ کے ذمے ہی کہ بمقابلے اس آیت کے انکا بھاگنا جنگ خیبر سے اور نکث بیعت کرنا اور خدا کا اُنسے ناراض ہونا کسی آیت سے ثابت کردین (واذ لیس فلیس) اور ہم خوب یقین کرتے ہین کہ اگر صحابۂ کبار سے کوئی فعل بعد اس بیعت کے موجب نارضامندی خدا کا ہوتا تو ضرور وہ اُس سے بھی خبر دیتا اور جسطرح پر انکی بیعت سے راضی ہو کر لَقَدْ رَضِيَ اللّٰہُ فرمادیا اسی طرح پر انکے فرار اور نکث بیعت سے ناراض ہو کر (لقد غضب اللہ علیہم) ارشاد کرتا اس لیے کہ لڑائی سے بھاگنا اور بیعت کا توڑنا آخر پیغمبر ہی صاحب کے سامنے ہوا اُس وقت تک سلسلہ وحی کا جاری تھا جبرئیلؑ کا آنا بند نہوا تھا پھر کیا سبب ہی کہ خدا اُنکے اچھے کامون کو ظاہر کرے اور برے کامون کی خبر تک نہ دے اُنکے افعال حسنہ کی تو شہرت دے دے اور اُنکے افعال بد کی پردہ پوشی کرے پس یا تو خدا اُنسے ڈرتا تھا کہ اُنکی برائی بیان نہ کرسکتا تھا یا درحقیقت اُنسے کوئی برائی نہوتی تھی جسکو ظاہر کرتا اگر کوئی لغزش ہو جاتی تھی تو اُسکو عفو کر دیتا تھا اور اُنکے اور نیک کامون پر خیال کر کے اُسکو براہ ستاری چھپا دیتا تھا اور اگر یہ کہا جاے کہ بعد وفات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کبار نے ایسے کام کیے کہ جنسے خدا ناراض ہوا مثل خلافت غصب کرنے وغیرہ کے اُسکی نسبت ہم یہ کہتے ہین کہ اگر اُنسے بعد وفات پیغمبر خدا کے کوئی کام ایسا ہونیوالا تھا کہ جس سے خدا ناراض ہوتا تو ضرور اُسکی خبر دیتا اور کبھی اُنکے حق مین لَقَدْ رَضِيَ اللّٰہُ نہ فرماتا اور جب کہ خدا نے اِس آیت مین یہ فرمادیا کہ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوْبِهِمْ کہ مین اُنکے دلونکی بات جانتا ہون اور فرمایا کہ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ کہ مینے نازل کی اُنپر تسلی تو کیونکر قیاس مین آسکتا ہی کہ ایسے لوگ کبھی جادۂ حق سے منحرف ہوے ہون لیکن ہم حضرات شیعہ سے عرض کرتے ہین کہ وہ کیون سوال و جواب مین اپنی اوقات ضایع کرتے ہین اور کیون علانیہ

کاشانی کی تفسیر کی ان لفظون کو نہین دیکھتے کہ (آن حضرت فرمود بدوزخ نرود یک کس ازان مومنان کہ در زیر
شجرہ بیعت کردند) اِس مفسر نے تو کچھ قصہ جھگڑا باقی ہی نہین رکھا عام بشارت جنت کی اُن لوگون کے حق مین جو اِس
بیعت مین شریک تھے پیغمبر صاحب کی زبان سے تصدیق کردی لیکن اگر اس ایک روایت پر اطمینان نہین ہوتا تو اُسکی
تائید مین دوسری روایت سنیں کہ ترجمہ کشف الغمہ مین لکھا ہی کہ (از جابر بن عبد اللہ انصاری روایت ست کہ ما در ان
روز ہزار و چہار صد کس بودیم در ان روز من از حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شنیدم کہ آنحضرت خطاب بہ حاضران
نمودہ فرمود کہ شما بہترین اہل روی زمینید و ما ہمہ در ان روز بیعت کردیم و کسی از اہل بیعت نکث نہ نمود مگر قیس
بن قیس کہ آن منافق بیعت خود را شکست) اِس روایت سے چند فائدے حاصل ہوئے
اوّل یہ ثابت ہوا کہ بیعت کے وقت چودہ سو صحابی موجود تھے جنکے ایمان اور اسلام کی
خبر خدا دیتا ہی کہ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ + اور اُنکی شان مین فرماتا ہی + لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ +
دوسرے حضرت پیغمبر خدا نے اُنکی نسبت فرمایا کہ تم بہترین اہل زمین سے ہو تیسرے ثابت ہوا کہ سوائے ایک
منافق کے اور کسی نے بیعت کو نہین توڑا بس اے شیعیان پاک اب تم انصاف سے ان روایتون کو دیکھو اور اپنے
شہید ثالث اور صاحب تقلیب المکائد کے ایمان اور انصاف پر خیال کرو کہ وہ محبت اہل بیت کے پردے مین
کیسی خدا کی آیتون کی تکذیب کرتے ہین اور کس طرح ایسے صریح نصوص سے انکار فرماتے ہین +
لیکن اگر ہم صحابہ کی برائیون کو تسلیم بھی کرلین تب بھی کچھ فائدہ شہید ثالث کی تقریر کا نظر نہین آتا اس لیے کہ
جو علامہ کاشانی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی کہ (آنحضرت فرمود بدوزخ نرود یک کس ازان مؤمنان کہ در زیر شجرہ
بیعت کردند) اِسکا کیا جواب ہی بغیر اِسکے کہ یہ کہا جاے کہ حضرت نے تقیہ سے کہدیا ہوگا +
اِس مقام پر یہ امر بھی لائق لکھنے کے ہی کہ اگر کوئی شبہہ کرے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ اس بیعت مین
شریک تھے اس لیے وہ بیعت الرضوان سے خارج ہین اُسکا جواب یہ ہی کہ پیغمبر خدا کو حضرت عثمان رض سے ایسی
محبت تھی کہ باوجود نہ موجود ہونے اُنکے وقت بیعت کے اُنکو شریک کرلیا اور کیسا شریک کیا کہ
جنسے اُنکو اپنا ہاتھ بنادیا چنانچہ اِس مقام پر جو کچھ مولانا و بالفضل اولانا مولوی علی بخش خان
صاحب نے اپنے ایک رسالے مین لکھا ہی اُسی کو ہم بجنسہ نقل کرتے ہین و ہو ہذہ +
(اور واسطے حصول شرف بیعت الرضوان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے عثمان غنی رض کیطرف سے
بھی اپنے دونون ہاتھ سے وہ معاملہ فرمایا کہ دست حق پرست اپنے کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا روضہ کلینی مین حدیث
وارد ہی کہ بیعت لی پیغمبر خدا نے مسلمانون سے اور ایک ہاتھ کو اپنے دوسرے پر مارا واسطے
عثمان کے کہ وہ لشکر مین مشرکون کے تھے) اِس حدیث سے علاوہ قطعیت مغفرت و رضوان

ط
فلما انطلق عثمان لقی
ابان بن سعید فتأخر عن السرج
فحمله عثمان بین یدیه ودخل
عثمان فاعلمهم وکانت
المناوشة فجلس سهیل
بن عمرو عند رسول الله
صلی الله علیه وسلم وجلس
عثمان فی عسکر المشرکین
وبایع رسول الله المسلمین
وضرب صلعم باحدی یدیه
علی الاخری لعثمان وقال
المسلمون طوبی لعثمان
قد طاف بالبیت وسعی
بین الصفا والمروة واحل
فقال رسول الله صلعم ما کان
لیفعل فلما جاء عثمان قال له
رسول الله اطفت بالبیت
فقال ما کنت لاطوف
بالبیت ورسول الله صلعم
لم یطف به ثم ذکر القصة
وما کان فیها الحدیث ۱۲

الٰہی کے ایک لطیفہ عمدہ ہاتھہ آیا کہ دست نبی دست عثمان قرار پایا اور دست نبی وہ ہی کہ مجازاً دست خدا ہی یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ اَب دیکھیے عثمانؓ غنی کو (ید اللہ یا ید النبی) کا خطاب منصف مزاج عنایت کرتے ہین یا اُس لقب کو پھر بھی مخصوص واسطے علی مرتضی کے کہے جاتے ہین انتہی بلفظہ (وللہ درہ وعلی اللہ اجرہ) اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے یارونکی یاری پر نہایت بھروسا تھا اور اُنکے استقلال پر یقین کامل تھا اس لیے کہ جب لوگون نے کہا کہ خوشا حال عثمانؓ کا کہ اُنکو خانہ کعبہ کا طواف نصیب ہوا تو حضرت نے فرمایا یہ ممکن نہین ہی کہ عثمان بغیر ہمارے طواف کرے آخر ویسا ہی ہوا کہ بغیر حضرت کے حضرت عثمان نے طواف نہ کیا چنانچہ اسی حدیث کے مضمون کو حملہ حیدری کے مؤلف نے بھی نظم کیا ہی کما قال + نظم

طلب کرد پس اشرف انبیا	ز اصحاب عثمان صاحب حیا
باو ہم ہمان گفت خیر البشر	کہ زان پیشتر گفتہ بد با عمر
بہ بوسید عثمان زمین و زمان	بمقصد روان شد چو تیر از کمان
چو او رفت اصحاب روز دگر	بگفتند چندین بہ خیر البشر
خوشا حال عثمان با احترام	کہ شد قسمتش حج بیت الحرام
رسول خدا چون شنید این سخن	بپاسخ چنین گفت با انجمن
بہ عثمان نداریم ما این گمان	کہ تنہا کند طوف آن آستان

اور بعد اسکے یہی مؤلف لکھتا ہی کہ جب حضرت عثمانؓ مکے مین پونہچے اور ابو سفیان سے کہا کہ پیغمبر خدا طواف کے لیے آنا چاہتے ہین اُسنے کہا کہ یہ ممکن نہین ہی مگر تمہارا دل چاہے تو طواف کر لو تب حضرت عثمانؓ نے انکار کیا اور اسپر ابو سفیان نے اُنکو قید کر لیا کما قال + نظم

بجوشید انگہ بدل مہر خون	بہ عثمان چنین گفت آن سرنگون
کہ گر میل داری تو طوفِ حرم	بکن بالغت نیست کس زین حشم
ولیکن محالست این بی گزاف	کہ آید محمد ؐ برای طواف
چو بشنید عثمان ازو این سخن	چنین داد پاسخ بآن اہرمن
کہ طوفِ حرم بی رسول خدا	نباشد برِ پیر دانش روا
ازین گفتہ سفیان بر آشفت بیش	بگرداند از سوی او روی خویش
بہ فرمود پس باد گر مشرکان	کہ عثمانؓ و این دہ کس از پیروان
نیابند رفتن بہ نزد رسول	اگر شاد باشند زین گر ملول

چو عثمانؓ ازو این حکایت شنید — علاجی بجز صبر کردن ندید
مقید نمودندش اعدای دین — بیان نجاتش کنم بعد ازین

غرض کہ ہم حضرات شیعہ سے التماس کرتے ہین کہ وہ ذرا انصاف فرماوین کہ اُنکے مفسرین اور محدثین اور مورخین صحابہ کی نسبت کیا لکھتے ہین اور اُنکے استقلال اور صبر اور ایمان اور اسلام کو کیسا تسلیم کرتے ہین اور پھر با این ہمہ اُنسے عداوت رکھتے ہین اور ایسے لوگونکو جنکے ایمان اور اسلام پر پیغمبر صاحب کو اطمینان ہووے اور جنکی لغزش کرنے کا شبہہ تک حضرت کے دل پر نہ گذرے اور جو باوجود مصیبتون اور محنتون کے سر مو اطاعت نبوی سے باہر نہون اور جنکے استقلال اور صبر کی خدا تعریفین کرے منافق اور مرتد کہتے ہین (ونعوذ باللہ من ذلک) ہماری سمجھہ مین نہین آتا کہ حضرات شیعہ کسطرح ایسے سچے مسلمانون اور پکے ایمان والون کو منافق کہتے ہین اور کیونکر ایسی صریح آیات اور سچی روایات سے انکار کرتے ہین اس لیے کہ جب کوئی شخص ان آیتون اور حدیثون اور روایتون کو دیکھے تو بھلا ممکن ہی کہ وہ صحابۂ کرام کے فضائل مین شبہہ کر سکے یا اُنکی نسبت نفاق اور ارتداد کا خطرہ بھی اُسکے دل مین گذر سکے غور کرنے کا مقام ہی کہ خدا نے اُنکے حالات بیان کرنے مین فقط کنائے اور اشارے پر قناعت نفرمائی بلکہ صاف صاف تصریح کردی اور ٹھیک ٹھیک پتہ اور نشان اُنکا بتلادیا اور ایسی صریح آیتون کو نازل کرکے منکرین کے شبہات کو دور کردیا اگر پیغمبر صاحب کے اوپر ایمان لانیوالونکی فقط خدا تعریف اجمالی کرتا تو منکرین کو تاویل اور شبہے کا موقع تھا مگر جب صاف کہدیا کہ مین اُن مسلمانون سے راضی ہون جنھون نے پیغمبر صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی اور جگہ بھی بیعت کرنے کی بتلادی کہ درخت کے نیچے اور یہ بھی کہدیا کہ یہ لوگ پیغمبر کے ہاتھ پر بیعت نہین کرتے ہین بلکہ میرے ہاتھ پر تو اب کون شخص ہی کہ ایسی بیعت کرنیوالون کے ایمان اور اخلاص پر شبہہ کر سکے ہان یہ شبہہ ہو سکتا تھا کہ شاید بیعت کرنیوالے وہی معدودی چند ہون جو موافق اعتقاد شیعون کے مرتد نہین ہوے لیکن جب کہ علماے شیعہ نے اس امر کو تسلیم کرلیا کہ صحابۂ کبار چودہ سو اس بیعت مین شریک تھے اور یہ بھی قبول فرمالیا کہ انھین کی شان مین اس آیت کو خدا نے نازل کیا اور اسکا بھی اقرار کیا کہ سواے ایک منافق کے اور کسی نے بیعت کو نہین توڑا تو ہمکو نہایت ہی تعجب آتا ہی کہ کیونکر ایسی بیعت کرنیوالون کے حق مین ایسا فاسد اعتقاد رکھتے ہین لیکن یہ خیال کرکے کہ حضرات کو نہ خدا کے کلام پر یقین ہی نہ پیغمبر صاحب کی حدیثون پر نہ امامون کے قول پر تو کچھہ تعجب نہین ہوتا اگر انمین سے کسی پر عمل ہوتا تو کبھی ایسا عقیدہ نہ رکھتے ائے بھائیو تمھارے حق مین ہم خدا سے دعا کرتے ہین کہ اللہ جلشانہ تمکو ایک ذرہ بھر ایمان عطا کردے تاکہ تم لوگ اپنے عقیدونکی برائیون پر خود ہی اقرار کرنے لگو اور جو ہم تمکو سمجھاتے ہین وہ تم خود ہی سمجھنے لگو ائے یارو ذرا ایسے عقیدون پر غور کرو اور سوچو کہ انمین کچھہ بھی اثر ایمان اور اسلام کا ہی اگر ہی تو دکھاؤ + شعر

	نالۂ حسرت بنیت کو آہ آتشینت کو		لاف عشقبازی حب عشق انشانہیات

پانچوین آیت

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ شان نزول

اِس آیت کا یہ ہی کہ جب لڑائی بدر کی فتح ہوئی اور مشرکین قید مین آئے تب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ اِن قیدیون کو کیا کرنا چاہیے حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہیے حضرت عمرؓ نے کہا کہ انکی گردنین مار دینا چاہیے بلکہ جو جسکا رشتہ دار ہو وہی اپنے ہاتھ سے اُسکو قتل کرے اور خدا کی محبت کے سامنے دوسری محبت کا خیال نکرے لیکن حضرت نے موافق مشورے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور اور صحابہ کی فدیہ لیکر چھوڑ دیا اُسپر یہ آیت نازل ہوئی اور اِس روایت کو علما اور مفسرین امامیہ بھی تصدیق کرتے ہین چنانچہ تفسیر خلاصۃ المنہج کاشانی مین لکھا ہی کہ بدر کی لڑائی مین ستر آدمی قید ہوے منجملہ اُنکے عباس اور عقیل بھی تھے حضرت نے اُنکے باب مین اپنے یارون سے مشورہ کیا ابوبکر نے کہ وہ بھی مہاجرین مین سے تھے کہا کہ یارسول اللہ یہ سب چھوٹے بڑے آپ کی قوم اور قبیلے کے ہین اگر ہر ایک بقدر طاقت اور استطاعت اپنی کے کچھ فدیہ دے تو امید ہی کہ ایکدن دولت اسلام پر پہونچین اور مجمع البیان طبرسی مین لکھا ہی کہ پیغمبر خدا نے بدر کے دن قیدیون کے باب مین اپنے یارون سے کہا کہ اگر تم چاہو اِنکو مار ڈالو اور چاہو جانے دو تب حضرت عمر نے کہا کہ یارسول اللہ اِنھون نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو نکالا اِس لیے اِنکی گردنین مارنا چاہیے عقیل کو علی کے سپرد فرمایئے کہ وہ اُنکو مارین اور فلان شخص میرے سپرد کیجیے کہ مین اُسکو قتل کرون اور یہ سب سرداران کفار سے ہین اور حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ یارسول اللہ یہ آپ کی قوم اور رشتے کے لوگ ہین فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہیے چنانچہ اُسی طرح پر حضرت نے کیا تب یہ آیت نازل ہوئی اور پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا آسمان سے تو سوائے عمر اور سعد بن معاذ کے کوئی نجات نہ پاتا اِن روایتون سے باقرار علمائے امامیہ چند فائدے حاصل ہوے ❊

اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کا مہاجرین اور اہل بدر مین سے ہونا دوسرے پیغمبر خدا کا اُنسے مشورہ کرنا تیسرے حضرت عمرؓ کا کافرون پر سخت ہونا اور خدا کی راہ مین قرابت اور برادری کا کچھ خیال نکرنا اور جو کچھ اِن فائدون سے فائدے حاصل ہوتے ہین اُنکو ہم بیان کرتے ہین کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کا مہاجرین مین سے ہونا ثابت ہوا تو جو فضیلتین اللہ جلشانہ نے مہاجرین کی بیان کی ہین اور جنکو اوپر ہم نقل کر چکے ہین وہ سب اُنکے حق مین ثابت ہوئین ❊

دوسرے جو بعض علمائے امامیہ نے انکار کیا ہی کہ اصحاب ثلثہ مہاجرین مین سے نہ تھے وہ قول باطل ہوا

ل روز بدر هفتاد تن از کفار اسیر شدند و از جملۂ ایشان عباس و عقیل بودند حضرت در باب ایشان با اصحاب مشاوره کرد ابوبکر که از مهاجرین بود گفت یا رسول الله اکابر و اصاغر ایشان از قوم و خویشان تواند اگر هر یک بقدر طاقت و استطاعت فدای بدهند امید است که ایشان روزی بدولت اسلام مشرف شوند ع فقال رسول الله وما یدریک لعل الله اطلع علی اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم ... النضر ورة ۱۲ +

چنانچہ تقلیب المکائد کے مؤلف نے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ کے تحفہ کے باب مکاید شیعیان کے
کید نود و یکم کے جواب مین صاف لکھا ہی کہ (اصحاب ثلثہ از مہاجرین اولین نبودند) تیسرے امامیہ کا یہ گمان کہ معاذ اللہ
حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر رض ابتداہی سے منافق تھے اور کبھی دل سے ایمان نہ لائے تھے اور اُنکی نیت نیک نہ تھی
فاسد ٹھہرا جیسا کہ جناب میر نصاحب قبلہ حدیقہ سلطانیہ کے باب سوم مین لکھتے ہین کہ (سیرت شیخین دلالت بر خبث
سریرت آنہا دارد کہ در وقت کتمان از حضرت نبوی درخواست اظہار دعوت نمودہ و در فکر اضرار آن حضرت بر می آمدند
و در وقت اعلان از نصرت دست می کشیدند فاعتبروا یا اولی الابصار) انتہی بلفظہ
اگر میر نصاحب قبلہ زندہ ہوتے تو مین پوچھتا کہ حضرت اگر شیخین کی نیت نیک نہوتی اور وہ وقت اعلان کے نصرت سے
ہاتھہ کھینچتے ہوتے تو بدر کی لڑائی مین کیون شریک ہوتے اور کیون خدا اُنکے ہاتھہ پر فتح دیتا اور کیون پیغمبر خدا
اُنسے مشورہ کرتے اور کیون آپکے جد امجد کاشانی اور طبرسی مہاجرین اور اہل شوریٰ مین ہونا اُنکا قبول کرتے اے
مسلمانو شیعون کے ایمان اور عقل اور حیا پر غور کرو کہ وہ شیخین کی نسبت جو کہ تمام جان سے اپنی عاشق پیغمبر کے تھے اور تمام مال
اپنا حضرت پر فدا کر چکے تھے اور جو شب و روز اظہار دعوت کے لیے اصرار کیا کرتے تھے یہ گمان کرتے ہین کہ اُنکی
نیت اس اصرار سے یہ تھی کہ پیغمبر خدا اظہار دعوت کرین اور لوگ اُنکو ستاوین اور ہلاک کر ڈالین افسوس ایسے
عقیدے پر خیر بہر حال میر نصاحب قبلہ جو چاہین فرماوین اور اُنکے پدر بزرگوار جو دل مین آوے ارشاد کرین لیکن
اس امر کو کہ شیخین مہاجرین اور اصحاب بدریین سے تھے جھٹلا نہین سکتے اور ہمارا مطلب اتنی ہی بات سے حاصل ہوا
جاتا ہی اس لیے کہ جب وہ مہاجرین مین سے تھے تو اُن فضیلتون کے مستحق ہین جو خدا نے جابجا قرآن مجید مین ہجرت
کرنیوالونکی بیان کی ہین اور جب کہ وہ اہل بدر سے تھے تو وہ اُس مغفرت کے وعدے مین شریک ہین جو اللہ جلشانہ
نے اہل بدر سے کیا ہی کہ مین نے اُنکو مرفوع القلم کر دیا ہی چنانچہ اس امر کو علماے امامیہ بھی قبول کرتے ہین علامہ کاشانی
خلاصۃ المنہج مین تفسیر کریمۂ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى کی باین الفاظ کرتے ہین کہ (اگر نہ حکمی فرمانی می بود
از خدا یتعالی کہ پیشی گرفتہ شدہ اثبات آن در لوح محفوظ کہ بے نہی صریح عقوبت نہ فرماید یا اصحاب بدر را عذاب
نکنند) اور اسی طرح پر تفسیر مجمع البیان طبرسی مین لکھا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لعل اللہ
اطلع علی اہل بدر فغفر لہم فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم) کہ خدا نے اہل بدر کی شان مین فرما دیا ہی کہ جو چاہو
سو کرو مین تمکو بخش چکا ہون اور تفسیر خلاصۃ المنہج مین لکھا ہی کہ (خدای تعالی بدریان را وعدۂ مغفرت دادہ
وایشان را بخطاب مستطاب اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم نوازش فرمودہ) پس جب پیغمبر خدا کی زبان مبارک
سے تمام اہل بدر کا قطعی جنتی ہونا اور خدا کا اُنکی نسبت اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ کہنا ثابت ہوا تو پھر اب
صحابہ کبار علی الخصوص اصحاب ثلثہ کے قطعی جنتی ہونے مین کون سا شبہہ رہا ہی یارو ہم اب تک نہین سمجھے کہ

حضرات شیعہ کے مذہب کا مدار کس پر ہی اگر خدا کے کلام پر ہی تو وہ صحابہ کی فضیلتون سے بھرا ہوا ہی اگر پیغمبر خدا کی حدیثون پر ہی تو اُن مین بھی اُنھین کے صفات کا تذکرہ ہی اگر ائمہ کرام علیہم السلام کی روایتون پر ہی تو اُنمین بھی اُنکی خوبیون کا بیان ہی اگر اپنی ہی تفسیرون اور کتابون پر ہی تو اُنسے بھی اُنکے فضائل کا ثبوت ہوتا ہی بس اب اور کیسی سند حضرات چاہتے ہین جو صحابہ کے فضائل پر ہم پیش کرین اور کیسی دلیل چاہتے ہین جو اُنکی بزرگیون کے ثبوت مین بیان کرین اصل یہ ہی کہ اگر ایمان اور انصاف ہو تو خدا کے کلام اور رسول کی احادیث اور ائمہ کے اقوال کو مانین جب ایمان اور انصاف ہی نہین ہی اور پیروی عبد اللہ بن سبا کی کرنی منظور ہی تو پھر کیونکر اپنے پیر و مرشد کے سکھائے ہوے عقیدونکو چھوڑین افسوس ہزار افسوس کہ بارہ سو برس گذر گئے اور اُس ملعون یہودی کی ہڈیان خاکستر تک ہوگئین مگر جو کچھ وہ اپنے شیعون کو سکھلا گیا اُسکو وہ نہین بھولتے اور جس راہ پر وہ اپنے یارونکو چلا گیا اُس سے نہین ہٹتے ہزار ہزار کوئی سمجھاوے لاکھ آیتین اور حدیثین دکھلاوے مگر اپنے پیر و مرشد کے قول کے روبرو ایک پر بھی نظر نہین کرتے کلام اللہ کی تاویل کردین حدیثون کو بنا ڈالین اماموں کے قولونکو رد کردین مگر اپنے جد امجد کی بات کو نہین بھولتے جس عقیدے کو خیال کیجیے اُسمین اُسی ملعون کی تعلیم کا اب تک اثر ہی جس مسئلے پر غور کیجیے اب تک اُسی کمبخت کے قول پر عمل ہی ولنعم ما قیل شعر

بہ لب زدرد دل آہی کہ داشتم دارم
نشستنی بسر راہی کہ داشتم دارم

چھٹی آیت

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ اِس آیت کے معنی یہ ہین کہ جو لوگ ایمان لائے اور جنھون نے ہجرت کی اور خدا کی راہ مین جہاد کیا اور جن لوگون نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہین اُنکے لیے مغفرت اور رزق باکرامت ہی + اِس آیت پر ایمان لانیوالے مہاجرین اور انصار کے ایمان اور اسلام پر کچھ شبہہ نہین کر سکتے اور اُنکی مغفرت اور جنتی ہونے مین کچھ شک نہین لا سکتے اِس لیے کہ جب اللہ جلشانہ خود تصدیق فرماتا ہی کہ جن لوگون نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار کو چھوڑا اور جنھون نے پیغمبر صاحب کو اور ہجرت کرنیوالونکو اپنے گھرون مین جگہ دی اور اُنکی مدد کی وہ سچے مسلمان اور پکے ایمان لانیوالے ہین اور مغفرت اور رزق کریم اُنکے حصے مین ہی پس خدا کی ایسی شہادت کو سنکر کون سا شخص ہوگا کہ مہاجرین اور انصار کے ایمان مین شبہہ کرے اور اُنکی مغفرت مین کلام کرے شیعیان عبد اللہ بن سبا کو ذرا سوچنا چاہیے کہ جب اللہ جلشانہ مہاجرین

والانصار کے ایمان کی تصدیق کرتا ہی اور اُنکے حق مین شہادت اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کی دیتا ہی اور اُنکی
شان مین لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ فرماتا ہی پھر کیونکر اُنکے دل مین ایسے پاک لوگون کی طرف سے شبہہ ہوتا ہی اور
کسطرح اُنکی زبان سے ایسے شخصونکی نسبت کفر ونفاق کا کلمہ نکلتا ہی کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ اگر کسی کو شک ہو
کہ یہ آیت اُن مہاجرین اور انصار کی شان مین نہین ہی جنکی نسبت حضرات شیعہ نیک اعتقاد نہین رکھتے اِس لیے ہم تفسیر
مجمع البیان سے جو معتبر تفاسیر امامیہ سے ہی تفسیر اِس آیت کی لکھتے ہین جسکو شک ہو وہ صفحہ ۵۷ تفسیر مذکور مطبوعہ طہران
۱۲۶۸ ہجری کو دیکھ لے مفسّر موصوف لکھتا ہی کہ خدا نے پھر اِن آیتون مین مہاجرین اور انصار کا ذکر کیا اور اُنکی
ثنا اور صفت بیان کی پس خدا کے اِس قول کا کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یہ مطلب ہی کہ تصدیق
کی اُنھون نے خدا کی اور اُسکے رسول کی اور ہجرت کی اپنے گھرون اور وطن سے یعنی مکے سے مدینے کو اور جہاد کیا
اُنھون نے خدا کے دین کی ترقی کے لیے اور وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا کے یہ معنی ہین کہ جگہہ دی مہاجرین کو
اپنے گھرون مین اور مدد کی پیغمبر کی اور اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کا یہ مطلب ہی کہ وہی لوگ سچے مسلمان
ہین اِس لیے کہ اُنھون نے اپنے ایمان کو ہجرت کرکے اور مدد دیکر ثابت کردیا +
اِس تفسیر کو دیکھکر اگر حضرات شیعہ مہاجرین اور انصار کی فضیلت کا اقرار نکرین تو سوائے تعصب اور ضلالت کے
کیا تصور کیا جاے کاش اگر حضرات شیعہ بمقابلے ایسی صریح آیتون اور ایسی صاف بشارتون کے ایک دو آیت بھی
قرآن سے نکال کر ہمکو دکھلاتے اور جسطرح پر ہمنے اُنکے فضائل اور درجات کو کلام اللہ سے ثابت کیا وہ قرآن ہی
کی سند سے اُنکی ایک بھی بُرائی کا ثبوت پہونچاتے تو ہم اُنکو کسی قدر معذور بھی جانتے لیکن افسوس تو ہمکو یہی بات کا ہی
کہ ہمتو مہاجرین اور انصار کے فضائل مین قرآن کی آیتون کو پیش کرتے ہین رسول کی احادیث کو بیان کرتے
ہین امامونکے قولون کو اُنھین کی کتابون سے نکال کر دکھلاتے ہین اور وہ اِن سب کو چھوڑ کر چند مفتری کذابون
کی جھوٹھی باتون کو پیش کرتے ہین اور اُن لوگون کے قولون پر عمل کرتے ہین جنکو امامونے نکال دیا اور جن کو
اپنی زبان سے لعنت کی اور جنکو جھوٹھا اور فریبی خطاب دیا جسکا ثبوت ہم آیندہ کرینگے انشاء اللہ تعالی
پس انصاف کرنیوالے انصاف کرسکتے ہین کہ خدا کے کلام پر ہم ایمان رکھتے ہین یا حضرات شیعہ
اور قرآن کی آیات کی ہم تصدیق کرتے ہین یا شیعیان عبد اللہ بن سبا +
اَی یارو اگر فرض کیا جاے کہ جو ہمارا اعتقاد بہ نسبت صحابہ کے ہی وہ معاذ اللہ باطل ہووے اور جو عقیدہ
شیعون کا بہ نسبت اُنکے ہی وہی صحیح ہووے اور قیامت کے دن اللہ جلشانہ عدالت کی کرسی پر بیٹھکر ہمارے
اعتقاد باطل پر ہمسے جواب چاہے تو ہم اُسی کی کتاب کو اُسکے سامنے کردینگے اور نہایت ادب سے عرض
کرینگے کہ اَے العالمین تو عادل ہی اور موافق مذہب شیعون کے تیرا عدل اصول ایمان مین سے ہی تو اب تو ہی انصاف کر

له ثم عاد سبحانه الى ذكر المهاجرين والانصار ومدحهم والثناء عليهم فقال والذين آمنوا وهاجروا وجاهدوا في سبيل الله صدقوا الله ورسوله وهاجروا من ديارهم واوطانهم يعني من مكة الى المدينة وجاهدوا مع ذلك في اعلاء الدين والذين آووا ونصروا اي ضموهم الى انفسهم ونصروا النبي اولئك هم المؤمنون حقا اي اولئك الذين حققوا ايمانهم بالهجرة والنصرة ۱۲ مجمع البيان

کہ یہ کتاب تیری ہی جسکو تو نے ہماری ہدایت کیواسطے اپنے پیغمبرؐ کی معرفت نازل کیا اور اسکا نام کتاب مبین رکھا
اور اسکی عبارت اور مضمون مین اغلاق اور تصنع کو دخل ندیا ہر چیز کو صاف صاف بیان کر دیا اور خود اسکا حافظ رہکر
اسکو تحریف سے محفوظ رکھا پس خداوندا ہمنے تیری ہی کتاب کو اپنی آنکھون کے سامنے رکھہ لیا اور جو کچھہ اس مین تو نے
کہدیا اور فرما دیا اسی پر ہمنے یقین کیا مہاجرین اور انصار کی اس قدر برگیان اور فضیلتین تو نے بیان کین کہ ہم
انکی نسبت نیک اعتقاد رکھنے پر مجبور ہو گئے اور تیری ہی شہادت سے انکے ایمان اور اسلام پر بلکہ انکے
فضائل اور درجات پر معتقد ہو گئے کہین تو نے انکے حق مین فرمایا اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ ہَاجَرُوْا وَجَاہَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
بِاَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفَائِزُوْنَ کسی مقام پر تو نے انکی نسبت ارشاد کیا
وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَہَاجَرُوْا وَجَاہَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کسی جگہ انکی
شان مین تو نے فرمایا لَہُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ کسی مقام پر انکی صفت مین تو نے کہا لَیَرْزُقَنَّہُمُ اللّٰہُ
رِزْقًا حَسَنًا غرض کہ خدایا جب ہمنے تیری کتاب کو کھولا تو کوئی ورق اور کوئی صفحہ اسکا مہاجرین اور انصار
کے ذکر سے خالی نہ پایا کسی آیت سے انکی برائی کا ثبوت کیسا انکی فضیلت پر شبہہ تک نہوا جب تیری
کتاب سے انکی نسبت شہادت چاہی تو یہی معلوم ہوا کہ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ جب قرآن سے انکے
واسطے فال کھولے تو یہی نکلا کہ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفَائِزُوْنَ پس جب تو نے باین بے نیازی انکی صفات
اور فضائل سے اپنی کتاب کو بھر دیا اور انکی شان مین بار بار لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ فرمایا اور ہمکو انکے
اقتدا اور پیروی کی تاکید کی اور انسے محبت رکھنے کی تحریص اور عداوت اور کینہ رکھنے پر تہدید فرمائی تو ہم اگر
انسے محبت نہ رکھتے اور انکو اچھا نہ جانتے اور انکی اقتدا نہ کرتے کیا کرتے الہ العالمین تو نے ہمکو ان لوگو مین
تو پیدا نہین کیا تھا جنکی نسبت تو نے فرمایا ہی اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا
اس گروہ مین تو نے ہمکو شامل ہی نہ کیا تھا جسکی صفت مین تو نے ارشاد کیا ہی وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ
وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِہِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ہَاجَرَ اِلَیْہِمْ ہمکو تو ان سب کے پیچھے مخلوق کیا اور ہم لوگونکی نسبت پہلے ہی سے
تو نے یہ لکھدیا کہ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِہِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ
فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تو کیونکر ہم ان پیشواؤن سے محبت نہ رکھتے اور کس طرح انسے کینہ اور عداوت
رکھتے یہ کتاب تیری موجود ہی جسکی نسبت تو نے فرما دیا تھا کہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ اور
اسی وعدے پر ہم اسکو برابر غیر محرف سمجھتے رہے اور اسپر ایمان رکھتے آئے اگر یہ آیتین جو مہاجرین اور
انصار کی نسبت ہمنے بیان کین تیری کتاب مین موجود ہین تو پھر خدایا ہمارا کیا قصور اور کیا گناہ ہی جنکو
تو نے اچھا کہا ہمنے اچھا جانا جنکی تو نے تعریفین کین انسے ہمنے محبت رکھی ہان اگر ان لفظون کے تو نے

اور کچھہ معنی رکھے ہون اور اس عبارت کا مطلب اور کچھہ ہو تو ہم نہین جانتے موافق تیرے ارشاد کے تیری کتاب کو کھلی اور روشن کتاب سمجھتے تھے اور اُسکو معما اور پہیلیون کا مجموعہ نہ جانتے تھے غرض کہ ہم نہین جانتے کہ جب ہم یہ جواب دینگے تو خداوند عادل کس جرم مین ہمکو سزا دیگا اور کس طرح ہمکو اپنی کتاب کا تصدیق کرنیوالا نہ سمجھے گا ہمکو تو یقین ہی کہ ضرور ایسے عقیدے سے خدا ہماری نجات کریگا اور ہمکو اُنکے مغفرت اور رزق کریم مین سے حصہ عطا کریگا +

اجی یار یہ ہمارا جواب تو سن لیا اب کچھہ اپنی جوابدہی کی فکر کرو کہ اگر تمہارا عقیدہ جو بہ نسبت صحابہ کے ہی باطل ٹھہرا اور قیامت کے دن خدا نے تمسے مواخذہ کیا تو تم کیا جواب دوگے ہمارے نزدیک تو سوائے اسکے دوسرا جواب نہین ہوسکتا کہ خداوندا ہمنے تیری کتاب کو اس لیے پس پشت ڈال دیا تھا کہ اسمین اصحاب رسول نے تحریف کردی تھی اور اُسکو کم وبیش کردیا تھا جیسا تو نے نازل کیا تھا ویسا نہ رکھا تھا اور اصلی مصحف امام صاحب کے پاس تھا وہان ہمارا گذر بھی نہوسکتا تھا کچھہ نشان اور پتہ بھی امام صاحب کا نہ ملتا تھا پس ہم کیونکر مصحف عثمانی پر عمل کرتے اور کیونکر محرف قرآن کی تصدیق کرتے ہم تو اسکو کبھی دیکھتے بھی نہ تھے حفظ یاد کرنیکا کیا ذکر ہی کبھی اُسکو پڑھتے بھی نہ تھے بلکہ ہمیشہ امام صاحب کے خروج کی دعا کیا کرتے تھے اور اُنکے ساتھہ جو اصلی قرآن تھا اُسکے دیکھنے پر جان دیتے تھے مگر خداوندا ہمارا کیا قصور ہی اس لیے کہ تو نے اُنکو ایسا چھپایا کہ کہین اُنکا سایہ بھی نہ دکھلائی دیا ہزارون عرضیان بھیجین ایک کا بھی امام نے جواب نہ دیا صدہا درخواستین خضر والیاس کے ذریعے سے براہ دریا ارسال کین کسی پر کچھہ حکم نہ آیا بڑے بڑے مجتہدون سے پوچھا اُنھون نے یہی فرمایا کہ ابھی انتظار مین رہو اور خروج اور ظہور کی دعا کیا کرو ہنوز وقت نہین آیا لیکن ہمنے بہت انتظار کیا مگر ہمارے جیتے جی ظہور کس کا خروج کیسا کچھہ خبر تک امام کی نہ آئی شعر

شام تک تو آمد جانان کا کھینچا انتظار
وہ نہ آیا وعدہ اپنا یہان برابر ہوگیا

ہند سے امام کی غیبت سرا تک ہمنے ہجرت کی لیکن دیکھنا کسکا ملنا کیسا صورت تو امام کی نظر ہی نہ پڑی بس بغیر امام کے ہم کیا کرتے اور کیونکر راہ حق پر چلتے ہان امام کے دیکھنے والون نے جو کچھہ ہمسے کہدیا اُسپر ہم ایمان لے آئے اور اُسی کو حق جانتے رہے اور کبھی اُس سے نہین پھرے پس اگر خدا یہ جواب سنکر فرماوے کہ ای کمبختو جب کہ مین اپنے کلام کا حافظ تھا اور خود کہہ چکا تھا کہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ تو کسکی مجال تھی کہ وہ تحریف کرتا اور کون تھا کہ اُسکو بدل دیتا کسنے تمسے کہا کہ میری کتاب مین تحریف ہوئی تھی تب تم شاید یہی جواب دوگے کہ ہمنے زرارہ سے سنا تھا ہمسے شیطان الطاق نے کہدیا تھا تب اُسوقت اگر خدا یہ فرماوے کہ ای بدبختو مین سچا تھا یا زرارہ میرا رسول صادق تھا یا شیطان الطاق تو معلوم نہین کہ کیا جواب دوگے ہمارے نزدیک تو سوائے اقرار جرم کے اور کچھہ جواب دے سکوگے اور اُسوقت سوائے اِسکے کہ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ اور کچھہ حکم نہوگا +

ساتوین آیت

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ
بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ
عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ
اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ
اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

جو آیتین ابتک ہمنے لکھین اُنسے عام مہاجرین اور انصار کی فضیلتین ثابت ہوئین اب ہم اس آیت کو لکھکر خاص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی فضیلت ثابت کرتے ہین جاننا چاہیے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف اور حنین سے مراجعت فرمائی اور تھوڑے دن مدینے مین قیام فرماکر قصد جہاد روم کا کیا تو بعض لوگون پر نہایت گران گذرا اس لیے کہ گرمی کے دن تھے سفر دور دراز تھا خرمون کے پکنے کی فصل تھی اور روم کا خوف بھی غالب تھا تب اللہ جلشانہ نے واسطے ترغیب جہاد کے ان آیتون کو نازل کیا اور کئی طرح سے لوگون کو سمجھایا چنانچہ اول آیت مین فرماتا ہی کہ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ کہ اے مؤمنین تمھین کیا ہو گیا ہی کہ جب تمسے جہاد کے لیے کہا جاوے تب تم اپنے گھرون سے نکلنا نہین چاہتے کیا تم دنیا کی زندگی کو بمقابلے آخرت کے اچھا سمجھکر اُسپر راضی ہو حالانکہ دنیا کا فائدہ آخرت مین بہت ہی تھوڑا ہی اس آیت مین اللہ جلشانہ نے دنیا کی حقارت بیان کرکے جہاد پر ترغیب دی بعدہ دوسری آیت اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ مین فرمایا کہ اگر تم سستی کروگے اور جہاد پر مستعد نہوگے تو خدا تمکو دنیا و آخرت مین عذاب دیگا اور تمھارے بدلے اور غیر قوم کو پیدا کرے گا اور تمھاری مدد نہ کرنے سے خدا یا اُسکے رسول کا کچھہ نقصان نہین ہی اس لیے کہ خدا کو کچھہ پروا نہین ہی اور رسول کا وہ خود حافظ ہی چنانچہ اپنی بے نیازی اور اپنے رسول کی بے پروائی کو ان لفظون سے بیان کیا کہ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اگر تم لوگ پیغمبر کی مدد نہ کروگے تو اُسکو تمھاری مدد کی حاجت نہین ہی اس لیے کہ خدا اُسکا مددگار ہی اور اپنی مددگاری کو اللہ جلشانہ اس طرح ثابت کرتا ہی کہ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ کہ جب کفار نے پیغمبر کو مکے سے نکالا اُسوقت کسنے اُسکی مدد کی اور اُسوقت کونسا لشکر اور گروہ اُسکا مددگار ہوا اور سوا ایک یار کے دوسرا کون اُسکے ساتھہ غار مین گیا اور جب کفار در غار پر آپونہچے اور درمیان پیغمبر کے اور اُنکے کچھہ فاصلہ نرہا اُسوقت اُسکا یار غار بھی گھبرا گیا اور یہ خیال کرکے کہ ایسا نہو کہ کفار غار مین چھپے ہونے سے آگاہ ہو جاوین اور مبادا پیغمبر پر کچھہ صدمہ پونہچاوین وہ غم کرنے لگا اُس اضطراب اور اضطرار کے حال مین بھی کہ بڑے بڑے شجاع اور

جوانمرد گھبرا جاتے ہین میرے پیغمبر کو کچھ اضطراب نہوا اور اپنے یار کو لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہکر مطمئن کیا
اور مینے اپنے پیغمبر کے کہنے سے اُس یار پر تسلی نازل کی کہ اُسکا خوف اور اضطراب جو پیغمبر پر صدمہ پہونچنے
کے خیال سے تھا جاتا رہا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ اور بعد گذرجانے اُس مصیبت کے وقت کے جب بدر کی
لڑائی ہوئی تب مینے ایسے لشکر سے مدد کی کہ جسکو تم دیکھہ نہین سکتے تھے وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْہَا آخر کار کفار کی
بات کو پست کرکے اپنی بات کو بلند کیا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ہِیَ الْعُلْیَا +
تمام مفسرین کیا شیعہ اور کیا سنی اسپر متفق ہین کہ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مین جس زمانے کا ذکر ہی اس سے
ہجرت کا وقت مراد ہی اور اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ مین جو لفظ صاحب کا مذکور ہی اُس سے حضرت ابوبکر صدیق رض
مراد ہین اور اسکے بھی سب قائل ہین کہ ہجرت کا وقت بڑا نازک اور نہایت مصیبت اور تنہائی اور رنج کا تھا
جو اُسوقت صدق دل سے شریک ہوا اُسکا رتبہ بھی سب سے بڑا ہی اور اِس سے بھی کسیکو انکار نہین ہی کہ حضرت
ابوبکر صدیق رض اُسوقت سے کہ جب سے پیغمبر صاحب اپنے گھر سے برآمد ہوے اور جب تک غار مین رہے اور جب تک
مدینے مین پہونچے برابر ہمراہ رہے لیکن باہم ہمارے اور شیعون کے یہ اختلاف ہی کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رض کی رفاقت
کو اُنکے اخلاص اور نیک نیتی پر محمول کرکے اُنکو افضل مہاجرین جانتے ہین اور حضرات شیعہ اُنکی ہمراہی کو
بدنیتی پر (ونعوذ باللہ من ذلک) محمول کرکے انکو منافقین مین سے سمجھتے ہین اس لیے ہم اِسی آیت سے
حضرت صدیق اکبر کے فضائل ثابت کرتے ہین اور حضرات شیعہ کے شبہات بیان کرکے انکار کرتے ہین +

بیان صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل کا جو اس آیت سے ثابت ہوتے ہین

اِس آیت سے بہت سی فضیلتین حضرت ابوبکر صدیق رض کی ثابت ہوتی ہین (اول) یہ کہ جب پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر کفار مکہ نے اتفاق کیا اور اللہ جلشانہ نے آپکے ارادے سے حضرت کو
آگاہ فرمایا اور اجازت ہجرت کی دی تب پیغمبر خدا نے بحکم الٰہی حضرت ابوبکر صدیق رض کو اپنے ہمراہ لیا پس اگر
خداے جلشانہ کے نزدیک ابوبکر صدیق ایمان مین سچے اور اسلام مین پکے نہوتے اور پیغمبر صاحب کے
جان و دل سے عاشق نہوتے تو ہرگز وہ ایسے وقت مین اُنکو ساتھہ لینے کی اجازت نہ دیتا اور خود پیغمبر صاحب
کو اگر اُنکی محبت اور عشق پر یقین کامل نہوتا تو کبھی ابوبکر صدیق رض کو اس سفر مین اپنے ہمراہ نہ لیتے (دوسرے) اگر
ابوبکر صدیق اپنی جان و مال کو حضرت پر نثار کرنے سے راضی نہوتے تو وہ ایسی مصیبت کے وقت مین خود شریک
نہوتے اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت مین نہ ڈالتے بلکہ حیلہ حوالہ کرکے اپنے آپ کو ایسی مصیبت کے وقت مین
شریک ہونے سے بچا لیتے (تیسرے) گھر مین سے نکلنے کے وقت سے مدینے منورہ مین پہونچنے تک

جو باتین صدیق اکبر نے کین اور جسطرح پر پیغمبر خدا کی حفاظت کی اور جس طور پر حق رفاقت کا ادا کیا اُن
سب باتون سے ظاہر ہوتا ہی کہ ابو بکر صدیقؓ کو پیغمبر خدا کے ساتھہ عشق کا مرتبہ تھا اور پیغمبر صاحب کے بچانے کے
لیے اپنی جان اور آبرو کا کچھہ خیال نہ تھا (چوتھے) جتنے اور اصحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے
اُنمین سے کوئی اِس رتبے کا نہ تھا کہ جسکو پیغمبر خدا اپنے ہمراہ لیتے اور جسکو اپنا یار غار بناتے سواے ابو بکر صدیق کے
کہ اُنھین کو ایسے وقت مین اپنا رفیق بنایا اس سے ابو بکر صدیقؓ کی افضلیت اور اصحابون پر ثابت ہوتی ہی
(پانچوین) اللہ جلشانہ کو یہ خدمت صدیق اکبرؓ کی ایسی پسند آئی کہ اُنکی صدیقیت اور رفاقت کو اور لوگون
کی تحریص اور ترغیب کے واسطے اِس آیت مین بیان کیا تاکہ اُسکو سنکر لوگونکو غیرت آ ئے اور پیغمبر صاحب کی
رفاقت پر مستعد ہو جاوین پس اگر ابو بکر صدیقؓ کی صدیقیت خدا کے نزدیک مقبول نہوتی اور اُنکی خدمت اور
رفاقت اعلی درجے کی نہوتی تو اُنکی مثال کیون دی جاتی اور اُنکی یاری اور مددگاری اور و نکے دل بڑھانے
کے لیے کس لیے بیان کیجاتی (چھٹے) اللہ جلشانہ نے ثَانِیَ اثْنَیْنِ کا لفظ فرما کر ظاہر کیا کہ بعد پیغمبر خدا کے
دوسرا شخص اوسا مناصب دین کے واسطے ابو بکرؓ ہی (ساتوین) اللہ جلشانہ نے صَاحِبِہٖ کا لفظ
ابو بکر صدیقؓ کی نسبت فرما کر اُنکی صحابیت کو ثابت کیا کہ یہ رتبہ کسی دوسرے کو نصیب نہین ہو اس لیے ابو بکر صدیق رض
کی صحابیت کا انکار درحقیقت نص قرآنی کا انکار ہی (آٹھوین) اِس آیت مین الفاظ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ
مَعَنَا سے ثابت ہوتا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو تسلی دی اور خدا کی حفاظت اور
نصرت مین اُنکو اپنا ساتھی فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہی کہ اللہ جسطرح پر حافظ اور ناصر اپنے پیغمبر کا تھا اُسی طرح
پر اپنے پیغمبر کے یار غار کا حامی اور مددگار تھا اور جب کہ اِس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ ابو بکرؓ کے ساتھہ تھا
تو اسی سے ابو بکر کا متقی اور محسن ہونا ثابت ہوا اس لیے کہ دوسری آیت مین اللہ جلشانہ نے فرمایا ہی کہ
اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ہُمْ مُّحْسِنُوْنَ کہ خدا اُنھین لوگون کے ساتھہ ہوتا ہی جو کہ متقی اور نیک
ہوتے ہین (نوین) اللہ جلشانہ نے اپنی تسلی ابو بکر صدیقؓ پر نازل کی اور خدا اپنی تسلی نازل نہین کرتا مگر
اُنھین لوگون پر جو کہ ایمان مین پکے اور اسلام مین مضبوط ہوتے ہین اور جن پر خدا اپنا فضل کرتا ہی اور
تسلی نازل کرنے کا ثبوت فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ سے ہوتا ہی (دسوین) اِن آیتون پر غور کرنے سے
بڑی فضیلت صدیق اکبرؓ کی ثابت ہوتی ہی اِس لیے کہ یہ آیتین صرف واسطے ترغیب اور تہدید اُن
لوگون کے نازل ہوتی ہین جو کہ جہاد پر جانے سے سستی کرتے تھے اور اِن آیتون مین خدا نے
اُن سستی کرنیوالون کو سمجھایا اور ڈرایا اور اپنی بے نیازی کو ظاہر کیا چنانچہ اول دنیا کی حقارت کر کے
اُنکو سمجھایا پھر اُنکو عذاب نازل کرنے سے اور اُنکے بدلے دوسری قوم کو پیدا کرنے سے ڈرایا آخر کار اپنی بے نیازی

اور اپنے رسول کی بے پروائی کو بیان فرمایا اور پھر اُس بے نیازی اور بے پروائی کے بیان مین صدیق اکبر
کی تمثیل دی اور اُنکی رفاقت اور محبت کا تذکرہ کیا پس اسی سے ابوبکر صدیقؓ کی صدیقیت اور اُنکی صاحبیت کے
مرتبے کو قیاس کرنا چاہیے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے نزدیک اُنکی نصرت و یاری کی کیسی کچھ قعت تھی
کہ منجملہ اور امور ترغیب و تہدید کے اُنکی نصرت و رفاقت کو بھی بیان کیا غرضکہ فضائل ابوبکر صدیقؓ کے
جو ان آیتون سے ثابت ہوتے ہین اجمالاً ہم بیان کر چکے اب اُن شبہات کو جو حضرات شیعہ کرتے
ہین بیان کرکے اُسکا رد کرتے ہین اور چونکہ شبہات اُنکے ایسے پوچ اور رکیک ہین کہ اُنکی تردید کرنا ایسا ہی
جیسا کہ روز روشن مین آفتاب کے طلوع سے انکار کرنیوالے کے مقابلے مین دلائل اور براہین بیان کرنا لیکن
بمجبوری موافق قول خاتم المحدثین کے (چون بنا بکلام بر اصول گروہی نہادہ است ناچار زمام اختیار بدست
انہا دادہ ہر جا کہ کشیدہ برند میروود و بہر رنگ کہ رنگین کنند رنگین میشود) مگر منصف مزاجون سے امید ہی کہ ان اعتراضون
کو ذرا انصاف سے دیکھین اور علماء و مجتہدین امامیہ کے تعصب اور عناد پر خیال کرین کہ عداوت نے اُنکے
دلون پر کیسا پردہ اور دشمنی نے اُنکی عقلون پر کیسا حجاب ڈال دیا ہی کہ ایسی نص صریح سے انکار کرتے ہین
اور افضل الصحابہ کی فضیلت کے انکار کے لیے کیسی پوچ تاویلین بیان کرتے ہین (وہا انا اشرع فی بیان ہفواتہم)

بیان شیعیان عبداللہ بن سبا کے اعتراض کا اِس آیت پر

ہم اعتراضون کو اُسی ترتیب سے بیان کرتے ہین جس ترتیب سے ہمنے فضیلتین بیان کی ہین
تاکہ دیکھنے والون کو ہر فضیلت کے مقابلے مین اعتراضات اور شبہات شیعون کے معلوم ہوجاوین

پہلا اعتراض پہلی فضیلت پر

جو کہ ہمنے پہلی فضیلت مین بیان کیا ہی کہ اللہ جلشانہ کے حکم سے پیغمبر خدا نے صدیق اکبر کو اپنے
ہمراہ لیا اُسکو امامیہ اس طرح پر رد کرتے ہین کہ نہ خدا نے پیغمبر خدا کو ابوبکر کے ہمراہ لینے کی اجازت دی
نہ پیغمبر صاحب نے اپنی خوشی سے اُنکو اپنے ساتھ لیا بلکہ بلا مرضی اور بغیر اجازت حضرت کے ابوبکر ہمراہ ہوگئے
چنانچہ اس باب مین جو کچھ علمائے شیعہ نے لکھا ہی اُسکو ہم بیان کرتے ہین بڑے مجتہد صاحب یعنی
شیعون کے قبلہ و کعبہ ذوالفقار مین لکھتے ہین کہ (احتجاج باین آیت موقوف ست کہ بہ ثبوت رسد
کہ ہجرت ابوبکر باجازت حضرت نبوی واقع شدہ و شیعہ این را قبول ندارند) اور قاضی نوراللہ شوستری نے
مجالس المومنین مین اور اپنے اور رسالون مین بھی یہی لکھا ہی کما ذکرہ فی منتہی الکلام کہ (قاضی نوراللہ شوستری

در مجالس المومنین و بعضے از رسائل دیگر ذکر می کنند) {که ابو بکر از منافقین بود و بر خلاف امر اقدس نبوی در اثنا راہ ایستاد و حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بعد زجر شدید او را ہمراہ گرفت تا کفار را دلالت نہ کنند} اور ایک رسالے مین جو منسوب بہ حسنیہ ہی ایک بڑے میر صاحب اس طرح پر لکھتے ہین {کہ چون پارۂ راہ برفت دید کہ شخصی در برابر آنحضرت می آید حضرت توقف نمود چون نزدیک رسید بشناخت کہ ابو بکر است فرمود کہ ای ابو بکر نہ من امر خدا بشمار ساندم و گفتم کہ از خانۂ خود ہا بیرون میائید تو چرا مخالفت امر الہی کردی گفت یا رسول اللہ صلعم از بہر تو خائف بودم و ہراسان بودم نخواستم کہ در خانہ قرار گیرم پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم متحیر ماند بواسطۂ آنکہ حکم الہی نبود کہ کسی در ہمراہی خود ببرد درساعت حضرت جبرئیل باز رسید و گفت یا رسول اللہ بخدا سوگند اگر این را می گذاری و ہمراہ نگیری کفار را گرفتہ از عقب تو بیاید و ترا بقتل رساند پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آنوقت بالضرورت او را با خود برد و در غار داخل شد} غرض کہ اِس اعتراض سے ثابت ہوا کہ ابو بکر صدیق رضہ بقصد گرفتار کرانے پیغمبر صاحب کے گھر سے نکلے اور راہ روک کر کھڑے ہو گئے اور باوجودیکہ حضرت نے گھر مین سے نکلنے کو منع کر دیا تھا وہ عدول حکمی کر کے بارادۂ ایذا رسانی پیغمبر صاحب کے سدِ راہ ہوے آخر کار پیغمبر صاحب مجبور ہوے اور بصلاح جبرئیل علیہ السلام کے اُنکو اپنے ساتھ لے لیا اگر ہمراہ نہ لیتے تو ضرور ابو بکر کفار کو لے آتے اور پیغمبرؐ کو گرفتار کراتے +

اگرچہ اہل انصاف غور کر سکتے ہین تو بہ تو بہ ایسے بدیہی امر مین غور کی کیا حاجت ہی ویسے ہی سمجھ سکتے ہین کہ یہ اعتراض بالکل پوچ اور واہی ہی اور اُسکی رکاکت اُسکے الفاظ و معانی سے ظاہر ہی لیکن ہم چند باتین اس اعتراض کے بطلان پر لکھتے ہین اور سفاہت اس دعوے کی کہ ابو بکر صدیق رضہ بقصد گرفتاری ایذا پیغمبر صاحب کے نکلے تھے ثابت کرتے ہین +

(اول) سوچنا چاہیے کہ ابو بکر صدیق رضہ اُسوقت پیغمبر صاحب کے دوست تھے یا دشمن اگر دوست تھے تو قصد گرفتاری اور نیت ایذا دہی کے کیا معنی اگر دشمن تھے تو جسطرح پر ابو جہل وغیرہ اور دشمن حضرت کے حضرت کے قتل کی نیت سے آپ کے گھر پر گئے تھے اُسی طرح پر ابو بکر اُنکے ساتھ کیون نہ گئے اُنسے علحدہ کیون ہوے +

(دوسرے) ابو بکر کو حال ہجرت کا اور وقت دولتسرا سے برآمد ہونے کا اور غار مین تشریف لے جانیکا پیغمبر صاحب نے بتلایا تھا یا نہین اگر نہین بتلایا تو ٹھیک وقت پر عین اُسی راہ پر جسطرف سے حضرت جاتے تھے ابو بکر کسطرح راہ روک کے کھڑے ہو گئے اگر پیغمبر صاحب نے پہلے سے بتلا دیا تھا تو حضرت کو ابو بکر کا ہمراہ لے جانا منظور تھا یا نہین اگر منظور نہ تھا تو راز فاش کرنے سے کیا حاصل تھا اور ایسی پوشیدہ بات کو دشمن پر ظاہر کرنے سے سواے اندیشۂ ضرر کے کیا فائدہ تھا اور اگر ساتھ لیجانا منظور تھا تو پھر اعتراض بھی باطل ہوا +

(تیسرے) اگر فرض بھی کیا جاوے کہ ابو بکر صدیق بہ نیت قتل پیغمبر خدا صلعم کے راہ روک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی بدنیتی مین ایسے مضبوط تھے کہ حضرت جبرئیل اُنکی نیت سے خوف کر کے فوراً ہی سدرہ سے اُترے

اور پیغمبر صاحب سے کہنے لگے کہ {اگر این امی گذاری وہمراہ نگیری کفار را از عقب تو گرفتہ بیاید و ترا بقتل ساند} لیکن یہ بات
معلوم نہین ہوتی کہ اُسوقت ابوبکر تنہا تھے یا اور کوئی کافر بھی اُنکے ساتھ تھا اور ہتھیار بند تھے یا خالی ہاتھ اگر یہ
کہا جاوے کہ اور کافر بھی موجود تھے تو کوئی شیعہ بھی اسکا قائل نہین اور اگر کوئی اور کافر ہمراہ ابوبکر کے نہ تھا تو
تعجب آتا ہی کہ ابوبکر باوجود جاننے شجاعت اور قوت پیغمبر صاحب کے تنہا حضرت کی گرفتاری اور قتل کو بغیر ہتھیار کے
چل دیے اور دو چار رفیقون کو بھی اپنے ہمراہ نہ لیا اور اگر یہ کہا جاوے کہ وہ فقط خبر لینے کے لیے کھڑے ہوگئے
تھے چنانچہ جبرئیل علیہ السلام کے اس ارشاد سے کہ {کفار را از عقب تو گرفتہ بیاید} ثابت ہوتا ہی تو یہ امر معلوم نہین
ہوتا کہ کفار اُس جگہ سے جہان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر کو ملے ایسے نزدیک تھے کہ آواز پہونچ سکتی تھی
یا اتنے دور تھے کہ اُنکے بلانے کے لیے جانا پڑتا اگر نزدیک تھے تو تعجب ہی کہ ابوبکر نے اُنکو آواز دے کر کیون
نہ بلا لیا اور چپ چاپ کیون کھڑے رہے اور اگر دور تھے تو معلوم نہین کہ کیون پیغمبر خدا کو دیکھتے ہی ابوجہل
وغیرہ سے خبر کرنے کو نہ دوڑے کس امر کے انتظار مین کھڑے رہے اور تعجب تو اس امر پر ہی کہ جبرئیل علیہ السلام نے
یہ صلاح تو پیغمبر صاحب کو دی کہ اس دشمن کو اپنے ساتھ لے لو اور یہ مشورہ نہ دیا کہ فوراً ٹھہرو جب یہ
تمہارے دشمنون کو خبر کرنے اور بلانے کو جاوے تب چل دینا اور جب تک وہ لوٹے تب تک جائے
مقصود پر پہونچ جانا خدا جانے جبرئیل کو معاذ اللہ کیا ہوگیا تھا کہ ایسے اضطرار کے وقت مین
پیغمبر صاحب کو ایسے دشمن کے ہمراہ لینے کی صلاح تو دی اور جو حکمت اُس سے بچنے کی تھی وہ نہ بتلائی +
(چوتھے) تعجب ہی کہ جب ابوبکر کو پیغمبر صاحب کا گرفتار کرانا ہی منظور تھا تو وہ پیغمبر صاحب کے ساتھ کیون
چل دیے اور کیون غار مین جا کر حضرت کے ساتھ چپ چاپ بیٹھے رہے اور کس لیے کوئی تدبیر گرفتار کرانے
کی نہ کی اہل انصاف غور کرین کہ جسطرح پر اُسوقت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت کو راہ مین پایا تھا اور اُنکا قصد
قتل کا تھا اگر اُس طرح پر ابوجہل یا اور کوئی کافر قریشی حضرت کو دیکھ لیتا تو وہ کیا کرتا اور حضرت اس سے
کیا کرتے اگر کسی کے ذہن مین یہ بات آوے کہ وہ حضرت کو چھوڑ دیتا یا حضرت اُسکو اپنے ہمراہ لے لیتے
تو ہم ابوبکر کی نسبت بھی شیعون کے خیال کو درست کہہ سکتے ہین ہم نہایت تعجب کرتے ہین کہ شیعون کی
عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا ہی کہ اتنا نہین سمجھتے کہ ہجرت کا وقت وہ تھا کہ تمام کفار مکے کے پیغمبر صاحب کے
قتل کے درپی تھے اور در دولت پر مجمع کرکے اپنے ارادے کے پورا کرنے کے لیے پہونچ گئے تھے اور
کسیکو خبر تک نہ تھی کہ پیغمبر صاحب اِس گھر سے نکل گئے ہین بلکہ سب جانتے تھے کہ اپنی جگہ پر آرام کر رہے
ہین اُسوقت مین جو رفیق حضرت کا ہوا اُسکی نسبت دشمنی کا گمان کرتے ہین اگر وہ رفیق بحکم
اور بہ مرضی پیغمبرؐ کی رفاقت کے لیے آمادہ نہوتا تو وہ اُس گروہ مین شامل ہوتا جو در دولت پر

واسطے قتل کے گیا تھا یا بلا اطلاع بلا خبر راہ روک کر کھڑا ہو جاتا جو کچھ ابتک ہمنے لکھا یہ بتسلیم روایات شیعہ کے لکھا اور اُس سے بھی صدیق اکبر کی صدیقیت کو ثابت کیا لیکن اب ہم اپنے دعوے کو عقلی دلائل سے قطع نظر کر کے نقلی دلائل سے ثابت کرتے ہین اور خود حضرات امامیہ کی معتبر کتابون سے اُنکے اعتراض کو رد کرتے ہین اور بوحی الٰہی اور برضی رسالت پناہی ابوبکر صدیق رض کا ساتھ ہونا ثابت کرتے ہین مفسر کاشانی کہ جو علماے اعلام شیعہ سے ہین تفسیر خلاصۃ المنہج مین تحریر فرماتے ہین کہ {امیر المومنین را بر جامی خود خوابانید و خود از خانۂ ابوبکر برفاقت او در ہمان شب بیرون آمدہ باین غار متوجہ شد} پس حضرات امامیہ اِس مفسر کی تفسیر کی لفظون کو کہ {خود از خانۂ ابوبکر برفاقت او در ہمان شب بیرون آمدہ} ملا نور اللہ شوستری کے اِس مضمون سے کہ {ابوبکر از منافقین بود و بر خلاف امر مقدس نبوی در اثناے راہ ایستاد و حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعذر جبر شدید او را ہمراہ گرفت} ملاوین اور خود ہی تصفیہ کرین کہ اِن مین کون سچا ہی اگر ایک روایت پر حضرات امامیہ کی خاطر جمع نہ ہو اور اُسکو قبول نہ کرین تو دوسری روایت سنیں اور کسی عالم اور مجتہد کی بھی نہ سنیں بلکہ خاص امام کی وہو ہذہ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام مین سورۂ بقر مین لکھا ہی کہ جبرئیل علیہ السلام نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر کہا کہ اللہ جلشانہ آپ کو سلام کہتا ہی اور یہ فرماتا ہی کہ قریش خصوصاً ابوجہل نے آپ کے قتل کی تدبیر مصمم کی ہی اس لیے آپ کو چاہیے کہ علی کو اپنی جگہ پر چھوڑ دیجیے کہ وہ مثل اسماعیل کے جان نثاری کرے گا اور ابوبکر کو اپنا رفیق کیجیے کہ اگر وہ موانست کرے اور اپنے عہد پر قائم رہے تو جنت مین بلکہ اعلیٰ علیین مین آپ کا رفیق ہوگا تب پیغمبر خدا نے حضرت علی سے یہ حال کہا حضرت علی اپنے مارے جانے پر راضی ہوے بعدہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر کیطرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ ای ابوبکر تو راضی ہی کہ اس سفر مین میرے ہمراہ ہو اور کفار قریش جسطرح پر مجھے قتل کے لیے تلاش کرین اُسیطرح تیرے قتل کے لیے در پَی ہون اور یہ بھی مشہور ہووے کہ تو نے مجھے اِس کام پر آمادہ کیا اور میری رفاقت کے سبب سے تجھپر طرح طرح کے عذاب ہون جبین ابوبکر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مین تو وہ شخص ہون کہ اگر تیری محبت مین سخت ترین بلاؤن مین گرفتار ہون اور قیامت تک اُنمین پڑا رہون تو بھی میرے نزدیک اِس سے بہتر ہی کہ تجھ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت قبول کرون میری جان میرا مال میرے اہل و عیال لڑکے بالے سب آپ پر قربان ہین آپ کو چھوڑ کر کہان رہون گا + شعر

کف پا بہر زمینے کہ رسد تو نازنین را
بلب خیال بوسم ہمہ عمر آن زمین را

یہ سنکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیری زبان موافق تیرے دل کے ہی تو بالیقین خدا تعالیٰ تجھ کو بمنزلۂ میرے سمع و بصر کے کرے گا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہوگی جو کہ سر کو جسم سے

اور روح کو بدن سے ہی۔ الخ اِس روایت کو دیکھکر ہم نہین جانتے کہ پھر کیونکر شیعون کی زبان سے یہ بات نکلی کہ بلا اجازت پیغمبر خدا کے ابو بکر صدیق راہ روک کر کھڑے ہو گئے تھے اِس لیے کہ خود امام حسن عسکری علیہ السلام تصدیق کرتے ہین کہ پیغمبر خدا نے بحکم اور بوحی الٰہی ابو بکر کو اپنے ساتھہ لیا تھا اور جو کچھہ ابو بکر نے پیغمبر خدا سے کہا اور جو کچھہ حضرت نے انکی نسبت فرمایا اُسپر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ابو بکر صدیق کو پیغمبر خدا سے کیسی محبت تھی اور پیغمبر خدا کو بھی اُنپر کیسی شفقت تھی کہ انکو اپنی سمع و بصر اور جان اور دل سے تشبیہ دیتے تھے جاننا چاہیے کہ اِس حدیث کو جب تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے نکال کر مولوی حیدر علیصاحب نے جواب مین سبحان علیخان کے لکھا تھا تو خانصاحب کے ہوش و حواس جاتے رہے اور مضطر ہو گئے اور حقیقت مین ہوش و حواس جانیکا مقام تھا اس لیے کہ جب امام کے قول سے حضرت ابو بکر صدیق کا بوحی الٰہی حضرت کے ساتھہ ہجرت کرنا اور پیغمبر خدا کا ابو بکر صدیق کو سمع و بصر سے تشبیہ دینا ثابت ہوا تو پھر بطلان عقائد امامیہ مین کونسا شبہہ باقی رہا اور منشی سبحان علیخانصاحب نے اِس روایت کو دیکھکر جو خط مولوی نور الدین صاحب شہید ثالث کے نور العین کے نام لکھا ہی اور رسالہ المکاتیب فی ردیۃ الثعالیب و الغرابیب مطبوعہ ۱۲۷۰ہجری کے صفحہ ۱۸۹ مین بلفظہ نقل ہی قابل ملاحظے کے ہی ہم بھی شائقین کے دیکھنے کے لیے اُس عبارت کو بلفظہ نقل کرتے ہین (وہو ہذہ) {لکن اشکال ہمین ست کہ ناصب احادیث طریقۂ امامیہ االتقاط کردہ بالفعل پنج جزو از کتاب ابرام بصارت العین یا چہ نام دارد فرستادہ دران حدیث مبسوطے از تفسیر منسوب بہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام قصۂ ہجرت در مدح ابو بکر نقل کردہ پس اگر تالیفش و تالیف بندہ بدست کسے متمذہبین بمذہبی غیر اسلام افتد واحسرتاہ و وا اسفاہ یعنی معاذ اللہ حکم بتہارضا و تساقط اکند بدبر عالم جلت قدرتہ زمان ظہور صاحب الامر و الزمان زود برساند تا این اختلاف ازمیان برخیزد بکی غرضکہ منشی صاحب ہزار واحسرتاہ اور وا ویلاہ مچاوین اور ہر چند امام صاحب الامر کے ظہور کی دعا کرین مگر امام حسن عسکری علیہ السلام کی تکذیب نہین کر سکتے اور جو فضائل ابو بکر صدیقؓ کے امام کے قول سے ثابت ہوے اُسکو باطل نہین کر سکتے+ اَی بھائیو ذرا سوچو کہ جب امام صاحب یہ فرماوین کہ بوحی الٰہی ابو بکر کو پیغمبر خدا نے اپنے ہمراہ لیا اور پھر ملا نور اللہ شوستری وغیرہ معاندین یہ کہین کہ ابو بکرؓ راہ روک کر کھڑے ہو گئے تھے تو اب ہم امام کے قول کی تصدیق کرین یا ملا نور اللہ شوستری کی بات سنین حقیقت تو یہ ہی کہ ملا نور اللہ شوستری نے ظاہر مین تو دعوی محبت ائمہ کا کیا لیکن باطن مین اُنکو جھوٹھا بنایا اور تشیع کے پردے مین ایمان اور اسلام کو داغ لگایا شعر

دامن فشان گذشت و ادا را بہانہ ساخت	خاکم بباد داد و صبا را بہانہ ساخت

اِس تفسیر کی روایت سے بھی اگر سیری نہووے اور فارسی اردو پڑھنے والے کو اُس تفسیر کا ملنا دشوار ہو تو ایسی کتاب کی روایت سنین جو ہر جگہ مل سکتی ہی اور جسکا مؤلف بڑا غالی شیعی مشہور ہی اُسی کو دیکھکر ذرا غیرت

پکڑین اور تعجب کرین کہ پیغمبرؐ کے یار غار کی صدیقیت باوجود ایسے تعصب وعناد کے انھین کے مجتہدین وعلما کے اقرار سے ثابت ہوتی ہی اور انکے بغض کی بیماری کی دوا انھین کے نسخون سے نکل آتی ہی اس پر بھی اگر دوا نہ کرین اور اپنا ہلاک ہونا چاہین تو اختیار ہی اب اس روایت کو سننا چاہیے جو حملۂ حیدریہ مین مذکور ہی

نظم

چنین گفت راوی کہ سالار دین — چو سالم بحفظ جہان آفرین
ز نزد و یک آن قوم پر مکر رفت — بسوی سرائے ابو بکر رفت
پے ہجرت او نیز آمادہ بود — کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبی بر در خانہ اش چون رسید — بگوشش ندای سفر در کشید
چو بوبکر زان حال آگاہ شد — ز خانہ برون رفت و ہمراہ شد
گرفتند بس راہ یثرب بہ پیش — نبی کند نعلین از پای خویش
بسر پنجۂ راہ رفتن گرفت — پے خود ز دشمن نہفتن گرفت
چو رفتند چندی بدامان دشت — قدوم فلک سای مجروح گشت
ابوبکر آنگہ بدوشش گرفت — ولی زین حدیث ست جای شگفت
کہ در کس چنان قوت آمد پدید — کہ بار نبوت تواند کشید
برفتند القصہ چندے دگر — چو گردید پیدا نشان سحر
بدیدند غارے دران تیرہ شب — کہ خواندی عرب غار ثورش لقب
گرفتند در جوف آن غار جاے — ولی پیش بنہاد بوبکر پاے
بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید — قبا را بدرید و آن رخنہ چید
بدینگونہ تا شد تمام آن قبا — یکی رخنہ نگرفتہ ماند از قضا
بران رخنہ ماندہ آن یار غار — کف پای خود را نمود استوار
نیامد جز او این شگرف از کسی — کہ دور از خرد مے نماید بسے
نیامد چنین کاری از غیر او — بدینسان چو پرداخت از رفت و رو
در آمد رسول خدا ہم بغار — نشستند یکجا بہم ہر دو یار

اس روایت سے ثابت ہوتا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر گئے اور انکو ہمراہ لیا اور جو کچھ ابو بکر صدیقؓ نے خدمتین کین یعنی پیغمبر خدا کو دوش پر چڑھانا اور غار مین اول جانا اور اسکو صاف کرنا اور قبا کو چاک کر کے سوراخون کو بند کرنا اور باقی ماندہ سوراخ کو اپنے کف پا سے

مسدود کرنا وہ عشق و محبت پر دلالت کرتے ہین نہ کہ نفاق و عداوت پر اگر یہ علامتین جو حضرت ابو بکر صدیق رض نے شب ہجرت مین کین نفاق کی نشانیان ہین تو معلوم نہین کہ محبت اور عشق کی علامتین کیا ہین +

یہ بات بھی لائق لکھنے کے ہی کہ جو بعض شیعون نے یہ دعوی کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے سب صحابہ کو منع کیا تھا کہ اپنے گھرون سے نہ نکلنا اور ابو بکر نے خلاف حکم پیغمبر ص کے کیا وہ بالکل غلط ہی اس لیے کہ خود مؤرخین اُنکے اقرار کرتے ہین کہ پیغمبر خدا نے سب اصحاب کو اوّل سے روانہ کر دیا تھا اور صرف دو شخصون کو رکھ لیا تھا یعنی حضرت علی کو کہ اُنکو اپنی جگہ پر سولایا اور ابو بکر صدیق کو کہ اُنکو اپنے ساتھ لیا پس کونسا اصحاب مین سے باقی رہگیا تھا جسکو پیغمبر خدا نے شب ہجرت مین باہر نکلنے سے منع کیا ہو اور جنکی نسبت یہ ارشاد کیا ہو {کہ نہ من امر خدا بہ اشما رساندم کہ از خانۂ خود ہا بیرون میائید تو چرا مخالفت امر الہی کردی} اور یہ امر کہ سب اصحاب پہلے سے ہجرت کر گئے تھے اور صرف حضرت علی ع اور ابو بکر صدیق رض رہ گئے تھے باقرار مؤرخین شیعہ ثابت ہی چنانچہ حملۂ حیدریہ مین لکھا ہی کہ **نظم**

حبیب خدا چون بدید آن ستم — چنین داد فرمان ز لطف و کرم
کہ اصحاب ہجرت بہ یثرب کنند — نہان یکیک از چشم اعدا روند
نہادند یاران بفرمان قدم — برفتند پنہان بدنبال ہم
بدینگونہ رفتند یاران تمام — علی ماند و بوبکر و خیر الانام

غرضکہ باقرار علماے شیعہ ثابت ہوا کہ پیغمبر خدا نے باجازت اور بحکم الہی ابو بکر کو ہمراہ لیا اور ابو بکر نے حق رفاقت اچھی طرح ادا کیا +

دوسرا اعتراض دوسری فضیلت پر

دوسری فضیلت مین ہمنے بیان کیا ہی کہ اگر ابو بکر صدیق پیغمبر خدا پر عاشق نہوتے اور اپنی جان و مال کو حضرت پر نثار کرنے کو راضی نہوتے تو ایسی مصیبت کے سفر مین کبھی شریک نہوتے اُسپر علماے شیعہ یہ اعتراض کرتے ہین کہ ابو بکر کی نیت ہجرت مین اچھی نہ تھی چنانچہ مجتہد صاحب ذو الفقار مین لکھتے ہین کہ {ہمچنین بہ اتفاق فریقین شرط ترتب ثواب بر ہجرت صحت نیت ست الی قولہ پس بادمیکہ بار اعلم بہ صحت نیت ابی بکر بہ ثبوت نرسد دخول او در مدلول این آیہ متیقن نمیشود و تا متیقن نشود احتجاج باین آیہ بر علو مرتبت اونمی تواند شد} اور قاضی صاحب احقاق الحق مین فرماتے ہین {وقد ظہر من جزعہ وبکائہ مایکون من مثلہ فساد الحال فی الاعتقاد الی قولہ فافضلیتہ فی الغار یفتخر بہا لابی بکر لولا المکابرۃ واللداد} یعنی ابو بکر صدیق رض کی جزع اور بکا سے ثابت ہوا کہ اُنکا حال اچھا نہ تھا اور نیت اُنکی درست نہ تھی اس اعتراض کا جواب خود امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر سے اوپر مذکور ہو چکا کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ {ارضیت ان تکون معی یا ابا بکر تطلب کما

اطلب الی قولہ قال ابو بکر یا رسول اللہ اما انا لو عشت عمر الدنیا اعذب جمیعا اشد عذاب الخ کہ ای ابو بکر تو میرے ساتھ جلنے سے اِس شرط پر راضی ہی کہ تو عذاب اور تکلیف مین گرفتار ہووے تو انھون نے یہی جواب دیا کہ آپ کی رفاقت مین اگر قیامت تک مجھے عذاب ہووے تو منظور ہی لیکن دامن چھوڑنا منظور نہین ہی پس اس جواب سے کیا ثابت ہوتا ہی نیک نیت ہونا ابو بکر کا یا بد نیت ہونا اور چونکہ نیت کا حال افعال اور اعمال سے ظاہر ہوتا ہی اور حرکات جوارح سے دل کی کیفیت معلوم ہوتی ہی پس جو کام ابو بکر صدیق رضؓ نے شب ہجرت کو کیے وہ اُنکی نیک نیتی پر شاہد ہین یا اُنکی بد نیتی پر *

تیسرا اعتراض تیسری فضیلت پر

تیسری فضیلت مین ہمنے بیان کیا ہی کہ گھر سے نکلنے کے وقت سے مدینے مین پہونچنے تک جو باتین صدیق اکبر رضؓ نے کین وہ اُنکے عشق اور محبت پر ساتھ رسول خداؐ کے دلالت کرتی ہین حضرات شیعہ اُس سے انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ابو بکر صدیق کی حرکتین اُنکے نفاق اور عداوت پر دلالت کرتی ہین اس لیے ہم اُنکی اُن خدمتون کو جو شب ہجرت مین اُنھون نے کین بیان کرتے ہین تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جو کام ابو بکر صدیق رضؓ نے کیے وہ سوائے عاشق صادق کے کسی دوسرے سے ہو نہین سکتے (اول) جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو بکر صدیق رضؓ چلے تب راہ مین اِدھر اُدھر نظر کرتے جاتے تھے حضرت نے پوچھا ای ابو بکر یہ کیا تیرا حال ہی تب ابو بکر صدیق رضؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا مطلب صرف آپکی حفاظت ہی چنانچہ صاحب منتہی الکلام ریاض النضرۃ سے اِسکا خلاصہ اِن لفظون سے لکھتے ہین کہ (چون صدیق ہمراہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار شاد شریف متوجہ غار شد گاہی پیش میرفت وگاہی در عقب و زمانی بجانب راست توجہ میکرد وساعتی بطرف چپ قطع راہ می نمود حضرت پرسید کہ ای ابو بکر گاہی ترا چنین ندیدہ بودم چہ افتاد کہ در رفتن راہ اختلاف میکنی عرض کرد کہ مقصود من نگاہبانی حضرت از شر دشمنان ست مبادا کہ ازین جہات در رسند وحضرت را از راہ تا غار بر دوش برد) (دوسری) جب پیغمبر خدا کے پاے مبارک کے کسل پر ابو بکر صدیق کو اطلاع ہوئی تو بغیر اسکے کہ حضرت نے کچھہ کہا ہو ابو بکر صدیق رضؓ نے حضرت کو اپنے دوش پر چڑھایا اور غار تک پونہچایا پس زہی نصیب ابو بکر صدیق رضؓ کے کہ جنکے دوش پر شاہ نبوت نے قدم رکھا چنانچہ اس امر کو ہم اوپر حملۂ حیدریہ سے ثابت کر آئے ہین (تیسری) جب غار کے کنارے پر پونہچے تب اول ابو بکر صدیق غار مین گئے اور اُسکو صاف کیا اور سوراخون کو بند کیا تب پیغمبر خداؐ کو بلایا اور اپنے زانو پر

سولا یا اِسکو بھی ہم اوپر ثابت کر آئے ہین اور قاضی نوراللہ شوستری بھی ابوبکر صدیق کے اول غار مین جانے کو تصدیق کرتے ہین (چوتھی) ابوبکر صدیق کے اُس پانون مین جو بند کرنے کے لیے سوراخ پر رکھا تھا سانپ نے کاٹا اور حضرت نے انگو تسلی دی (پانچوین) جب تک غار مین رہے تب تک ابوبکر صدیق کے گھر سے اُنکا لڑکا کھانا پہنچاتا رہا اور پیغمبر صاحب کو کھلاتا رہا (چھٹی) دو اونٹنیان پیغمبر خدا نے ابوبکر صدیق کے بیٹے سے منگائین اور اُس نے حاضر کردین ایک پر آپ سوار ہوے اور اپنے ساتھ ابوبکر کو سوار کیا اور دوسرے پر عامر جو کہ شبان بیت الحرام تھا اور شتربان سوار ہوا چنانچہ اِن سب باتونکو جسطرح پر صاحب حملہ حیدریہ نے بیان کیا ہی اُسکو ہم لکھتے ہین ٭

ثبوت مین امر چہارم کے

نظم

چو شد کار پرداخته آن جنان … رسیدند کفار پا پے بران
در اندم بکف پای آن یار غار … که بر روی سوراخ بود استوار
رسیدش ز دندان ماری گزند … وزان درد افغان او شد بلند
پیمبر با و گفت آهسته باش … رسیدند اعدا مکن راز فاش
مخور غم نگردان صدار بلند … که از زخم افعی نیابے گزند

ثبوت مین امر پنجم کے

بغار اندرون تا سه روز و شب … بسر برد آن شه بفرمان رب
شدی پور بوبکر هنگام شام … به بردی دران غار آب و طعام
نمودی هم از حال اصحاب شر … حبیب خدای جهان را خبر

ثبوت مین امر ششم کے

نبی گفت پس پور بوبکر را … که اکنون پدر را اهل صدق و صفا
دو جمازه باید کنون راه وار … که ما را رساند به یثرب دیار
برفت از برش پور بوبکر زود … بدنبال کاری که فرموده بود
هم از اهل دین بد یکی جمله دار … بر او کرد راز نبی آشکار
از و جمله دار این سخن چون شنود … دو جمازه در دم مهیا نمود

تہی شد ازان قوم آن کوہ و دشت — رسول خدا عازم راہ گشت
بصبح چہارم برآمد ز غار — دو جمازہ آوردہ بد جملہ دار
نشست از بر یک شتر شاہ دین — ابوبکر را کرد با خود قرین
برامد بران دیگری جملہ دار — بہمراہ او گشت عامر سوار

پس نہایت تعجب کی بات ہی کہ باوجودیکہ مؤرخین شیعون کے ان خدمتون کا اقرار کرتے ہین اور پھر بھی ابو بکر صدیق رض کی صدیقیت کا اقرار نہین کرتے +

ساتوان اعتراض ساتوین فضیلت پر

ہمنے اوپر بیان کیا ہی کہ لِصَاحِبِہٖ کی لفظ سے صاحبیت ابوبکر صدیق کی ثابت ہوتی ہی اور یہ رتبہ کسی دوسریکو نصیب نہین ہوا کہ خدا نے کسیکی صحابیت کو تخصیص کرکے بیان فرمایا ہو اسپر علماے شیعہ چند طرح سے اعتراض کرتے ہین (اول) اس طرح پر کہ لفظ صاحب سے مراد ہمراہ کی ہی اس سے کوئی فضیلت ثابت نہین ہوتی بلکہ اللہ جلشانہ نے اپنے کلام مین کافر کو مومن کا صاحب بیان کیا ہی چنانچہ فرماتا ہی فَقَالَ لِصَاحِبِہٖ وَہُوَ یُحَاوِرُہٗ اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ اور دوسری جگہ فرماتا ہی کہ حضرت یوسف نے اپنے رفیقون سے جو قید مین تھے اور کافر تھے فرمایا یَا صَاحِبَیِ السِّجْنِ پس اس صاحب کی لفظ سے فضیلت بیکطرف اسلام کا ثبوت بھی نہین ہوسکتا اور صحابیت اصطلاحی کے لیے ایمان کا ہونا ضرور ہی کہ وہ ابوبکر صدیق کو حاصل ہی نہ تھا پس وہ فضیلت جو اس لفظ سے ظاہر ہوتی ہی نسبت انکے ثابت نہین ہوسکتی چنانچہ آیت اول کا جواب یہ ہی کہ بیشک آیۃ فَقَالَ لِصَاحِبِہٖ وَہُوَ یُحَاوِرُہٗ مین اللہ جلشانہ نے کافر کو صاحب مومن کا فرمایا مگر اسی وقت اسکی اہانت بھی بیان کردی اور اسکا کفر ظاہر کردیا اور کہدیا کہ اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ اور یہان جو صدیق اکبر کو صاحب بیان کیا تو اسکے ساتھ ہی وہ کلمہ جو محبت اور تسلی پر دلالت کرتا ہی بیان کردیا کہ پیغمبر کیطرف سے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ نہ غمگین ہو خدا ہمارے ساتھ ہی پس دونون مین کیا مناسبت ہی اور دوسری آیت کا یہ جواب ہی کہ صَاحِبَیِ السِّجْنِ مین صاحب کا لفظ مضاف سجن کیطرف ہی نہ حضرت یوسف کیطرف اور اس آیہ مین لفظ صاحب کا مضاف نبی کی طرف ہی، رہا ایمان لانا ابوبکر صدیق کا وہ بروایات معتبرۂ امامیہ کے ثابت ہی چنانچہ مجالس المومنین مین قاضی نور اللہ شوستری نے لکھا ہی کہ { خالد بن سعید از سابقین اولین بودہ اسلام او مقدم بر اسلام ابوبکر بودہ بلکہ ابوبکر بہ برکت خوابی کہ او دیدہ بود مسلمان شدہ بود بالجملہ سبب اسلام خالد آن بود کہ در خواب دیدہ بود کہ بر کنار آتشی افروختہ ایستادہ است و پدر او میخواہد کہ او را در آتش اندازد کہ ناگاہ رسالت پناہ

گریبان او گرفتہ بجانب خود کشید و باو گفت کہ بجانب من بیا تا بہ آتش نیفتی خالد ازین خواب ہولناک بیدار شد
و قسم یاد کرد کہ این خواب من صحیح است و انگاہ متوجہ خدمت حضرت رسالت گردید در راہ ابوبکر با او ملاقات نمود و از حال او
پرسید خالد صورت واقعہ با او بیان نمود ابوبکر نیز با او موافقت کرد و بخدمت آن حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آمدند و
بشرف اسلام فائز گردیدند} اِس روایت کے دیکھنے والے انصاف کر سکتے ہین کہ جو شخص اسلام کی سچائی پر بالہام
غیبی یقین لایا ہو اور جسکو خدا نے رویا رصادقہ کے ذریعے سے ایمان پر راغب کیا ہو اُسکی نسبت کسکی زبان سے نکل سکتا ہی
کہ وہ ایمان سے بے بہرہ تھا برائے خدا کوئی قاضی نور اللہ شوستری کے اِس فقرے کو کہ {ابوبکر بہ برکت خوابی کہ
او دیدہ بود مسلمان شدہ بود} مجتہد صاحب کے اِس فقرے سے کہ {خلیفہ اول از اول امر از ایمان بہرہ نداشت
باتفاق من علمار الامامیہ} مطابق کرے اور انصاف سے نہ گذرے کہ اِن لوگون کو دشمنی اور عداوت نے کیسا
اندھا کر دیا ہی کہ ایسے صدیق کے ایمان سے انکار کرتے ہین جسکو خدا نے بذریعہ رویا رصادقہ کے حقیقت اسلام
پر آگاہ کر دیا ہو اگر کوئی کہے کہ قاضی نور اللہ شوستری نے اسلام کا اقرار کیا ہی اور مجتہد صاحب نے ایمان سے انکار فرمایا ہی
اُسکا جواب ہم چند طرح سے دیتے ہین (اول) یہ کہ ہمکو یہ امر ثابت کرنا ہی کہ ابوبکر صدیق نے پیغمبر صاحب کی
نبوت کو دل سے سچ جانا اور حضرت کی دعوت کو دل سے قبول کیا اُسکا نام مجتہد صاحب اسلام رکھین یا ایمان سو
بفضلہ تعالی قاضی نور اللہ شوستری کے اقرار سے ثابت ہو گیا اور اگر مجتہد صاحب نے ایمان اور اسلام کی
لفظون مین اِس نظر سے فرق کیا ہو کہ ایمان سے مراد تصدیق بالجنان ہی اور اسلام سے فقط اقرار باللسان
اور ایمان سے ابوبکر صدیق کے اس لیے انکار کیا کہ اُنکو پیغمبر صاحب کی نبوت پر تصدیق قلبی کا مرتبہ نہ تھا تو
اُنکے تکذیب کیلیے اُنھین کے شہید ثالث کا اقرار کافی ہی یعنی {ابوبکر ببرکت خوابی کہ او دیدہ بود مسلمان شدہ بود}
(دوم) ہمنے مانا کہ ایمان اور اسلام مین فرق ہی اور اِس روایت سے شہید ثالث کی اسلام ابوبکر کا ثابت ہوتا ہی
نہ ایمان لیکن ہم ابوبکر صدیق کا ایمان بھی امیر المومنین علی مرتضی کے اقرار سے ثابت کرتے ہین اور مجتہد صاحب
کے تار و پود کو درہم و برہم کیے دیتے ہین مومنین کو چاہیے کہ اُسکو غور اول سے سنین اور اپنے بزرگون کی
بیخبری پر افسوس کرین کہ علامہ حلی نے شرح تجرید مین لکھا ہی {کہ قال علیہ السلام یوما علی المنبر انا الصدیق
الاکبر انا الفاروق الاعظم اسلمت قبل ان اسلم ابوبکر و آمنت قبل ان آمن} کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایکدن
منبر پر یہ فرمایا کہ مین ہون صدیق اکبر مین ہون فاروق اعظم اسلام لایا قبل اسلام ابوبکر کے اور ایمان لایا قبل
ایمان لانے ابوبکر کے پس علامہ حلی نے حضرت علی کی زبان سے اسلام بھی ابوبکر کا اور ایمان بھی اُنکا ثابت کر دیا اگر نور اللہ
شوستری کے قول سے مجتہد صاحب کا قول باطل نہوا تھا تو اب علی مرتضی کے قول سے اُنکا یہ قول کہ {خلیفہ اول
از ایمان بہرہ نداشت} باطل ہو گیا (والحمد للہ علی ذلک) بلکہ اِس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کو

ابو بکرؓ کے ایسی وقعت اور عزت اور شہرت تھی کہ حضرت علیؓ نے فخر یہ بیان کیا کہ مین اُنسے بھی پہلے ایمان اور اسلام لایا اگر موافق قول شیعون کے ابو بکر صدیقؓ ایمان اور اسلام مین کامل نہوتے یا معاذ اللہ منافق ہوتے یا طمع دنیا سے ایمان لائے ہوتے تو حضرت علیؓ اُنسے پیشتر ایمان لانے پر افتخار کیون کرتے (سوم) اِس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ابو بکر صدیقؓ کے اسلام و ایمان کی نسبت جو علماے امامیہ کا قول ہی کہ وہ صرف ظاہر مین اسلام لائے تھے اور کاہنون کے کہنے سے بہ طمع خلافت مسلمان ہو گئے تھے وہ بالکل غلط ہی لیکن قاضی صاحب کی شہادت ہے جسمین اُنھون نے ابو بکر صدیق کو سابقین اولین مین بیان کیا اُنکے اگلے پچھلے جھوٹھے ہو گئے اور یہ کوئی خیال نہ کرے کہ قاضی صاحب کے اِس فقرے نے فقط اپنے علما اور مجتہدین کے قولون کو باطل کیا بلکہ اپنے حضرت صاحب الامر کے قول کو بھی رد کر دیا یعنی شیعون کے امام مہدی صاحب کا بھی یہی قول ہی کہ ابو بکر صدیقؓ دنیا کی طمع سے ایمان لائے تھے اور یہودیون سے پیغمبر صاحب کی بادشاہت اور غلبے کا حال سنا کرتے تھے پس موافق اُنکے کہنے کے ظاہر مین کلمہ گو ہو گئے تھے چنانچہ اسکو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار سے رسالہ رجعیتہ مین بروایت شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی کے لکھا ہی کہ {اسلام ابو بکر طوعاً بود اما برای طمع دنیا زیرا کہ ایشان با کفرۂ یہود مخلوط بودند (الی قولہ) چون حضرت دعوی رسالت فرمود ایشان از روی گفتۂ یہود بہ ظاہر کلمتین گفتند و در باطن کافر بودند} الغرض ان روایتون سے اسلام اور ایمان ابو بکر صدیقؓ کا بخوبی ثابت ہوا اور جب ایمان اور اسلام اُنکا بخوبی ثابت ہوا تو لِصَاحِبِہٖ کے لفظ سے یہ بھی بہ نص قرآن ثابت ہوا کہ وہ پیغمبر کے صاحب تھے اور پیغمبر صاحب کے اصحابون کے جو فضائل اور درجات ہین اور جنکو علماے امامیہ بھی تسلیم کرتے ہین اُنکے مصداق بھی ٹھہرے پس باوجود اسکے جو کوئی صحابیت سے اِنکار کرے اور اُنکے فضائل کو نہ مانے وہ منکر نص قرآنی ہی+

آٹھوان اعتراض آٹھوین فضیلت پر

ہمنے اوپر بیان کیا ہی کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا سے ثابت ہوتا ہی کہ جب ابو بکر صدیقؓ نے کفار کو درِ غار پر آپہونچا ہوا دیکھا تو وہ بخیال اسکے کہ حضرت کو صدمہ نہ پہونچے اندوگہین ہوے تب حضرت نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ کچھ غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہی اور مَعَنَا جس مین ضمیر جمع متکلم کی ہی اِس لیے فرمایا کہ اُس معیت مین خدا کی ابو بکر بھی شریک ہووین پس پیغمبر صاحب نے ابو بکر کو بھی اُس معیت مین اپنے شامل کر لیا اسپر چند طرح سے امامیہ اعتراض کرتے ہین (اول) اس طرح پر کہتے ہین کہ حزن ابو بکر کا طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہی اور اگر معصیت تھا تو عصیان ابو بکر ثابت ہوا (دوسرے) ابو بکر کو خدا اور اُسکے رسول کے قول پر یقین نہ تھا اور

باآنکہ اپنی آنکھ سے غار میں بہت سی نشانیان حفاظت کی دیکھیں مثل کبوترون اور عنکبوت وغیرہ کے مگر تب بھی انکو
یقین حفاظت پر نہوا اور خوف کے مارے زور زور سے رونا شروع کیا اور ہر چند پیغمبر خدا نے جھچکارا اور زجر
توبیخ باز رکھنا چاہا مگر وہ رونے اور چلانے سے باز نہ رہے (تیسرے) ابوبکر کا رونے اور چلانے سے یہ
مقصد تھا کہ کفار آواز سن لین اور پیغمبر صاحب کو گرفتار کر لین اور اسی واسطے حضرت انکو سمجھاتے اور رونے سے باز رکھتے تھے
لیکن وہ باز نہ رہتے تھے اور اپنی بدنیتی اور فساد باطنی کو رونے کے پیرایے مین ظاہر کرنا چاہتے تھے بلکہ بعض دانشمندون نے
اسقدر اور بڑھا دیا ہی کہ جب ابوبکر کا رونے سے کام نہ نکلا اور کافرون نے انکی آواز نہ سنی تب انھون نے اپنا پانون
غار سے باہر کر دیا کہ کفار دیکھ لین اور غار کے اندر گھس آوین کہ اسی وقت خدا کے حکم سے سانپ نے انکے پانو مین
کاٹا اور بمجبوری انھون نے اپنا پانون اندر کھینچ لیا (چوتھے) جب ابوبکر کا مطلب پانون کے باہر کرنے سے
بھی حاصل نہوا یعنی کافرون نے آکر حضرت کو غار مین سے نہ پکڑا تب اور طرح سے پیغمبر خدا کو تکلیف دینا شروع
کیا یعنی حضرت علی کی یاد کرنے لگے اور انکی تنہائی پر اپنا رنج ظاہر کرنے لگے تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ لَاتَحْزَنْ
کہ ای ابوبکر اپنا رنج علی کی تنہائی پر ظاہر نہ کر اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہی (پانچوین)
اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا سے دو معنی مراد لیتے ہین ایک یہ کہ خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہی دوسرے یہ کہ ابوبکر سے
پیغمبر خدا نے کہا کہ خدا ہمارے ساتھ ہی یعنی ہماری نیکی پر اور تمھاری بدی پر مطلع ہی ہم کو نیکی کا صلہ اور تمکو بدی کا بدلا
دیگا ان تقریرون کو سنکر ہر شخص محو حیرت ہوگا اور زانوے تحیر سے سر نہ اٹھائیگا اور تعجب کریگا کہ یہ اعتراض ہی یا
مجنونون کی بڑ ہی جواب ہی یا دیوانون کی جھک ہی بلکہ جو لوگ عقل و دانش رکھتے ہین انکو تو یقین ہی اسپر نہوگا کہ یہ
تقریرین کسی عالم یا مجتہد کی زبان سے نکلی ہونگی مگر جس کسیکو شک ہو وہ احقاق الحق اور مجالس المومنین وغیرہ کو کھول کر
دیکھے کہ انھین تقریرون کو شہید ثالث نے کس آب و تاب سے لکھا ہی اور ملا خضر مشہدی نے ان تقریرون پر
کیسا فخر کیا ہی اور صاحب تقلیب المکائد نے بجواب تقریر خاتم المحدثین کے اسی پر کیسا کچھ ناز کیا ہی بلکہ مولانا صاحب
پر بڑا طعنہ کیا ہی کہ انھون نے قاضی نور اللہ شوستری کی تقریرون کو بعینہ نقل نہین کیا اور ان لفظون سے اپنا غصہ
ظاہر کیا ہی کہ { ناصبی را می بایست کہ این عبارت جناب قاضی را نقل میکرد و بران انچہ می توانست وارد میکرد
تراشیدن تقریری از طرف خود و نسبت دادن بہ طرف شیعیان و بعد ازان بجواب آن مشغول شدن از اعظم مکائد
این ناصبی ست } اب ہم ان تقریرون کا خلاصہ تو لکھ چکے اصل عبارتکو بھی لکھتے ہین اور نہایت ادب سے
خدمت مین حضرات شیعہ کے عرض کرتے ہین کہ وہ ذرا انصاف فرماوین کہ یہ تقریرین ایسی ہین کہ انپر کوئی ناز کرے
یا ایسی ہین کہ انسے شرما دے ہمارے نزدیک اگر کسی دانشمند یا صاحب حیا و شرم کیطرف ایسی تقریرون کو کوئی
منسوب کرے تو ضرور وہ اس نسبت کو اپنا عار و ننگ سمجھے گا اور ایسی پوچ اور بیہودہ باتون کے انتساب سے شرمائیگا

لہ وجوہ بوجوہ [illegible]

معلوم نہین کہ قاضی صاحب اور ملا صاحب نے اِن تقریرون مین کونسے مضامین حکیمانہ درج کیے ہین اور کیسے جواہر بیش بہا اُنمین رکھے ہین جنپر اُنکو اور اُنکے مقلدین کو اسقدر ناز وافتخار ہی ہم تو اُنمین ایک بات بھی ایسی نہین پاتے جو بیہودگی سے خالی ہو اور ایک لفظ بھی ایسا نہین دیکھتے جو سفاہت اور رکاکت سے محفوظ ہو شعر

زپای تا بسرش ہر کجا کہ می نگرم	کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

ہمارے نزدیک تو شاہ صاحب قدس اللہ سرہ نے بڑا احسان قاضی صاحب اور ملا صاحب پر کیا تھا کہ اُنکی تقریرون کو بلفظہ نقل نہ کیا اور فضیحت اور رسوائی سے اُنکو بچایا لیکن چونکہ حضرات امامیہ کو اُنکی تشہیر ہی منظور ہی اس لیے اب ہمنے بمجبوری اُنکو نقل کردیا اگرچہ ہمکو ایسی بیہودہ تقریرون کے جواب مین لکھنا اوقات کو ضائع کرنا ہی مگر تنبیہا للسفہا کچھ لکھتے ہین بہ نسبت پہلے اعتراض کے کہ حزن ابو بکرؓ کا طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر صاحب نے کیون منع کیا اور اگر معصیت تھا تو ابو بکر کا گنہگار ہونا خدا کی کتاب سے ثابت ہوا جواب الزامی یہ ہی کہ اللہ جل شانہ نے جو خطاب حضرت موسیٰؑ سے کیا ہی کہ لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی اور حضرت لوط سے فرمایا ہی کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْکَ وَاَہْلَکَ اور پیغمبر خدا سے فرمایا ہی کہ لَا یَحْزُنْکَ قَوْلُہُمْ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت لوطؑ کو خوف تھا اور پیغمبر خداؐ کو کافرون کی باتون سے رنج ہوتا تھا خدا نے اُنکے اطمینان اور تسلی کے لیے لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ فرمایا پس ہم شیعیان پاک سے پوچھتے ہین کہ اُن پیغمبرونکا خوف طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہی اگر معصیت تھا تو انبیاء معصومین کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہی پس جو کچھ وہ اِسکا جواب دینگے وہی ہماری طرف سے سمجھین اسکے جواب مین قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین بہ ضمن حکایات مفیدہ شیخ مفید کے بجواب تقریر ابو الحسن خیاط رئیس معتزلہ کے لکھا ہی کہ انبیا کی عصمت بدلیل عقلی ثابت ہی اس لیے جو نہی اُنکی نسبت ہی اُس کے ظاہری معنی مراد نہین ہوسکتے اور ابو بکر کی عصمت ثابت نہین اس لیے جو نہی اُنکی شان مین ہی اُسکے ظاہری معنی مراد ہین وہذہ عبارتہ {مضمون آن آیات نہی ست لیکن انبیا را از ارتکاب قبیحی کہ فاعل آن مستحق ذم میشود بواسطۂ دلیل عقلی کہ بر عصمت انبیا و اجتناب ایشان از گناہان قائم گشت موجب عدول از ظاہر شدہ از ظواہر آن آیات عدول میکنیم وہرگاہ اتفاق حاصل باشد در انکہ ابو بکر معصوم نہ بود واجب ست کہ اجرای نہی کہ در شان آن واقع شدہ بر ظاہر آن کہ قبح حال ابو بکر ست بماند} بجواب اِسکے ہم یہ کہتے ہین کہ خوف کو معصیت مین شمار کرنا ہی غلط ہی اور انبیا نے جو خوف کیا اور خدا نے اُنکو اُس سے مطمئن کیا اُس نہی کو بلا ضرورت ظاہر سے عدول کرنا ہی لغو ہی بلکہ خوف کو معصیت قرار دیکر عمدًا انبیا پر تہمت کرنا ہی اور جو فرقہ انبیا کی عصمت کا قائل نہین ہی اُسکو تقویت دینا ہی حالانکہ خوف منجملہ اُن امور بشریت کے ہی

جنسے کسی بشر کو خواہ وہ نبی ہو خواہ امام ہو خواہ ولی ہو چارہ نہین اور اُسپر خدا کی طرف سے بھی مواخذہ نہین ہی چنانچہ حضرت موسیٰؑ اور ہارون کو حکم ہوا کہ فرعون کو جاکر سمجھاؤ اور اُسکو دعوت ایمان کی کرو تو اُنھون نے خوف کیا اور یون کہا کہ رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَا اَوْ اَنْ یَّطْغٰی کہ خداوندا ہمکو خوف ہوتا ہی کہ کہین ہمپر وہ زیادتی نکرے تب اللہ نے مطمئن کیا اور فرمایا کہ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا کہ کچھہ خوف نکرو مین تمھارے ساتھہ ہون پس ذرا غور کرنے کا مقام ہی کہ جب حضرت موسیٰؑ اور ہارون باوجود نبوت کے خوف کرین اور خدا کی طرف سے اِس خوف پر اُنکو عتاب نہووے اور اُنکی نبوت مین فرق نہ آوے تو اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو بالاتفاق نہ نبی تھے نہ معصوم خوف کیا تو کیا گناہ کیا بلکہ جسطرح خدا نے حضرت موسیٰؑ اور ہارون کو اِنَّنِیْ مَعَکُمَا کہکر مطمئن کردیا اُسی طرح پر پیغمبر خدا نے اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرماکر ابوبکرؓ کو مطمئن کردیا ہمکو شہید ثالث کی سمجھہ پر نہایت تعجب آتا ہی کہ ابوبکر صدیقؓ کے محزون اور مغموم اور خائف ہونے سے خوف کو بھی گناہون مین داخل کردیا اور ایک ابوبکرؓ کے ذمے گناہ ثابت کرنے کے لیے تمام پیغمبرونکی نسبت معاصی کا الزام لگایا اور بلاضرورت الفاظ خوف کو اُنکے حقیقی ظاہری معنی سے عدول کیا لیکن جب کہ جابجا قرآن مین الفاظ خوف کے انبیا کی نسبت وارد ہین اور مفسرین نے اُسکے ظاہری معنی مراد لیے ہین اور کسی نے خوف کو معصیت اور گناہ اور نقص مین شمار نہین کیا ہی تو ایک شہید ثالث کے کہنے سے کچھہ نہین ہوسکتا چنانچہ آیۂ فَاَوْجَسَ مِنْھُمْ خِیْفَۃً کی تفسیر مین علامہ طبرسی نے جو محققین شیعہ سے ہین لکھا ہی کہ {فلما امتنعوا عن الاکل خاف منھم وظن انھم یریدون سوءا فقالوا ای قالت الملائکۃ لا تخف یا ابراھیم} کہ جب فرشتون نے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھہ کھانا نہ کھایا تو وہ ڈرے اور گمان کیا کہ کہین یہ لوگ کچھہ بدی سے پیش نہ آوین تب ملائکہ نے کہا کہ ای ابراہیمؑ کچھہ خوف نکرو اور ہمسے نہ ڈرو ہم آدمی نہین ہین پس خوف دور کرنے کے لیے جو کلمات تشفی اور تسلی کے بلفظ لَا تَخَفْ یا لَا تَحْزَنْ کلام الٰہی یا احادیث نبوی مین مذکور ہین اُنکو از قبیل اُس نہی کے تصور کرنا جو ارتکاب معاصی کے منع کے لیے مستعمل ہین بڑی غلطی ہی ورنہ اگر یہ امر تسلیم کرلیا جاوے کہ جہان لفظ لَا کا جو حرف نہی کا ہی استعمال کیا جاوے وہان مراد نہی عن المعصیت ہو یا جہان کسی شی کی نہی بیان ہو اُس سے اُسکا وقوع ہونا بھی ضروری سمجھا جاوے تو ہزارون اعتراض ائمۂ کرام پر ایسے وارد ہونگے کہ سوائے اُنکی عصمت کے دوسرا جواب حضرات امامیہ سے بن نہ پڑے گا مثلاً علل الشرائع مین لکھا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے ہین کہ {یا علی لا تتکلم عند الجماع ولا تنظر الی فرج امرأتک ولا تجامع امرأتک بشھوۃ امرأۃ غیرک} کہ ای علی نہ کلام کر وقت جماع کے اور نہ دیکھہ اپنی عورت کی شرمگاہ کو اور نہ صحبت کر اپنی بی بی سے اور کسی عورت کی شہوت پر پس اگر کوئی پوچھے کہ حضرت علیؑ یہ کام کرتے تھے یا نہ کرتے تھے اگر نہ کرتے تھے تو وہ قاعدہ باطل ہوا جاتا ہی کہ نہی شی وقوع شی پر دال ہی اور اگر کرتے تھے تو وہ فعل طاعت تھا

یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر خدا نے کیون منع کیا اگر معصیت تھا تو امام معصوم کا گنہگار ہونا ثابت ہوا اگر
کوئی یہ جواب دے کہ امام معصوم ہوتے ہین اس لیے اس نہی کو اگرچہ نہی عن المعصیت ہی {از ظاہر آن عدول سکیم} تو ہم بھی
بمجبوری یہ کہنے لگین گے کہ ابوبکر صدیقؓ بھی محفوظ تھے اس لیے ہم بھی نہی لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کو از ظاہر آن
عدول می کنیم ای یار وہیی صریح اور صاف بات کو عناد اور عداوت سے کیون معما اور پہیلی بنائے دیتے ہو
اور سیدھی سچی بات کو کس لیے مشکل کیے دیتے ہو ذرا انصاف کرو کہ اگر کوئی دوست کسی دوست پر صدمہ پہونچنے
سے رنج کرے اور وہ دوست اسکو مطمئن کرے اور کہے کہ کچھ خوف نکر اللہ ہمارا مددگار ہی تو یہ کہنا از روی تشفی اور
تسلی کے ہی یا از قسم زجر و توبیخ کے اگر تشفی اور تسلی کے قسم سے ہو تو لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کو بھی اُس قسم سے سمجھو
خدا کی آیتون کی تحریف لفظی نہ کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ نہی کے حرف کا استعمال واسطے منع اور زجر و توبیخ کے ہوتا ہی
بلکہ واسطے ترحم اور شفقت کے بھی ہوتا ہی چنانچہ اگر قرآن مجید کی لفظون پر کوئی غور کرے تو اسکو خود معلوم ہو جائیگا
کہ اکثر جگہ خدا نے پیار اور محبت مین بھی حرف نہی کا استعمال کیا ہی چنانچہ پیغمبر خدا سے فرماتا ہی کہ لَاتُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ
لِتَعْجَلَ بِہٖ کہ بہت جلدی زبان نہ کھول دیا کر اور میرے کلام کو پورا سن لیا کر اور دوسرے مقام پر فرماتا ہی کہ
فَلَا تَذْہَبْ نَفْسُکَ عَلَیْہِمْ حَسَرَاتٍ کہ لوگون کے پیچھے تیری جان نہ جاتی رہے تو اُنکے لیے اپنی جان نہ دے
تو کیا ان کلمات کو بھی قاضی صاحب زجر و توبیخ کے کلمے سمجھین گے اور تحریک لسان اور ذہاب نفس کو معصیت
اور ذم تصور کرکے بلحاظ عصمت حضرت کے ظاہر سے عدول کرینگے اور اگر ان کلمات کو رحمت اور شفقت پر
محمول کرین گے تو اپنے دعوی کے سفاہت کے قائل ہونگے (اعتراض دوسرا) کہ ابوبکرؓ کو خدا اور رسولؐ پر
کچھ یقین نہ تھا اس لیے باوجود دیکھنے بہت سی نشانیون حفاظت کے وہ رونے اور ہاے ہاے مچانے لگے
اسکا جواب یہ ہی کہ ہاے ہاے کرنا اور زور زور سے چلانا ابوبکر صدیقؓ کا کسی طرح پر ثابت نہین ہی اس لیے
کہ قرآن مجید سے تو حزن کرنا ثابت ہوتا ہی اور حزن کے معنی نوحہ اور فریاد کے نہین ہین اگر کوئی خاص لغت
کی کتاب حضرات امامیہ کی ایسی ہو کہ جو الفاظ صحابہ کبار کی شان مین ہون اُنکے کچھ معنی ہی علیحدہ اُسمین لکھے
ہون تو ہم نہین جانتے ورنہ حزن کے معنی غم کے ہین نہ ہاے ہاے مچانے اور زور سے چلانے کے جسکو
نور اللہ شوستری نے احقاق الحق مین لکھا ہی کہ {حتی غلبتہ بکائہ وتزائد قلقہ وانزعاجہ} علاوہ اسکے خود
مفسرین امامیہ کی تفسیر پر خیال کرنا چاہیے کہ انھون نے حزن کے کیا معنی لکھے ہین پس مفسر کاشانی نے
خلاصۃ المنہج مین اسکا ترجمہ کیا ہی کہ {چون گفت پیغمبر یار خود را اندوہ مخور} اور علامہ طبرسی نے فرمایا ہی
{لاتحزن ای لاتخف} پس ہمکو سراسر حیرت ہی کہ قاضی صاحب نے حزن کے معنی نوحہ و فریاد کے کہان سے
نکالے اور یہ امر کہ خوف مقتضاے بشریت ہی اور انبیا اور ائمہ کو بھی ہوا ہی اور معصیت نہین ہی ہم اوپر ثابت

کرائے ہین اور اب پھر ثابت کرتے ہین کہ حضرت موسیٰؑ نے خود اللہ جلشانہٗ سے کہا کہ اَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنَ کہ مین ڈرتا ہون
کہ کہین فرعون اور اُسکے لشکری مجھے قتل نہ کرڈالین تب خدا نے فرمایا کہ لَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ کہ ہرگز اسکا خوف
نہ کر تو امن و امان مین رہیگا بلکہ علماے امامیہ نے حضرت موسیٰ کے خائف ہونے کا ایسے موقع پر اقرار کیا ہی کہ نہ اس سے
انکار کر سکتے ہین نہ اُسکی تاویل کر سکتے ہین چنانچہ جو دلیل حضرت علیؓ کی حضرت موسیٰ سے افضل ہونے پر بیان کی ہی
اُسمین یہی تقریر کی ہی کہ حضرت موسیٰؑ جب مصر سے مدین کو جاتے تھے تب وہ خائف اور ہراسان تھے
فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَّتَرَقَّبُ اور حضرت علیؓ ہجرت کی رات کو بے خوف پیغمبرؐ کے بستر پر بفراغ خاطر سوتے تھے
اگر کچھ بھی خوف ہوتا تو ہرگز انکو نیند نہ آتی اور اگر اسپر بھی حضرات شیعہ کی خاطر جمع نہو اور ابوبکر صدیقؓ پر خوف
و ترس کے الزام لگانے سے باز نہ آوین تو ہم اُنکے اقرار سے خود پیغمبر خدا کا خائف ہونا ثابت کرتے ہین چنانچہ صاحب
تقلیب المکائد کید ہشتاد و ہفتم کے جواب مین فرماتے ہین کہ ﴿اگر خوف قتل و قتال نہ بود پیغمبر خدا چرا مخفی بیرون رفت
وحال آنکہ سبب ہجرت فرمودن رسول خدا محض خوف قتل بود﴾ بارخدایا سمجھ مین نہین آتا کہ علماے شیعہ
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حزن و خوف کو کس طرح اُنکے عدم یقین پر محمول کرتے ہین جبکہ انبیا و مرسلین کے حزن و
خوف کا خود اقرار کرتے ہین اور خاص سید الانبیا کی ہجرت کا سبب محض خوف قتل کہتے ہین ہمارے عقیدے کے
موافق ابوبکر صدیقؓ حضرت موسیٰ سے افضل نہ تھے کہ خائف نہوتے پیغمبر خدا سے زیادہ اطمینان اُنکو نہ تھا کہ
قتل و قتال سے نہ ڈرتے یہ عقیدہ تو حضرات شیعہ کا ہی کہ حضرت موسیٰؑ کو خائف بتلاوین پیغمبر خدا کی نسبت
قتل و قتال کے خوف سے نسبت دینے کو عیب نہ جانین لیکن حضرت علیؓ کی نسبت خوف کا خیال بھی نہ کرین اور
اُنکے تقیے کو ہتک آبرو کے خوف کا سبب سمجھین جیسا کہ تقلیب المکائد کا مؤلف لکھتا ہی ﴿تقیہ بجہت خوف
ہلاکت جان خود نہ بود بلکہ بجہت خوف ہتک عرض و ناموس بود الی قولہ کہ دانستی کہ خوف حضرت
امیرالمومنین نہ از ہلاکت جان بود بلکہ خوف ہتک عرض و ناموس﴾ غرض کہ ان سب روایتون کے دیکھنے سے
یہ بات ثابت ہوگئی کہ الزام خوف کا ابوبکر صدیقؓ پر کسی طرح عاید نہین ہو سکتا اس لیے کہ اگر یہ کہا جاوے کہ
اُنکو قتل و قتال کا خوف تھا تو ایسا خوف باقرار علماے شیعہ انبیا کو بھی ہوا ہی اور اگر یہ کہا جاوے کہ اُنکو
قتل و قتال کا خوف نہ تھا بلکہ ہتک آبرو کا تو اس کا خوف حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ کو بھی ہوا ہی جو باعتقاد
شیعہ سب نبیون سے افضل اور سب پیغمبرون سے بہتر تھے الحاصل قرآن مجید کی آیتین اور ائمہ کی حدیثین اور علماے
امامیہ کے اقوال اسپر شاہد ہین کہ حضرت ابراہیمؑ سے پیغمبر جو خدا کے خلیل تھے اور حضرت موسیٰ سے نبی جو
خدا سے باتین کیا کرتے تھے اور حضرت سید الانبیا علیہ التحیۃ والثنا سے رسول جو خدا کے خاص محبوب تھے
اور حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ سے امام جو پیغمبر کے وصی اور خدا کے شیر تھے اور سب پیغمبرون سے افضل اور

بستر تھے قتل وقتال کے خوف اور عزت اور آبرو کے خوف اور ڈر سے محفوظ نہین رہے تو اگر ابوبکر صدیقؓ بھی خوف وترس سے نہ بچے ہون تو کیا عجب ہی لیکن ہمکو نہایت تعجب آتا ہی علماے شیعہ سے کہ اُنھون نے ابوبکر صدیقؓ کے ایک شب کے خوف پر اس قدر زبان درازی کی اور اُنکے خوف کو اُنکے کفر ونفاق کا نتیجہ سمجھا باوجودیکہ انکا عقیدہ ہی کہ تمام ائمہ کرام اول سے آخر تک پیدائش کے زمانے سے موت کے وقت تک ہر ساعت وہر لحظہ خوف مین رہے اور امام اول سے لیکر امام آخرالزمان تک سب کے سب تقیہ کرتے رہے ایک بھی ائمہ اثنا عشر سے ایسا نہین ہوا کہ جسکی عمر خوف وترس مین نہ گذری ہو اور ایک لحظہ بھی خوف سے مہلت پائی ہو آخر تقیہ جسکی بنا سراسر خوف پر ہی ایمان کا جزو اعظم قرار دیا گیا اور {التقیۃ دینی ودین آبائی} امامت کا کلمہ مقرر کیا گیا پس جبکہ ائمہ کرام باوجودیکہ موت وحیات اُنکے اختیار مین کہ جب تک چاہین زندہ رہین ملائکہ اُنکے حکم مین کہ جو چاہین وہ کرین نگاہ مین اُنکی وہ تاثیر کہ اگر پہاڑ کیطرف دیکھین تو وہ بھی پھٹ جاوے بازو مین اُنکے وہ قوت کہ اگر ایک ہاتھ اُٹھاوین اَسّی ہزار جن قتل ہو جاوین علم کا وہ حال کہ جو کچھ ہوا اور ہوگا سب سے آگاہ اور جو کچھ گذرا اور گذریگا سب سے واقف اعجاز کی یہ کیفیت کہ عصا ہاتھ سے گراوین اژدہا ہو جاوے کفار اور منافقین کیطرف اشارہ کرین ایکدم مین سب کو نگل جاوے اور پھر باوجود ایسی قدرت اور طاقت اور اعجاز کے تمام عمر خوف اور ترس مین رہین اور اپنی امامت کا دعویٰ تک نہ کرین جان وآبرو کے ڈر سے کسی سے سچ بات نہ کہین اگر کسی خاص خواص سے کوئی راز کی بات کہنے کو ہون تو دروازے بند کرلین ڈرتے ڈرتے اپنے شاگردونکو علوم دینی کی تعلیم دین اور اگر ایک ناصبی سامنے آجاوے تو انکار کر جاوین اپنے خلص احباب پر لعنت اور تبرا کرنے لگین اور حضرات شیعہ اُنکے خوف وترس پر کچھ بھی طعنہ نہ کرین اور اُنکی امامت اور فضیلت پر اُس سے کوئی شبہہ نہ لاوین بلکہ اُس خوف کو بہترین عبادت سمجھین اور تقیے کو ائمہ کرام کا دین سمجھین اور ابوبکر صدیقؓ کے ایک شب کے خوف پر اِس قدر زبان درازی کرین اور اُنکے خوف وترس کو اُنکے کفر ونفاق کی دلیل سمجھین باوجودیکہ نہ ابوبکر صدیقؓ کے اختیار مین موت وزندگی تھی نہ ملائکہ اُنکے تابع فرمان تھے نہ علم ماکان وما یکون اُنکو حاصل تھا نہ اَسّی ہزار جن کے قتل کر دینے کی اُنکو طاقت تھی معلوم نہین کہ حضرات شیعہ نے ائمہ کرام کے خوف مین اور ابوبکر صدیقؓ کے خوف مین مابہ الامتیاز کیا قرار دیا ہی کہ وہی خوف ائمہ کے حق مین فضیلت ہو اور ابوبکر صدیقؓ کے حق مین نقص وعیب مصرعہ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا + لیکن اگر ہم شیعون کے عقیدے کے موافق خوف کو انبیا اور ائمہ کی نسبت بسبب معصوم ہونے اُنکے ظاہر سے عدول کرین اور اِن آیات کی نسبت جنسے خوف اُنکا ثابت ہوتا ہی {از ظواہر آن عدول سکنم} کہین تو بھی کچھ حاصل نہین ہوتا اس لیے کہ علاوہ انبیا کے خدا کے کلام سے مومنین کا بھی خائف ہونا ثابت ہوتا ہی چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہی کہ

اِنَّ الَّذِینَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلَائِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَبْشِرُوا بِالْجَنَّۃِ الَّتِی کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ
کہ جو لوگ کہتے ہین کہ خدا ہمارا پروردگار ہی اور پھر مضبوط رہتے ہین اُنپر ملائکہ یہ کہتے ہوے نازل ہوتے ہین کہ
لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا کہ کچھہ خوف نہ کرو اور کچھہ حزن نہ کرو بس اس سے اُن مُومنین کا جو اپنے ایمان پر نہایت مضبوط ہوئے
ہین خائف اور محزون ہونا ثابت ہوا اور پھر ایک دوسری جگہہ پر اللہ جلشانہ مومنین سے فرماتا ہی کہ وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ
الْاَعْلَوْنَ کہ کچھہ غم نکرو تمھین کو غلبہ ہوگا بس معلوم نہین اِن آیتون مین جو مُومنین کی نسبت لفظ لَا تَحْزَنُوا کا
ہی یہ بھی زجر و توبیخ کے واسطے ہی یا تسلی اور تشفی کے لیے ہین یہ تو ظاہر ہی کہ قاضی صاحب بھی اسکا اقرار کرینگے
کہ یہان بھی زجر و توبیخ کے لیے ہی بلکہ یہی فرماوینگے کہ تسلی اور تشفی کے لیے تو پھر ہم نہین سمجھتے کہ ابوبکر صدیقؓ کے
شان مین جو لفظ لاتحزن کا ہی اُسکو کسطرح زجر و توبیخ کے لیے بیان کرتے ہین تعجب کی بات ہی کہ ایک ہی کلمہ
لَا تَحْزَنْ ہزار جگہہ واسطے تسلی اور تشفی کے استعمال کیا جاے اور ایک جگہہ واسطے زجر و توبیخ کے ہان اگر کوئی
قرینہ عتاب و خفگی کا پایا جاتا تو ہم تسلیم کرتے کہ ابوبکر صدیقؓ کی نسبت کلمہ لَا تَحْزَنْ واسطے زجر و توبیخ کے
ہی سو وہ بھی نہین اس لیے کہ جسطرح مُومنین کی نسبت خدا نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنُوا اور آگے بیان کیا کہ
اَبْشِرُوا بِالْجَنَّۃِ کہ کچھہ غم نہ کرو تمھارے واسطے بہشت موجود ہی یا ارشاد کیا کہ لَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کہ کچھہ
غم نکرو تمھین کو غلبہ ہوگا اُسی طرح ابوبکر صدیقؓ سے بھی پیغمبر نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کچھہ غم نکرو
خدا ہمارے تمھارے ساتھہ ہی بس بظاہر دونون مین کچھہ فرق پایا نہین جاتا اس لیے اگر اُن آیتون مین
لَا تَحْزَنُوا واسطے تسلی اور تشفی کے ہی تو اِس آیت مین بھی تسلی کے لیے ہی اور اگر وہان واسطے زجر و توبیخ کے
ہی تو یہان بھی لیکن باوجود اتحاد الفاظ اور تطابق قراین کے لَا تَحْزَنُوا کو اُن آیتون مین تسلی پر اور یہان عتاب
پر محمول کرنا موجب ہزار حیرت اور باعث صد ہزار تعجب ہی لیکن ہم حضرات شیعہ کو معذور سمجھتے ہین کہ اگر الفاظ قرآنی سے
اُنکے حقیقی معانی مراد لین تو صدیق اکبرؓ کی صدیقیت کا اقرار کرنا پڑتا ہی اگر اقرار کرین تو مذہب ہاتھہ سے جاتا ہی پس
بجز اسکے کہ قرآن کی تحریف معنوی کرین اور کلام اللہ کی لفظون کے نئے نئے معنی بناوین اور کچھہ چارہ نہین ہی شعر

دست بیچارہ چون بجان نہ رسد	چارہ جز پیرہن دریدن نیست

اگر اسپر بھی حضرات شیعہ کے دلون مین کچھہ خطرہ رہ جاوے اور کوئی دانشمند یہ کہنے لگے کہ ہم نے مانا
کہ خوف گناہ نہین اور لَا تَحْزَنْ تسلی کا کلمہ ہی لیکن اتنا تو بھی ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق کو کامل یقین پیغمبر صاحب کے
وعدے پر اور خدا کی حفاظت پر نہ تھا ورنہ کسی طرح اُنکو خوف نہوتا اسکا یہ جواب ہی کہ خود حضرات شیعہ کا اقرار
ہی کہ پیغمبر خدا بار بار ابوبکر صدیق پر خفا ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ چپ رہو راز کو فاش نہ کرو اور وہ نہ مانتے
تھے پس شیعون کیطرح ہر ایک ملحد کہہ سکتا ہی کہ پیغمبر صاحب کو بھی اپنے خدا کے وعدے پر اور حفاظت پر

یقین نہ تھا ورنہ جو بات افشاے راز کی کرتے تھے اُس سے پیغمبر صاحب گھبراتے اور بار بار ابوبکر پر بگڑ کے
فاش کرنے پر خفا ہوتے پس جو اُس ملحد کو حضرات شیعہ جواب دین وہی ہماریطرف سے قبول فرماوین لیکن اگر کوئی
ذرا بھی غور کرے تو موافق اصول اور عقاید شیعون کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نسبت حزن وخوف کا اطلاق ہو ہی نہین
سکتا اس لیے کہ اگر وہ اقرار کرین کہ ابوبکر صدیقؓ حقیقت مین خائف تھے تو ہم پوچھتے ہین کہ اُنکو اپنی جان کا اندیشہ اور
اپنے اوپر تکلیف پہونچنے کا ڈر تھا یا پیغمبر صاحب کے ایذا و مصیبت کا خوف اگر اُنکو اپنی جان کا خوف تھا تو یہ قول
باطل ہوا جاتا ہی کہ وہ دشمنون سے ملے ہوے تھے اور راز فاش کرنا چاہتے تھے اس لیے کہ اگر وہ کافرون سے ملے ہوے
ہوتے تو پھر اُنسے انکو کیا ڈر ہوتا اور اگر کافرون سے ملے ہوے نہین تھے بلکہ اُنکو کافرون کیطرف سے خیال اپنے اوپر ایذا
پہونچنے کا تھا تو اس سے دو باتین ثابت ہوتی ہین ایک یہ کہ کفار بسبب ایمان اور رفاقت پیغمبر کے ابوبکر صدیقؓ
سے ایسی دشمنی رکھتے تھے کہ اُنکے قتل کے درپے تھے تو اس سے وہی بات ثابت ہوئی جسکا ہم دعوی کرتے ہین
(دوسرے) یہ کہ کبھی ابوبکر صدیق کا ارادہ راز فاش کرنیکا نہ تھا اس لیے کہ جن لوگون سے خود اُنکو خوف تھا اور جنکے
ڈر سے غار مین چھپے ہوے تھے انھین پر اپنا راز ظاہر کرتے اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت مین ڈالتے اور اگر یہ
کہا جاوے کہ ابوبکر صدیق کو خوف پیغمبر صاحب پر صدمہ پہونچنے کے خیال سے تھا تو یہ خوف ہزار اطمینان سے بہتر ہی
اور ایسے عیب پر ہزار ہنر قربان ہین اور ایسے خوف کو حضرات شیعہ گناہ کیا اگر کفر بھی سمجھین مگر ہم ثواب کیا ہزار
ایمان سے بہتر سمجھین گے اور سمجھتے ہین اور اِسی خوف سے حضرت صدیق اکبرؓ کی صدیقیت کا اعتقاد کرینگے اور کرتے
ہین اس لیے کہ اگرچہ ابوبکر صدیقؓ کو پیغمبر صاحبؐ کی جان اور سلامتی پر یقین کامل تھا مگر جب اُنھون نے دیکھا کہ شاہ
ہر دوسرا بادشاہ دین و دنیا ایک غار تنگ و تاریک مین رونق فزا ہی اور جسطرح چاند کسی وقت ابر مین چھپ
جاتا ہی اسی طرح ماہ نبوت غار مین چھپا ہوا ہی اور جسکا مقام عرش و کرسی ہی وہ ایک تنگ جگہ مین قیام فرما
ہی تو یہی حالت پیغمبر کی ابوبکرؓ کے دل کو پارہ پارہ کرتی تھی اور اُنکو بیچین کر رہی تھی چنانچہ ابوبکر صدیقؓ کا اول
خود غار مین جانا اور اُسکو صاف کرنا اور سب سوراخون کو اپنی قبا چاک کر کے بند کرنا اور پھر پیغمبر صاحب کو بلانا
اور اپنے زانو پر سُلانا اِسپر شاہد ہی اور پھر ایسی دردناک حالت مین جب اُنھون نے کفار کو در غار پر دیکھا تو بخیال
ایذاے پیغمبر کے جو کچھ صدمہ اُنکے دل پر ہوا ہوگا اُسکو وہی جانتے ہین یا وہ عاشق جانے جسکا معشوق
اُسکے سامنے کسی تکلیف و ایذا مین مبتلا ہوا ہو اور دشمن اُسکے اُسپر حملہ آور ہوے ہون اُسوقت کوئی اُس عاشق مسکین کی
کیفیت دیکھے کہ اُسکو اضطرار ہوتا ہی یا وہ اطمینان سے بیٹھا رہتا ہی ہان جسکو عشق و محبت سے خبر ہی نہو وہ عاشق
صادق کے خوف و اضطرار پر طعنہ نہ کرے تو کیا کرے اے بھائیو اول ذرا پیغمبر صاحب کے ساتھ محبت پیدا
کرو تب جو پیغمبر صاحب کے جان نثار تھے اُنپر الزام لگاؤ مگر جب تمکو محبت ہی نہین ہی تو تم اُسکی حقیقت کیا جانو + قطعہ

تو نازنین جہانے و ناز پروردہ | ترا ز سوز درون و نیاز ما چہ خبر
چو دل بہ مہر نگاری نبستۂ ہرگز | ترا ز حالت عشاق بینوا چہ خبر

ای شیعیان پاک ذرا مہربانی کرکے اپنے شہید ثالث کی موشگافیون پر غور کرو کہ ابوبکر صدیق رض کے حزن و غم کی نسبت کیا کچھہ زبان درازی فرمائی اور {قد ظهر من جزعه و بكائه ما يكون من مثله فساد الحال} کہکر انکی شان گھٹائی مگر وہ تحریر انکی خاک مین مل گئی اور سب تقریر انکی ہباءً منثورا ہوگئی آخر انھین باتون پر خیال کرکے اصلی خوف اور حزن سے انکار فرمایا اور اسکو تصنع اور بناوٹ پر محمول کیا اہل انصاف سے امید ہی کہ ذرا دل لگاکر اسکو بھی سنین اور جو کچھہ سحر بیانی اور جادو زبانی اس بیان مین حضرات امامیہ نے کی ہی اسپر احسنت اور آفرین کہین اور اسکا کچھہ خیال کرین کہ ایک دعوی کو چھوڑکر دوسرا دعوا کیون کرتے ہین اور ایک امر کا اقرار کرکے اس سے منکر کیون ہوجاتے ہین اس لیے کہ یہ امر اسی خاص بحث کے لیے مخصوص نہین ہی بلکہ ہر کلیہ اور ہر جزئیہ مین اس شان کا ظہور ہی ابھی کیا ہی جب مباحث امامت و خلافت کے آوینگے تب دیکھنا کہ یہ حضرات کیسا رنگ بدلتے ہین اور کیسے نئے نئے گل بوٹون سے تقریرونکو زینت دیتے ہین شعر

شاہد دلربای من میکند از برای من | نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو

جب حضرات امامیہ نے دیکھا کہ حزن اور خوف کے اثبات سے محبت صدیق اکبر رض کی ساتھہ پیغمبر صاحب کے ثابت ہوتی ہی تب اس دعوے کو چھوڑکر یہ دعوی کیا کہ ابوبکر رض کو کچھہ خوف نہ تھا بلکہ واسطے فاش کرنے راز کے جزع فزع کرتے تھے جیسا کہ رسالۂ حسینیہ مین لکھا ہی کہ {غرض نمایش از جزع و فزع و فریاد برای آن بود کہ مشرکان را اطلاع گرداند و آنہا بدانند کہ درین غار است} اور ملا خضر مشہدی نے لکھا ہی کہ {و ايضا مما اشتهر من لدغ الحية اياه انما كان يدر حيلة يريد اظهار امره} کہ جب ابوبکر رض کا کام رونے اور پیٹنے سے بھی نہ نکلا تب پانون بڑھا دیا کہ اسی کو دیکھکر کفار اندر غار کے چلے آوین تب خدا نے سانپ کو حکم دیا کہ اسنے پانون مین انکے کاٹا تب بمجبوری پیغمبر صاحب کا راز فاش ہونے سے بچا اسکے جواب مین ہماری زبان سے تو کوئی بات بھی نہین نکل سکتی اور ایسی حکیمانہ تقریر کی تردید ہم سے ہو ہی نہین سکتی اگر از شرق تا غرب اور از جن تا انس جمع ہون تب بھی کسی سے یہ عقدہ حل نہوگا فی الحقیقت جو صاحب تقلیب المکائد نے اپنے بزرگون کی تقریر نقل نہ کرنے پر مولانا صاحب قدس اللہ سرہ پر غصہ کیا ہی وہ نہایت ہی بجا تھا اگر وہ ان تقریرون کو نقل کردیتے اور بلفظہ ان عبارتون کو لکھہ دیتے تو حقیقت مین مذہب امامیہ کی پھر کسی کو کیا کلام رہتا اور پھر ابوبکر صدیق رض کی فضیلت کو کوئی کس طرح ثابت کرتا ہی یارو انصاف کرو اور حضرات امامیہ کے مجتہدین کے غزارت علم پر لحاظ فرماؤ کہ جو بات ہی وہ حکیمانہ جو قول ہی وہ محققانہ بسیار ہم

نوان اعتراض نوین فضیلت پر

اوپر ہمنے بیان کیا ہی کہ جب ابوبکر صدیق محزون اور غمگین ہوے اور اُنکو کسی قدر اضطراب ہوا تب اللہ جلشانہٗ نے اپنی تسلی
آپپر نازل کی جسکا بیان خدانے ان لفظون سے فرمایا ہی کہ فَاَنزَلَ اللّٰہُ سَکِینَتَہٗ عَلَیہِ اسپر حضرات امامیہ چند طرح سے
اعتراض کرتے ہین (اول) یہ کہ علیہ کی ضمیر راجع طرف پیغمبر خدا کے ہی نہ ابوبکر صدیق کے اس لیے اسکے یہ معنی
ہین کہ نازل کی تسلی اپنی خدانے اوپر پیغمبر کے جواب اُسکا یہ ہی کہ حزن اور خوف تو ابوبکر صدیقؓ کو تھا نہ پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو پس اگر علیہ کی ضمیر راجع طرف پیغمبر خدا کے ہو تو آیت کے یہ معنی ہونگے کہ جب ابوبکر صدیق کو خوف اور
اضطراب ہوا تو پیغمبر نے اُنسے کہا کہ کچھہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھہ ہی پس خدانے اپنی تسلی پیغمبر پر نازل کی اس عبارت
بے جوڑ اور بے ربط کو دیکھہ کر کون شخص ہی جو نہ ہنسیگا اور کسکو اسپر تعجب نہوگا کہ خوف اور اضطراب تو ابوبکر کو ہو اور
پیغمبر خدا اُنکی تشفی کرین اور خدا کی تسلی پیغمبر صاحب پر نازل ہو اگر حضرات امامیہ یہ فرماوین کہ پیغمبر خدا کو بھی خوف تھا
اس لیے خدانے آپپر تسلی نازل کی اُسکے جواب مین ہم کہینگے کہ حضرات امامیہ جب ابوبکر صدیق پر خوف کے سبب سے
طعنہ جبن و نامردی کا کرتے ہین تو پھر اب اُسی خوف کو کس مونہہ سے حضرت کی طرف منسوب کرتے ہین اور
اگر ہم حضرت کا خائف ہونا تسلیم بھی کرلین اور واسطے ازالہ خوف حضرت کے تسلی کا نزول حضرت پر قبول کرین
تو عبارت آیت کی لائق اصلاح معلوم ہوتی ہی یعنی بجاے ان لفظون کے جو خدانے فرمائی کہ اِذ یَقُولُ لِصَاحِبِہٖ
لَا تَحزَن اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنزَلَ اللّٰہُ سَکِینَتَہٗ عَلَیہِ اسطرح پر الفاظ آیت کی ہونے چاہیے تھی کہ (فانزل
اللہ سکینتہ علیہ فقال لصاحبہ لاتحزن) کہ پہلے خدانے اپنی تسلی حضرت پر نازل کی اور جب حضرت کو
اطمینان کامل ہوگیا تب حضرت نے ابوبکر سے کہا کہ کچھہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھہ ہی ورنہ آیت کی
لفظون سے تو یہ معنی جو حضرات شیعہ کہتے ہین نہین بنتے اس لیے کہ پہلے الفاظ سے صاف یہ معنی ظاہر ہوتے
ہین کہ پیغمبر خدا نے ابوبکر کو محزون دیکھکر فرمایا کہ لَا تَحزَن اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ کیون محزون ہوتے ہو خدا ہمارے
ساتھہ ہی پس حضرت کے اس کہنے سے خدانے اپنی تسلی ابوبکرؓ پر نازل کی تاکہ انکا حزن و غم جاتا رہے
پس اے یارو سوچو کہ آیت کے معنی اسطرح پر بنتے ہین جو ہم کہتے ہین یا اُس طرح پر جو تم کہتے ہو (دوسرا
اعتراض) کہ اللہ جلشانہ کو اگر ابوبکر صدیق پر تسلی نازل کرنا منظور ہوتا تو ضرور پیغمبر خدا کا ذکر کرکے ابوبکرؓ کا
ذکر کرتا اس لیے کہ خدانے بغیر شرکت رسول کے کبھی کسی پر تسلی نازل نہین کی چنانچہ قاضی نوراللہ شوستری نے
اس تقریر کو در ضمن حکایات مفیدہ شیخ مفید کے نہایت آب و تاب سے لکھا ہی اور اس تقریر کو عسیر الجواب
سمجھکر یہ فرمایا کہ {کہ چون این سخن بگوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان گردید و در حیلہ خلاصی از ان
جان ایشان بلب رسیدہ} اور صاحب تقلیب المکائد نے اُسکو اپنی کتاب مین بلفظہ نقل کرکے اسپر بڑا ہی
ناز کیا ہی چنانچہ ہم اُس عبارت کو بلفظہ لکھتے ہین اور اہل انصاف سے التماس کرتے ہین کہ ذرا غور کرین کہ

قاضی صاحب نے اپنی صدف طبیعت سے کیسے جھوٹے موتی نکال کر اپنے مقلدین کے نذر کیے ہین اور وہ بھی انکو گوہر گران بہا سمجھ کر درۃ التاج بنائے ہوئے ہین کوئی آنکھ کھول کر نہین دیکھتا کہ انکے موتی جھوٹے ہین یا سچے وہو ہذہ {آنچہ کاشف صحت بیان مذکور تواند بود آنست کہ مقدمان مشایخ ما رضوان اللہ علیہم افادہ فرمودہ اند کہ خدای تعالی ہرگز در ہیچ جای کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نہ نمود الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان داشتہ چنانچہ در بعضی آیات فرمودہ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین و در آیہ دیگر گفتہ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین و چون با آنحضرت غیر از ابوبکر در غار نبود لاجرم خدایتعالی آن حضرت را در نزول سکینہ منفرد ساخت واو را بآن مخصوص گردانید وابوبکر را باو شرکت نداد و گفت فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروہا پس اگر ابوبکر مومن میبود بایستی کہ خدایتعالی درین آیہ او را جاری مجری مومنان میمنود و در عموم سکینہ داخل می فرمود الی قولہ بنابراین نزول سکینہ مخصوص او شدہ باشد و ابوبکر بواسطۂ عدم ایمان از فضیلت سکینہ محروم ماندہ باشد و ایضا بنص قرآنی اباداردازان کہ در آیۂ غار سکینہ بر غیر رسول باشد} خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہی کہ خدا نے جہان تسلی مومنین پر نازل کی ہی تو وہان اُس رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر کسی جگہ فقط مومنین پر تسلی نازل نہین کی تو کیونکر ممکن ہی کہ غار مین پیغمبر صاحب کو چھوڑ کر فقط ابوبکر پر تسلی نازل کی ہو پس اس آیہ سے ابوبکر کا عدم ایمان ثابت ہوا اس لیے کہ اگر وہ باایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خدا اُنپر بھی تسلی نازل کرتا لیکن یہ دعوی قاضی صاحب اور اُنکے مشایخ کا کہ یہ امر خلاف نص قرآنی کے ہی کہ تسلی فقط مومنین پر خدا نازل نہین کرتا محض غلط ہی کسی آیت سے صراحۃً کیسا کنایۃً بھی تو یہ بات نہین پائی جاتی کہ تسلی سوائے پیغمبر کے دوسرے پر تنہا نازل نہین ہوئی اور اگر دو چار جگہ مومنین پر بشمول نبی و رسول کے تسلی نازل کرنیکا ذکر آیا ہی تو اس سے انکار نزول تسلی سے بلاشمول رسول کے مومنین پر لازم نہین آتا پس اگر فرض کیا جاوے کہ کسی جگہ قرآن مجید مین ذکر نزول سکینہ کا فقط مومنین پہ نہوتا تب بھی یہ اعتراض درست نہ تھا نہ کہ خدا کے فضل سے نزول سکینہ کا فقط مومنین پر بلاشمول رسول کے ہونا قرآن مجید مین مذکور ہی مگر حضرات امامیہ مین سلفاً عن خلفٍ کوئی حافظ قرآن تو ہوا ہی نہین اور شاید قاضی صاحب نے اور اُنکے مشایخ کرام نے از اول تا آخر قرآن مجید کو تمام عمر مین ایکمرتبہ دیکھا تک نہین ورنہ اس زور شور سے انکار نکرتے اور اس شد و مد کے ساتھ یہ نفرماتے کہ {خدایتعالی ہرگز در ہیچ جای کہ یکی از اہل ایمان با حضرت بودہ اند انزال سکینہ نہ نمود} چنانچہ اب ہم حضرات امامیہ کو نشان دیتے ہین کہ نزول سکینہ تنہا مومنین پر بلاشمول پیغمبر صاحب کے سورہ انا فتحنا مین

دو مقام پر مذکور ہی اگر شک ہو تو قرآن مجید مین سے اُس سورے کو نکال کر دیکھ لین کہ اللہ جلشانہ پہلے رکوع مین
فرماتا ہی هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ اور پھر تیسرے رکوع مین ارشاد کرتا ہی کہ
إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ پس ای مومنین ذرا غور سے ان آیتونکو
پڑھو اور دس بیس قرآنون کو ملاؤ کہ کسی مین یہ تو نہین لکھا ہی کہ (هو الذی انزل السکینة فی قلوب رسوله وقلوب المومنین
یا فانزل السکینة علی رسوله وعلیهم) اگر عرب سے عجم تک ہند سے ایران تک کسی قرآن مین علی رسوله کا لفظ ہو
تو تم سچے تمھارے مجلسی سچے اور اگر کسی مین یہ لفظ نہو اور ایران اور کوفے کے قرآنون مین بھی فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ
عَلَيْهِمْ لکھا ہو تو پھر تم ہی انصاف کرو کہ تم اور تمھارے قاضی اور اُنکے متقدمین ومشائخ جھوٹھے ہین یا سچے
ای یارو افسوس کرنے کی بات ہی کہ صدہا برس گذر گئے کہ یہ مباحثہ ہو رہا ہی اور آج تک کسی نے سورۃ الفتح کو
نکال کر بھی دیکھا اور فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ پر خیال نکیا اور اب تک اُنھین قاضی صاحب کے جھوٹھے قول پر نازہی اور
اُنکی فضیلت وقابلیت پر افتخار ہی اور سب سے زیادہ افسوس اسپر ہی کہ حضرات امامیہ جنمین سے دو چار ہی ایسے شخص
نکلین گے جنکو قرآن کی سورتون کے نام بھی یاد ہون اور دو ایک ہی ایسے ہونگے جنکو إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ
کے سواے کلام اللہ کے دو چار رکوع حفظ ہون ورنہ خدا کے فضل سے سب کے سب قرآن شریف سے بیخبر کلام اللہ
سے ناواقف اور باین ناواقفیت یہ شوخی کہ اہل سنت وجماعت کے مقابلے مین قرآن شریف کی سند پیش کرتے
ہین جنکی زبان پر ایک ایک لفظ قرآن مجید کا اور جنکے دل مین ایک ایک حرف کلام اللہ کا لکھا ہوا ہی لیکن یہ
غلطی قاضی صاحب اور اُنکے مشائخ کبار سے قرآن مجید کی ناواقفیت سے ہوئی ہی اس لیے ہم اُنکو معذور سمجھتے
ہین اور اُنکی غلطی سے درگذر کرتے ہین (تیسرا اعتراض) کہ اگر ضمیر علیہ کی فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ
مین راجع طرف ابوبکرؓ کے ہو تو تخلل فی الضمائر لازم آتا ہی اس لیے کہ پہلے جتنی ضمیرین أَخْرَجَهُ اور
لِصَاحِبِهِ وغیرہ مین ہین وہ سب رسول کیطرف راجع ہین اور پھر آگے جو ضمیر وَأَيَّدَهُ مین ہی وہ بھی
راجع طرف پیغمبر کے تو کیونکر ممکن ہی کہ ضمیر علیہ کے بیچ مین راجع طرف ابوبکر کے ہو جواب اُسکا یہ ہی کہ اول تو ضمیر
کا عود جا ہیے کہ اقرب مذکورات کیطرف ہو سو اس مقام پر ابوبکر ہین اس لیے کہ اُنھین کیطرف لِصَاحِبِهِ
کا اشارہ ہی دوسرے تخلل ضمیر جب ہو کہ وَأَيَّدَهُ عطف ہو فَأَنْزَلَ اللَّهُ پر حالانکہ وَأَيَّدَهُ عطف ہی
فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ پر پس تخلل ضمائر بھی واقع نہوا تیسرے تخلل فی الضمائر قرآن مجید مین اکثر جگہ ہی جیسا کہ
إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ مین ہی پس جو اعتراض نزول سکینہ کا ابوبکرؓ پر تھا
رد ہوا اور بفضلہ تعالی نازل ہونا تشفی کا ابوبکر صدیق پر ثابت ہوا اور جو کچھ قاضی صاحب اور ملا صاحب
اور اُنکے مشائخ اور مقلدین نے لکھا پڑھا تھا وہ سب باطل ہوا اور اُسکی بیہودگی اور سفاہت کا حال بھی سب پر

کھل گیا اور نہ فقط ہم اہل سنت ان اعتراضات کو بیہودہ سمجھتے ہین بلکہ بعض حضرات امامیہ بھی کبھی شرماکر اقرار اسکے
سفاہت کا کرنے لگتے ہین جیسا کہ صاحب مجمع البیان طبرسی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی کہ { وقد ذکرت الشیعۃ فی
تخصیص النبی فی ہذہ الآیۃ بالسکینۃ کلاما رأینا الاضراب عن ذکرہ احری لئلا ینسبنا ناسب الی شی } کہ شیعون نے اس آیت مین تسلی کو
پیغمبر صاحب کے ساتھہ مخصوص ہونے پر ایسی باتین لکھی ہین کہ ہم انکا نہ لکھنا ہی مناسب سمجھتے ہین تاکہ کوئی کہنے والا ہمکو بھی کچھہ
کہنے نہ لگے پس اس علامہ کی ان لفظون سے صاف ظاہر ہی کہ وہ باتین جو شیعہ ذکر کرتے ہین ایسی پوچ اور بیہودہ ہین کہ انکو
بیان کرنے سے اسے شرم آتی ہی ۔ غرض کہ اب اچھی طرح پر معلوم ہوگیا کہ ان آیتون سے وہ فضائل حضرت ابوبکر صدیق رض
کے ثابت ہوتے ہین جو اوپر ہمنے بیان کیے اور جو اعتراضات شیعون کے ہین وہ بالکل پوچ اور بیہودہ ہین اور
سیاق آیت بھی اسی پر شاہد ہی اس لیے کہ اگر ان آیتون مین ابوبکر صدیق رض کے ذکر کرنے سے انکی رفاقت اور نصرت کا
بیان منظور نہوتا تو یہ کوئی موقع انکے نفاق کے اظہار کا نہ تھا کہ یہ بات خود حضرات امامیہ جانتے ہین اور دل مین
سمجھتے ہین مگر صرف اپنے مذہب کے تعصب کے سبب سے ایسی صریح اور صاف آیت سے انکار کرتے ہین
اور باوجود کھل جانے امر حق کے فضیلت افضل الصحابہ کا اقرار نہین فرماتے ہین اور اپنے آپ کو ایسی
آیات کے انکار سے مستحق جہنم بناتے ہین (نعوذ باللہ من شرور انفسہم ومن سیئات اعمالہم)

ائمہ کرام کی شہادتین صحابہ کی فضیلت مین

پہلی حدیث

شیعون کی کتابون مین بروایت ائمہ کرام علیہم السلام منقول ہی کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا
(اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم) کہ میرے اصحاب مثل ستارون کے ہین انمین سے جس کسی کی
پیروی کروگے ہدایت پاؤگے اور نیز حضرت نے فرمایا ہی کہ (دعوا لی اصحابی) کہ میرے اصحاب کو میرے لیے
چھوڑو یعنی میرے حقوق صحبت کی انکے حق مین رعایت کرو اور انکی عیب جوئی نکرو ان دونون حدیثون
مین سے پچھلی حدیث کی صحت لفظاً ومعناً علماء امامیہ کے نزدیک مسلم ہی اور صاحب استقصار الافحام نے
بھی اسکو قبول کیا ہی لیکن پہلی حدیث کی نسبت کچھہ کلام ہی اس لیے ہم پچھلی حدیث کی نسبت صرف یہی کہتے
ہین کہ جب اسکی صحت پر اقرار ہی تو کیا وجہ ہی کہ اسپر عمل نہین کرتے اور جو پیغمبر صاحب نے اپنے اصحاب کے حق مین
فرمایا اسکو نہین مانتے کیون حقوق صحبت پیغمبر کی انکے حق مین رعایت نہین کرتے اور کس لیے انکی عیب جوئی
سے باز نہین آتے اور کس واسطے باوجود سفارش پیغمبر صاحب کے انکی دشمنی ترک نہین کرتے اور پہلی حدیث (اصحابی
کالنجوم) کی نسبت ہم اقوال ائمہ کرام کو امامیہ کی کتابون سے نقل کرکے اسکی صحت ثابت کرتے ہین اور علماء امامیہ نے

جو تاویلات اور تحریفات لفظی و معنوی کیے ہین اُنکو ظاہر کر کے اُسکا بطلان ثابت کرتے ہین + واضح ہو کہ عیون اخبار مین جو معتمدین کتب امامیہ سے ہی لکھا ہی کہ {حدثنا الحاکم ابو علی الحسن ابن احمد البیہقی قال حدثنا محمد بن یحیی الصولی قال حدثنا محمد بن موسی ابن نصر الرازی قال حدثنی ابی قال سئل الرضا علیہ السلام عن قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم وعن قولہ دعوالی اصحابی فقال ہذا صحیح} کہ ایک شخص نے امام موسی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہی کہ میرے اصحاب مثل ستارون کے ہین اُنمین سے جسکی پیروی کروگے ہدایت پاوگے اور یہ بھی فرمایا ہی کہ چھوڑو میرے واسطے میرے یارون کو تو امام موصوف نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہی اس روایت سے ثابت ہوا کہ حدیث اصحابی کالنجوم جن لفظون سے کتب اہل سنت مین منقول ہی اُنھین لفظون سے کتب امامیہ مین مذکور ہی اور امام موسی رضا علیہ السلام کی زبان سے اُسکی صحت پر علماے امامیہ کو اقرار ہی اور نہ صرف اِسی ایک روایت سے اِسکا ثبوت ہوتا ہی بلکہ اور بھی بہت سی روایتین مؤید اسکی کتب امامیہ مین موجود ہین کہ بعد ملاحظہ اُنکے کسی شیعہ کی یہ مجال نہین کہ اس حدیث کی صحت سے انکار کر سکے یا اُسکو موضوع کہہ سکے یا اُسکو خبر احاد کہکر اپنا پیچھا چھڑاوے اس لیے کہ شیخ صدوق نے معانی الاخبار مین اور علامہ طبرسی نے احتجاج مین اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین اور ملا حیدر آملی اثنا عشری نے جامع الاسرار مین اِس حدیث کے مضمون کی صحت پر اقرار کیا ہی بس تعجب ہی علماے متقدمین امامیہ پر کہ جب تک علماے اہل سنت نے اِس حدیث کو خود اُنکی کتابون سے نکال کر نہ دکھلا دیا اور اُسکی صحت کو امام کے قول سے ثابت نہ کر دیا تب تک اُنھون نے اس حدیث کی صحت پر کیا شور و غل مچایا اور اُسکی موضوعیت اور بطلان کے اثبات مین دفتر کے دفتر سیاہ کیے یہان تک کہ قاضی نور اللہ شوستری نے کس شد و مد سے احقاق الحق مین فرمایا ہی کہ {اما ما رواہ من حدیث اصحابی کالنجوم ففیہ من آثار الوضع والبطلان ما لا یخفی} کہ اس حدیث کی موضوعیت پر اتنی نشانیان ہین کہ بیان نہین ہو سکتین لیکن افسوس کہ قاضی صاحب نے یہ خیال نفرمایا کہ جس حدیث کی موضوعیت کا دعوی اِس شد و مد کے ساتھ کرتے ہین وہ خود ہماری حدیث کی کتابون مین منقول ہی اور جسکے بطلان کا الزام اہل سنت پر لگاتے ہین وہ بروایت ائمہ کرام ہمارے اصول کے موافق ثابت ہی ہان اتنا فرق ہی کہ سنی بیچارون کے راوی ضعفا اور مجاہیل ہین اور خود بدولت کے یہان راوی ائمہ کرام ہین بس اگر سنیون کے طور پر روایت کی ہوی حدیث کو غلط کہہ دیا یا خود سنیون نے اپنے طور پر راویان احادیث کو ضعیف تصور کیا تو کچھ حرج نہین اگر قاضی صاحب نے یا کسی اور صاحب نے اِس حدیث کو موضوع بتلایا اور باوجود تصدیق امام موسی رضا علیہ السلام کے اُسکو جھٹلایا تو اُنسے اپنا دین ہی غارت کیا اور امام کی تکذیب کر کے اپنے آپ کو دائرہ ایمان سے خارج کیا + اب ہم اُن تحریفات کو بیان کرتے ہین جو علماے امامیہ نے اس حدیث کی

نسبت کی ہین عیون اخبار مین جو حدیث ہمنے اصحابی کالنجوم نقل کی ہی اُسمین بعد اُن الفاظ کے یہ عبارت
بڑھائی ہی {یرید من لم یغیر بعدہ ولم یبدل الخ} کہ مراد اُن اصحاب سے جو حدیث مین مذکور ہین وہ ہین جنھون نے
کچھہ تغییر و تبدیل نہین کی پوچھنے والے نے امام سے پوچھا کہ یا حضرت ہم کیونکر جانین کہ اصحاب نے کچھہ تغییر و
تبدیل کی ہی تب امام نے جواب دیا کہ خود پیغمبر صاحب کی حدیث موجود ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ کچھہ لوگ میرے
اصحاب سے قیامت کے دن حوض سے علحدہ کر لیے جاوینگے تب مین کہونگا کہ خدایا یہ میرے اصحاب ہین تب اللہ جلشانہ
فرماویگا کہ تو نہین جانتا کہ انھون نے تیرے پیچھے کیا کیا اور وہ دوزخ کیطرف کھینچ لیے جاوینگے تب مین کہون گا
کہ دور ہو دفع ہو اُن الفاظ کے بڑھانے سے غرض یہ ہی کہ بعض اصحاب بسبب ارتداد کے حدیث کی مصداق
سے خارج ہو جائین لیکن تب بھی ہمارا کچھہ نقصان نہین اس لیے کہ ہم خود قائل ہین کہ جو لوگ پیغمبر کے بعد مرتد
ہو گئے وہ اِس حدیث کے مصداق سے خارج ہین اور اصحاب مقبولین نے نہ تغییر و تبدیل کیا نہ اِس حدیث کے
مصداق سے خارج ہوے اور خود حضرات امامیہ کا اقرار ہی کہ اصحاب مقبولین حدیث حوض کے مصداق سے
مستثنیٰ ہین جیسا کہ صاحب استقصاء الافحام نے بجواب منتہی الکلام کے مسلک ثانی کے ایک مقام پر اسکا
اقرار کیا ہی وہذہ عبارتہ {کہ ہرگز حدیث حوض در حق مقبولین اصحاب کرام جناب خیر الانام صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم وارد نیست وہرگز این حدیث برآنہا منطبق نمی تواند شد} اور اس امر کو کہ خلفاء راشدین اور انصار
ومہاجرین اصحاب مقبولین تھے ہم اسی حدیث کی بحث مین فصل ارتداد صحابہ مین ثابت کرینگے انشاء اللہ
تعالی ولو فرضنا کہ بعض اصحاب مقبولین مغیرین ومبدلین مین ہون لیکن تاہم اکثر اصحاب کی نسبت اس حدیث
کا مضمون صادق آتا ہی اس لیے کہ افصح الفصحا ابلغ البلغا علیہ التحیۃ والثنا نے ایسا لفظ تشبیہ مین صحابہ
کے بیان فرمایا ہی کہ جسطرح پر وہ فضیلت پر دال ہی اُسی طرح پر کثرت پر یعنی لفظ نجوم پس حضرت کا یہ فرمانا
کہ میرے اصحاب مثل ستارون کے ہین اُنکے بیشمار ہونے پر دلالت کرتا ہی اور سوائے جاہل اور نادان کے کوئی ستارون
کی مثال کو معدودی چند کے حق مین وارد نہین سمجھہ سکتا و سلمنا کہ بہت ہی تھوڑے بلکہ دو تین ہی اصحاب پیغمبر کے
جو ارتداد سے بچ گئے یہ حدیث منطبق ہووے تب بھی یہ عقیدہ امامیہ کا کہ اقتدا صرف اہلبیت کی واجب
ہی اور دوسرے کی ناجائز باطل ہوتا ہی اور اہتدا جو کہ مخصوص اہلبیت کے لیے ہی اُسمین دو چار کا شریک ہونا
ثابت ہوتا ہی (ولم یقل بہ احد منہم) غرض کہ جب حضرات امامیہ نے دیکھا کہ یہ عبارت زائد بھی بیکار ہوئی
اور اسنے بھی دارو گیر اہل سنت سے نہ بچایا تب اِسکو چھوڑا اور دوسرے طور پر تاویل کو کام فرمایا اور یہ دعوی کیا کہ مراد اصحاب سے
اہلبیت ہین جیسا کہ صاحب استقصاء الافحام نے بجواب منتہی الکلام کے فرمایا ہی {مراد از اصحاب در حدیث
اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اہلبیت علیہم السلام اند} لیکن ہم اِس دعوی کو چند دلیلون سے باطل کرتے ہین

دلیل اول

اصحاب کی لفظ سے اہلبیت مراد لینا داد تحریف دینا ہی اس لیے کہ عرفاً اصحاب کا اطلاق یار دوستون پر اور اہلبیت کا
گھر والون پر ہوتا ہی شرعاً اصحاب سے مراد پیغمبر پر ایمان لانیوالے اور رفقا لیے جاتے ہین اور اہلبیت سے گھر والے
اور بنی فاطمہ سمجھے جاتے ہین بلکہ احادیث نبوی اور اقوال ائمۂ اطہار سے یہ ظاہر ہی کہ دونون لفظون کے مصداق
دو فریق علیحدہ علیحدہ ہین جہان یاران پیغمبر کی شان مین کوئی حدیث یا قول ہی وہان لفظ اصحاب کا آیا ہی اور
جہان خاندان نبوی اور ائمۂ اطہار کا ذکر ہی وہان لفظ اہلبیت اور عترت کا چنانچہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہی
کہ (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی) یا (مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح) یا امام زین العابدین نے اپنی
دعا مین جو صحیفۂ کاملہ مین مذکور ہی فرمایا ہی کہ (اللہم واصحاب محمد خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ) الخ اگر لفظ
اصحاب یاران پیغمبر کے لیے مخصوص نہوتا اور اُسکا استعمال اہلبیت اور عترت کی نسبت بھی ہوتا تو کیون اِن
احادیث مین الفاظ اہلبیت اور عترت کی تخصیص کیجاتی اور کس لیے پیغمبر خدا حدیث انی تارک فیکم الثقلین
مین بجاے کتاب اللہ وعترتی کے کتاب اللہ واصحابی نفرماتے اور حدیث مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح مین
مثل اصحابی کسفینۃ نوح ارشاد نہ کرتے اور کس واسطے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت فاطمہ کے
گھر جاتے تو (سلام علیکم اہل البیت) فرماتے اور سلام علیکم یا اصحابی نہ کہتے غرضکہ احادیث نبوی اور
اقوال ائمۂ اطہار سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اصحاب اور اہلبیت کی لفظ محاورے مین دونون ایک
دوسرے سے جدا ہو گئے اور دونون کے مصداق دو فریق ہو گئے اصحاب کا اطلاق یارون دوستون پر اور
اہلبیت کا استعمال گھر والون پر ہوتا رہا اور ابتک خواص اور عوام دونون فریق کے ویسا ہی استعمال کرتے
ہین پس نہایت تعجب کی بات ہی کہ صدہا احادیث اور ہزارہا اقوال ہین تو اصحاب کا لفظ یاران پیغمبر پر اور
اہلبیت کا لفظ گھر والون پر استعمال کیا جاوے اور کسی حدیث کے قول مین کوئی اصحاب کے لفظ سے اہلبیت
اور اہلبیت کے لفظ سے اصحاب مراد نہ لے اور صرف ایک حدیث اصحابی کالنجوم مین خلاف تبادر اذہان اور
مخالف محاورے وعادت کے اصحاب کے معنی اہلبیت کے لیے جائین اور پھر بھی ایسے معنی بنانیوالے اپنے
آپ کو مصداق یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ کا نہ سمجھین اے حضرات ذرا تو انصاف کرو کہ اگر کوئی سنی بیچارہ
اپنی زبان سے نکالے کہ اہلبیت مین ازواج مطہرات بھی داخل ہین اور مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح کے
مصداق مین وہ بھی شامل ہین اور آیۂ تطہیر مین جو لفظ اہل بیت مذکور ہی اُس سے پیغمبر کے ازواج
مطہرات مراد ہین بلکہ مراد لینا بیکطرف وہ بھی شامل ہین تو دیکھو کہ تمھارے علما کیسا شور غل مچاتے ہین

قیامت برپا کرتے ہین آسمان زمین کو ملاتے ہین نوحہ و فریاد کی آواز عرش تک پونہچاتے ہین کہنے والے کو خارجی اور ناصبی اور دشمن اہلبیت کا بتلاتے ہین اور باآنکہ اہلبیت سے ازواج مراد لینا ٹھیک محاورے کے موافق ہی تس پر تحریف کا الزام لگاتے ہین اور خود جب اصحاب سے مراد اہلبیت اور یار اور رفیق کے لفظ کو بھائی اور آل اولاد کی نسبت استعمال کرتے ہین تو کچھ بھی نہین شرماتے شرمانا کیسا ایسی سمجھ پر ناز کرتے ہین ایسے جوابون پر سر افتخار بلند کرتے ہین پس ایسی سمجھ کا کیا علاج اور ایسے جواب کا کیا جواب **شعر**

این سبزہ و این چشمہ و این لالہ و این گل	آن شرح ندارد کہ بگفتار درآید

پس ہر شخص جو ذرا بھی انصاف اور سمجھ کو دخل دے یقین کریگا کہ اگر پیغمبر صاحب اِس حدیث کو اہلبیت کی شان مین فرماتے تو صاف لفظ اہلبیت کا ارشاد کرتے اور بجاے اصحابی کالنجوم کے اہلبیتی کالنجوم فرماتے ہان شاید حضرات شیعہ یہ جواب دین کہ پیغمبر صاحب نے معاذاللہ تقیے کو دخل دیا اور اصحاب کے خوش کرنے کو لفظ اصحابی فرمایا اور جب گھر مین آئے اور اہلبیت نے شکایت کی تب آپنے آپسے یہ فرمادیا ہو کہ مراد اصحاب سے تم ہو +

دوسری دلیل

اگر ہم لفظ اصحاب سے اہلبیت کے معنی مراد لینے پر کچھ دار و گیر امامیہ کی نہ کرین اور اُنکی اِس تحریف معنوی کو تسلیم بھی کر لین تب بھی موافق اُنکے عقیدے کے یہ حدیث شان مین اہلبیت کے صادق نہین آتی اس لیے کہ اہلبیت کا اطلاق دوازدہ امام پر ہوتا ہی اور اصحاب کا اطلاق صرف اُنھین لوگون پر جو حضرت کی صحبت مین رہے اور سواے حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے اور نو امام پیغمبر صاحب کے پیچھے پیدا ہوے پس یہ ظاہر ہی کہ نو امامون پر لفظ اصحاب کا صادق نہوگا تو حدیث اصحابی کالنجوم مین سے سواے حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے اور سب آئمہ کرام خارج ہو جائینگے اور وہ نجوم کی تشبیہ سے مستثنی کر دیے جائینگے اور اُنکی اقتدا باعث ہدایت نہ سمجھی جائیگی (ونعوذ باللہ من ذلک) کون مسلمان ہی کہ ایسی بات زبان پر لاویگا اور ائمہ کرام کی نسبت ایسا خیال کریگا پس ثابت ہوا کہ مراد اصحاب سے اہل بیت نہین ہین ورنہ پیغمبر صاحب ضرور لفظ اہل بیت کا فرماتے اور بجاے اصحابی کالنجوم کے اہلبیتی کالنجوم ارشاد کرتے تاکہ کوئی امام اُسکے مصداق سے خارج نہوتا ہان ممکن ہی کہ حضرات شیعہ یہ جواب دین کہ نو امام جو پیغمبر صاحب کے روبرو پیدا نہین ہوے اگرچہ باعتبار عالم اجسام کے لفظ اصحاب کے مصداق سے خارج ہین مگر بلحاظ عالم ارواح کے اصحاب مین داخل ہین +

تیسری دلیل

جو عبارت {من لم یغیر بعدہ} کی اس حدیث کے آگے زیادہ لکھی ہی اُسنے اِس تاویل کا دروازہ بند کر دیا اور لفظ اصحاب سے اہلبیت کے معنی لینے کو منع کر دیا اِس لیے کہ حضرات نے تو یہ خیال کیا کہ اگر اور کچھہ الفاظ اِس حدیث کے آگے نہ بڑھائے جاوینگے اور فقط ہذا صحیح کہکر یہ حدیث ختم کر دیجاویگی تو سنیونکی دار و گیر سے نجات نہ ملے گی اور حدیث اصحابی کالنجوم کی صحت سنکر وہ جان آفت مین ڈال دینگے اس لیے یہ الفاظ امام صاحب کیطرف سے بڑھا دیے کہ مراد اصحاب سے وہ لوگ ہین جنھون نے کچھہ تغیر و تبدیل دین مین نہین کی اور جو مرتد نہین ہوے اور جو دوزخ کیطرف نہ کھینچے جائینگے اور جنسے پیغمبر خدا بیزاری اپنی ظاہر نہ کرینگے پس ان الفاظ سے ہمارا نقصان تو کچھہ نہوا اس لیے کہ ہم بھی ایسے تغیر و تبدیل کرنیوالون کو اور مرتد ہو جانیوالون کو اس حدیث کے مصداق سے خارج سمجھتے ہین اور خلفاء راشدین اور انصار و مہاجرین کو گو ہزار طرح پر امامیہ مرتدین مین شامل کرنا چاہین وہ شامل نہین ہو سکتے کہ اسکا بیان تفصیلی بحث ارتداد صحابہ مین ہوگا انشاء اللہ تعالی لیکن ان الفاظ سے ہمکو بہت ہی فائدہ ہوا اور حضرات امامیہ کی تاویل و تحریف کا حال اس سے کھل گیا اس لیے کہ اگر یہ الفاظ نہ ہوتے تو خیر کسی نہ کسی طرح پر وہ اپنا دل خوش کر سکتے تھے اور اصحاب سے مراد اہلبیت لے سکتے تھے لیکن اِن لفظون نے مجبور کر دیا کہ وہ کسی طور سے اصحاب سے اہل بیت مراد نہین لے سکتے اِس لیے کہ اگر حدیث اصحابی کالنجوم مین مراد اصحاب سے اہل بیت ہون تو جو الفاظ {من لم یغیر بعدہ} کے آگے بیان کیے گئے ہین وہ بھی اُنکی شان مین وارد ہونگے تو معاذ اللہ معنی اُسکے مطابق قول شیعون کے یہ ہونگے کہ وہی اہل بیت مثل ستارون کے ہین جنھون نے دین مین تغیر و تبدیل نہین کی (ولقل کفر کفر نہ باشد) جو مرتد نہین ہوے پس کس مونھہ سے اس حدیث کو شان مین اہل بیت کی کہینگے اور کس طرح اہلبیت نبوی پر تہمت تغیر و ارتداد کی لگاوینگے غرض کہ ان الفاظ نے امامیہ کی تحریف کو ثابت کر دیا اور اُنکی تاویل کا دروازہ بند کر دیا سبحان اللہ کیا قدرت خدا کی ہی کہ جن الفاظ سے ہمپر الزام دیا جاتے تھے اُنسے خود ہی ملزم ہو گئے اور جو عبارت ہمارے قائل کرنے کے لیے بڑھائی تھی اُس سے خود قائل ہو گئے شعر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد	خمیر مایۂ دوکان شیشہ گر سنگ ست

جب علماے امامیہ نے دیکھا کہ یہ دعوی بھی ثابت نہین ہوتا اور اس حدیث مین اصحاب کے لفظ سے اہلبیت کے معنی نہین بنتے تب مجبور ہو کر حدیث اصحابی کالنجوم کی صحت سے انکار کیا اور اُسکے عدم صحت کا دعوی کر کے اپنا پیچھا چھوڑانا چاہا مگر ہزار شکر اسپر ہی کہ الفاظ حدیث سے انکار نہین کیا اور اُس عبارت کو جو اوپر ہمنے نقل کی ہی نہین جھٹلایا بلکہ صرف تاویل اور تحریف معنوی کو کام فرمایا ہی اور فقط شبہات اور احتمالات سے اُسکی صحت سے انکار کیا ہی چنانچہ صاحب استقصار الافحام نے جواب مین منتہی الکلام کے لکھا ہی

کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہی کہ دو حدیثونکی نسبت سائل نے سوال کیا ایک حدیث اصحابی کالنجوم کی نسبت
دوسری حدیث دعوالی صحابی کی نسبت اور امام موسی رضا علیہ السلام نے ہذا صحیح اسکے جواب مین فرمایا پس
یہ جواب صرف حدیث اخیر کی نسبت ہی نہ حدیث اول کی نسبت کما قال {از ملاحظۂ این حدیث شریف ظاہر
کہ انچہ محی طلب در ترجمۂ آن گفتہ کہ امام رضا علیہ السلام حکم بصحت این ہر دو حدیث نمود غیر صحیحست زیرا کہ ہرگز تصریح بصحت
ہر دو حدیث درین روایت صراحۃ کہ مدلول کلام اوست مذکور نیست بلکہ لفظ ہذا صحیح مذکورست وجائزست کہ آن
متعلق بہر دو حدیث نباشد بلکہ محتمل ست کہ گو سائل در سوال از دو حدیث استفسار کردہ بود مگر آن جناب در جواب
یکی ازان کہ حدیث اخیرست بیان فرمودہ} اس جواب باصواب مین تین خطائین ہین (اول) خود مجیب
اس جواب کو یقینا بیان نہین فرماتا اور جائزست اور محتمل ست بجای واجب ست و یقین ست کے استعمال
کرتا ہی اور احتمال اور شک سے اس حدیث کے جسکی صحت مین بقول امام کچھہ شک نہین تکذیب فرماتا ہی (دوسرے)
یہ احتمال بھی فقط احتمال ہی احتمال ہی اس لیے کہ جب سائل نے دو حدیثونکی نسبت استفسار کیا اور امام نے
ہذا صحیح کہکر جواب دیا تو یقینا یہ امر ثابت ہوا کہ حضرت امام نے سائل کے قول کی تصدیق کی اور اُسکا قول
دو حدیثونکی نسبت تھا اس سے دونون کی صحت ثابت ہوئی رہا یہ احتمال کہ اگر امام دونون حدیثونکی صحت تسلیم
کرتے تو ہذان صحیحان فرماتے یہ قابل لحاظ کے نہین ہی اس لیے کہ مقصود سائل کا واحد تھا یعنی قول نسبت
مع صحابہ کے تو حرف اشارہ واحد کا مقصود واحد کی نسبت استعمال کرنا خلاف محاورہ نہین ہی (تیسرے)
سائل نے دو حدیثونکی نسبت استفسار کیا اور امام نے فقط ہذا صحیح فرمایا پس اگر ہم تسلیم بھی کرین کہ یہ جواب دوسری
ہی حدیث کی نسبت ہی تو پہلی حدیث کا جواب کیا ہی کیا یہ کسی کے خیال مین آتا ہی کہ سائل دو حدیثون کی
نسبت سوال کرے اور امام ایک ہی کی نسبت جواب دین اور دوسری کی نسبت لا و نعم کچھہ بھی نفرماوین اور
اُسکی صحت اور عدم صحت کی نسبت کچھہ بھی زبان مبارک سے ارشاد نکرین اور ایک مجمل لفظ کہکر سائل کو حیرت مین
ڈالین شاید حضرات امامیہ یہ جواب دین کہ ائمہ کی شان یہی ہی کہ کبھی کسیکو جواب صاف نہ دین اور تقیے کو کسی
حالت مین نچھوڑین اور ہمیشہ گول بات کے سوا زبان سے کچھہ ارشاد نفرماوین خدا کے واسطے ذرا انصاف کرنا چاہیے
کہ جس سائل نے امام سے سوال بہ نسبت دو حدیثون کے کیا تھا جب اُس کے جواب مین امام نے ہذا صحیح
فرمایا تو وہ کیا سمجھا ہوگا دونون حدیث کی نسبت یا ایک ہی حدیث کی نسبت اگر وہ ایک ہی حدیث کی
نسبت سمجھتا تو ضرور وہ دوسری حدیث کی نسبت مکرر استفسار کرتا اور اگر وہ دونون حدیثونکی نسبت سمجھا تو یا امام
کی اُن لفظون کا یہی مطلب ہوگا یا معاذ اللہ امام نے اُسکو جان بوجھہ کر مجمل لفظ کہکر دھوکھے مین ڈالا ہوگا لیکن
اگر ہم اس روایت مین امام کی تصدیق کو بہ نسبت دوسری ہی حدیث کے سمجھین تو بھی حضرات شیعہ کی جان

نہین بھی اس لیے کہ قطع نظر اس روایت اور اس کتاب کے اور روایتون سے بھی صحت مضمون حدیث اصحابی
کالنجوم کی ہوتی ہی پس اگر علماے امامیہ اس روایت مین اس حدیث کی تکذیب کرین تو اور احادیث کو کیا کرینگے
اور کہانتک ائمہ کرام کے قولونکو جھٹلاوینگے چنانچہ اب ہم اس حدیث کی صحت دوسرے طریق سے ثابت کرتے
ہین ملاحیدر آملی اثنا عشری نے جامع الاستفسار مین لکھا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ
{انا کالشمس وعلی کالقمر واصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم} کہ مین مثل سورج کے ہون اور علی مثل چاند کے
اور میرے اصحاب مثل ستارون کے جنکی پیروی کروگے ہدایت پاوگے معلوم نہین کہ اس حدیث کو دیکھکر کیسا
شعلہ جانسوز علماے امامیہ کے سینے سے نکلیگا اور خبر نہین کہ یہ شرارہ انکے خرمن عقل و خرد کو کیسا جلاویگا
ہان انکی بھی تاویل کرینگے کہ مراد اصحاب سے اہل بیت ہین اسکا جواب ہم اوپر بیان کر چکے اور اب بھی بیان کرتے
ہین لیکن قبل جواب دینے کے ہم یہ عرض کرتے ہین کہ جب اس حدیث کی صحت ثابت ہوگئی تو عیون اخبار
مین جو امام موسی رضا کے جواب سے اسکی صحت ثابت ہوتی ہی اسکا کس مونہہ سے انکار کرینگے اور جو عبارت زائد
{من لم یغیر بعدہ} اس روایت مین ہی اسکو شان مین اہلبیت کی کیونکر صادق سمجھین گے اب اس تاویل کو
جو اس حدیث کی نسبت ہی غور سے سنیے کہ جو تقریر اس علامہ اثنا عشری نے کی ہی وہ اس امر پر دال ہی
کہ مراد اصحاب سے اہلبیت نہین ہین اس لیے کہ اوپر اس حدیث کے یہ بیان ہی کہ نبوت مثال نور آفتاب کے
ہی اور امامت مانند چاند کی روشنی کے اور علم علما کا مانند چمک ستارون کے وہذہ عبارتہ بلفظہ {وورد فی
اصطلاح القوم تسمیۃ الولایۃ بالشمسیۃ والقمریۃ والمراد بہما ولایۃ النبی وولایۃ الولی ونسبۃ العلماء الیہما کنسبۃ
النجوم الی القمر والشمس الی قولہ فکذلک لایکون للعلماء قدرۃ ولا ظہور مع وجود الاوصیاء والنوار ہم من حیث
الولایۃ ویوید ذلک کلہ ما اشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقولہ انا کالشمس وعلی کالقمر واصحابی کالنجوم بایہم
اقتدیتم اہتدیتم} پس ظاہر ہی کہ ائمہ کرام اوصیا مین داخل ہین نہ علما مین اور تمثیل نجوم کی علما پر صادق ہی نہ
اوصیا پر تو اس علامہ کی تقریر سے ظاہر ہوا کہ حدیث اصحابی کالنجوم مین اصحاب سے مراد اہلبیت نہین ہین بلکہ
علما ہین اور اس سے ہمارے دونون مطلب ثابت ہوگئے کہ یہ حدیث صحیح ہی اور مراد لفظ اصحاب سے اہلبیت نہین
ہین اگر اس روایت پر سیری نہوے اور حضرات امامیہ کو اپنے اور بزرگونکی تصدیق سننے کی خواہش ہو تو
اور بھی سنیے اور تیسرے طریق سے اس حدیث کے مضمون کی صحت پر سند لیجیے شیخ صدوق نے معانی الاخبار مین لکھا ہی کہ
{حدثنا محمد بن الحسن احمد الولید رحمہ اللہ قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار عن الحسن بن موسی الخشاب عن غیاث
ابن کلوب عن اسحق بن عمار عن جعفر بن محمد عن آبائہ علیہم السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ما وجدتم فی کتاب اللہ عز وجل فالعمل لکم بہ لا عذر لکم فی ترکہ وما لم یکن فی کتاب اللہ عز وجل وکانت فیہ

ف
ای کہ حدیث کے لکھ کر ... [illegible]

السنة بی فلا عذر لکم فی ترک سنتی وما لم یکن سنة منی فما قال اصحابی فقولوا به انما مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم بایها اخذ اہتدی بای اقاویل اصحابی اخذتم اہتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمة } یعنی امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو پاؤ تم خدا کی کتاب مین اُسپر عمل کرو کوئی عذر تمکو اُسکے ترک پر نہین ہو سکتا اور جو کچھہ کتاب خدا مین نہ پاؤ اُسمین میری سنت پر عمل کرو کوئی عذر تمکو میری سنت کے ترک پر نہین ہو سکتا اور جسمین میری سنت نہ ملے اُسمین عمل کرو اُسپر کہ جو کچھہ میرے اصحاب نے کہا ہو کیونکہ میرے اصحاب تمہارے بیچ مین ایسے ہین جیسے کہ ستارے جسطرح پر جس کسی ستارے کو کوئی لے راہ پر پہونچ جائیگا اسی طرح ہر میرے اصحاب ہین کہ جس کسی قول کو میرے اصحاب کے تم لے لوگے ہدایت پاؤگے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے واسطے رحمت ہی اس حدیث کی صحت مین کسیکو کلام نہین اس لیے کہ علامہ طبرسی نے احتجاج مین اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین اسکی تصدیق کی ہی بس یہ حدیث معنًا مطابق حدیث سابق کے ہی بلکہ اختلاف اصحابی لکم رحمة کا فقرہ اور زیادہ ہی بس انکار حدیث سابق سے جو عیون اخبار مین مذکور ہی تکذیب امام موسی رضا ؑ کی ثابت ہوتی ہی لیکن اگر ہم اُس حدیث کو جو عیون اخبار مین مذکور ہی کالم یکن سمجھین اور اسی حدیث کو جو معانی الاخبار سے ہمنے نقل کی صحیح جانین تب بھی مطلب ہمارا فوت نہین ہوتا اس لیے کہ جو الفاظ اس حدیث کے ہین وہ بھی مؤید ہمارے قول کے ہین باقی رہی تاویل وتحریف علماے امامیہ کی اُنکی نسبت بھی ہم بحث کرتے ہین اور جو کچھہ تاویلات انھون نے کیے ہین اُسکو ظاہر کرتے ہین ؛

واضح ہو کہ شیخ صدوق نے اس حدیث کو جسطرح اوپر ہمنے نقل کیا لکھکر یہ الفاظ اور بڑھا دیے ہین { فقیل یا رسول اللہ من اصحابک قال اہلبیتی } کہ جب حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اصحاب میرے مثل ستارون کے ہین اور انکا اختلاف رحمت ہی تب پوچھنے والے نے پوچھا کہ یا حضرت آپکے اصحاب کون ہین حضرت نے جواب دیا میرے اہلبیت انھین الفاظ پر صاحب استقصار نے اپنے جواب کو جو حدیث سابق کی نسبت ہی استدلال کیا ہی اور حدیث سابق کا ان لفظون سے جواب دیا ہی { پس اگر در حدیث عیون جواب آن حضرت متعلق بہر دو حدیث باشد ومعنایش آن باشد کہ ازین حدیث نجوم ہم مراد اصحاب اند مخالفت ومناقضت با حدیث معانی الاخبار ومثال آن لازم می آید لہذا بالبداہت قطعًا ثابت شد کہ جواب امام رضا علیہ السلام متعلق بہر دو حدیث نیست بلکہ آن حضرت فقط حال حدیث دعوائی اصحابی بیان فرمودہ وتفسیر آن باصحابیکہ متغیر ومتبدل نشدند نمودہ زنگ شبہہ از خواطر اہل ایمان زدودہ } لیکن اس جواب مین بھی چند نقص ہین

(اول) ہم اس عبارت زائد کو صحیح نہین سمجھتے اور اُسکو تحریف شیخ صدوق کی جانتے ہین کہ حضرت نے اپنے مذہب کے موافق یہ الفاظ بڑھا دیے ہین اور یہ صرف ہم اپنی بدظنی سے نہین کہتے اور ہم شیخ صدوق پر تہمت نہین لگاتے بلکہ خود انھین کے علما انکی نسبت ایسا خیال کرتے ہین اور انکو تحریف کے فن مین استاد جانتے ہین

اگر کسیکو شک ہووے تو وہ ملا باقر مجلسی کی بحار الانوار کو دیکھے کہ ملاے موصوف نے شیخ صدوق کی نسبت کیا فرمایا ہی ایک حدیث مین جو ابی بصیر سے الفاظ شاء سا شار کے معنی مین منقول ہی صدوق صاحب نے تحریف کی اور الفاظ حدیث کو کم زیادہ کر دیا اور جن لفظون سے کافی مین منقول تھے نقل نہ کیا اسپر ملا باقر مجلسی نے یہ الفاظ شان مین حضرت کے لکھے ہین {ہذا الخبر ماخوذ من الکافی وفیہ تغیرات عجیبۃ تورث سوء الظن بالصدوق وانہ انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل وفی الکافی ہکذا الخ} کہ یہ خبر کافی سے لی گیی ہی اور اُسمین عجیب تغیر و تبدل کیا گیا ہی جس سے صدوق کی نسبت بدظنی ہوتی ہی اور معلوم ہوتا ہی کہ انھون نے اِس حدیث مین تغیر و تبدیل اس لیے کی ہی کہ اہل عدل کے مذہب کے موافق ہو جاوے اور الفاظ حدیث کافی کے اس طرح پر ہین فقط کہ اسکو لکھکر ملا مجلسی نے الفاظ حدیث کافی کے نقل کیے ہین پس باقرار ملا باقر مجلسی کے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ صدوق فرافرا بات پیم الفاظ حدیث کے بدل دیتے تھے اور واسطے موافق کرنے ساتھہ اپنے مذہب کے اماموں کی احادیث مین تغیر و تبدل کر دیا کرتے تھے پس اگر اس حدیث مین جس سے صحابہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہی اور جسکی صحت سے کل مذہب ہی باطل ہوا جاتا ہی کچھہ الفاظ زائد کر دیے ہون تو کیا عجب ہی بلکہ یقین کرنا چاہیے کہ ضرور اُنھون ہی نے اخیر فقرہ بڑھا دیا ہی اور کیون نہ بڑھاتے اِس لیے کہ اگر حدیث کو اُنھین لفظون پر ختم کر دیتے اور اصحاب کا پیغمبر صاحب کی زبان سے مثل ستارون کے ہونا اور اُنکی اقتدا کرنا تسلیم کر لیتے تو پھر اپنے مذہب کو کس طرح بچاتے اِس لیے ہم بھی ملا باقر مجلسی صاحب کے ساتھہ اتفاق کرتے ہین اور حضرت شیخ صدوق کے حق مین اس حدیث مین الفاظ زائد کرنے کی نسبت وہی الفاظ کہتے ہین کہ {انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل} لیکن اگر کسی کو اسپر اطمینان نہوا اور باوجود اقرار ملا مجلسی کے صدوق کی تحریف و تغیر پر یقین نہ آوے تو ہم چند دلیلون سے ثابت کرتے ہین کہ الفاظ {فقیل یا رسول اللہ من اصحابک فقال اہلبیتی} بڑھائے ہوے ہین ✢

(پہلی دلیل) مولوی علی بخش خانصاحب بہادر اپنے ایک رسالے مین فرماتے ہین کہ اصحابی کا لفظ معما تھا یا پہیلی اور چیستان تھی کہ جسکے پوچھنے کی ضرورت ہوتی اور سننے والا نہ سمجھتا اور بالفاظ من اصحابک استفسار کرتا پس یہ سوال خود اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ اپنی طرف سے بڑھایا ہی ✢

(دوسری دلیل) اِس حدیث سے اختلاف اصحاب کا ثابت ہوتا ہی اور موافق اصول شیعون کے اہلبیت باہم مختلف نہین ہوتے پس کیونکر اصحاب سے اہلبیت مراد لینا جائز ہوگا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کے فقرے کے کیا معنی ہونگے چنانچہ خود اسی حدیث مین بعد اُن الفاظ کے جو ہمنے نقل کیے شیخ صدوق صاحب فرماتے ہین کہ {قال محمد بن علی مؤلف ہذا الکتاب ان اہل البیت علیہم السلام لا یختلفون ولکن یفتون للشیعۃ بمر الحق وانما افتوہم بالتقیۃ فما یختلف من قولہم فہو التقیۃ والتقیۃ رحمۃ للشیعۃ} کہ مؤلف اس کتاب کا کہتا ہی کہ اہلبیت علیہم السّلام تو

کچھ اختلاف نہین کرتے بلکہ اپنے شیعون کو صحیح فتوی دیتے ہین البتہ کبھی کبھی کوئی فتوی تقیےؔ سے بھی کر دیتے ہین
پس اختلاف سے مراد تقیہ ہی اور تقیہ شیعون کے حق مین رحمت ہی اگرچہ صدوق اور اُنکے پیرو اس جواب پر ناز
کرین مگر کوئی اہل عقل اس جواب کو پسند نکریگا اس لیے کہ تقیہ کے معنی ہین سچ باتکو بسبب خوف کے چھپانا اور جھوٹھ
کو ظاہر کرنا پس سواے حضرات امامیہ کے دوسرا کون ہی کہ جھوٹھ بولنے کو رحمت سمجھے گا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کے
حدیث کو تقیےؔ پر محمول کریگا۔ لیکن اگر ہم اختلاف کو تقیےؔ پر منحصر سمجھین تو گویا حدیث کے یہ معنی ہوے کہ میرے
اہلبیت کے جس قول پر کوئی عمل کریگا وہ ہدایت پاویگا اگرچہ وہ قول باہم مختلف ہون اور ایک دوسرے سے مخالف
ہون اس لیے کہ اختلاف میرے اہلبیت کا رحمت ہی فقط اور یہ ظاہر ہی کہ ہزارہا احادیث اور اقوال اماموں کے ایسے ہین
کہ جنکو اہل سنت مانتے ہین اور حضرات امامیہ اُنکو تقیےؔ پر محمول کرتے ہین لیکن جب تقیہ رحمت مین شمار کیا گیا تو
سنیون کا اُن اقوال پر عمل کرنا جو اماموں نے براہ تقیہ کے فرمائے عین ہدایت ٹھہرا ورنہ اگر تقیےؔ کے قولون پر عمل
کرنیوالے خطا پر ہون اور گمراہ ٹھہرائے جاوین تو پھر معنی ان الفاظ کے {بایی اقاویل اصحابی اخذتم اہتدیتم
واختلاف اصحابی لکم رحمۃ} کے کیا معنی ہونگے اور کوئی یہ نہ خیال کرے کہ ائمہ کرام نے جو اقوال اور احکام براہ
تقیہ کے فرمائے ہین وہ مجمل اور مشترک المعنی نہین ہین بلکہ نہایت صاف اور صریح ہین اور یہ بھی کوئی نہ سمجھے کہ
اُنھون نے وقت کہنے اُن اقوال اور دینے اُن احکام کے اسکا خیال نہین کیا کہ پوچھنے والا اور سننے والا گمراہ ہوگا
بلکہ جان بوجھکر سوچ سمجھکر اُن اقوال کو فرمایا ہی کہ پوچھنے والا اور سننے والا اُسپر یقین کرے اور کسی طرح پر اُسکو
اُس قول کی صداقت مین شبہہ نرہے جیسا کہ علماے امامیہ نے اسکو خود بیان کیا ہی چنانچہ میر باقر داماد ف

ف اصل عبارت اس کتاب کی بحث تقیہ مین منقول ہوگی ۱۲

نبراس الضیا مین فرماتے ہین کہ جو فتوی ائمہ کرام نے موافق قاعدہ تقیہ کے دیے ہین اُنمین سے بعض
ایسے ہین کہ اُنسے غرض تعلیم ہی تاکہ اُسکا جواز بیان کیا جاے کہ وقت ضرورت کے اُسپر عمل کیا جاوے اور
بامید اسکے کہ مومنین کو حق بات بتلا ہی دی گئی ہی اور اُنمین سے بعض فتوے ایسے ہین کہ جو ایسے پوچھنے والے
نے پوچھے کہ اپنے باطل مذہب پر فریفتہ تھا اور اپنے دین کج پر اعلی درجے کا غلو رکھتا تھا تو ایسے شخص کو ائمہ
کرام نے اُسی کے دین و مذہب کے موافق فتوے دیدیے اس لیے کہ نہ اُسکی ہدایت پانیکی امید تھی نہ راہ راست پر
آنے کا یقین تھا پس جب اماموں نے خود دیدہ و دانستہ پوچھنے والے کو فتوی اُسکے دین و مذہب کے موافق بتلا دیا
تو گو وہ فتوی مخالف اور روایتون کے ہو لیکن بہ نسبت {اختلاف اصحابی لکم رحمۃ} کے پوچھنے والے کے حق مین رحمت ہو گیا
اور بمقتضاے {بایی اقاویل اصحابی اخذتم اہتدیتم} کے اُسپر عمل کرنیوالا ہدایت پانے والون مین محسوب ہوگا۔
(تیسری دلیل) صاحب استقصا نے حدیث عیون اخبار کی تکذیب پر یہ دلیل بیان کی ہی کہ اگر وہ حدیث
صحیح ہووے تو مخالفت دوسری حدیث سے جو معانی اخبار مین مذکور ہی لازم آتی ہی یہ دلیل بالکل پوچ ہی

اس لیے کہ اگر عبارت زائد پر جو شیخ صدوق نے بڑھا دی ہی لحاظ نکیا جاوے تو دونون حدیثون کا مضمون موافق
ہوتا ہی نہ مخالف اس لیے کہ عیون اخبار کی حدیث کے یہ الفاظ ہین {اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم}
اور معانی اخبار کی حدیث کے یہ الفاظ ہین {ان مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم بایہا اخذ اہتدی} پس ہم نہین
جانتے کہ دونون حدیثین باعتبار معنی کے کیونکر مخالف ہین باقی رہی بحث عبارت زائد {فقیل یا رسول اللہ
من اصحابک} کے اسکو ہم تحریف شیخ صدوق کی سمجھتے ہین اور اُسکے دلائل ہم ابھی بیان کر چکے ہین پس اگر ہم
تسلیم کرین کہ جو حدیث اصحابی کالنجوم کو امام موسی رضا نے موضوع اور غیر صحیح فرمایا تو جب اُسکی صحت امام باقر
علیہ السلام کے بیان سے ہوتی ہی تو ایک امام کے قول سے دوسرے امام کی تکذیب لازم آتی ہی ہان اگر
معانی اخبار کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا کہ حدیث اصحابی کالنجوم معنا موضوع اور غلط ہی تو ہم صاحب استقصا کے
جواب کو اُنکے اصول کے مطابق تسلیم کر لیتے لیکن جب اُس سے بھی اُسکی صحت ثابت ہوتی ہی تو ہم نہایت
تعجب کرتے ہین کہ مؤلف موصوف نے حدیث معانی اخبار کے بیان کرنے مین سوا اسکے کہ حدیث اصحابی
کالنجوم کی صحت کو ایک دوسرے امام کے قول سے ثابت کر دیا کیا فائدہ اپنے واسطے تصور کیا تھا علاوہ برین
غور کرنے کی بات ہی کہ اگر پوچھنے والا یہ سوال نکرتا کہ اصحاب سے مراد کون لوگ ہین تو یہ کسی کو نہ معلوم ہوتا
کہ اصحاب سے مراد اہل بیت ہین پس کیونکر قیاس مین آوے کہ اگر پیغمبر خدا یہ حدیث شان مین اہلبیت کی فرماتے
تو وہ ایسا لفظ استعمال کرتے جسکا اطلاق عرفا اہلبیت پر نہین ہوتا اور کیونکر عقل قبول کرے کہ اصحاب کی
لفظ کو سائل نہ سمجھا ہوگا اور اُسنے اُسکے معنی حضرت سے پوچھے ہونگے اس لیے کہ ہم اکثر احادیث مین
دیکھتے ہین کہ لفظ اصحاب کا آیا ہی اور پھر کسی ایک مین بھی ایسا سوال نہین دیکھتے مثلا حدیث {دعوا لی اصحابی}
کو دیکھنا چاہیے کہ خود صاحب استقصا اُسکو صحیح بتلاتے ہین اور امام موسی رضا کی تصدیق کو اُسی پر ختم
کرتے ہین تو اُسکے بعد یہ عبارت نہین ہی {فقیل من اصحابک} تو کیونکر ہم جانین کہ کبھی کسی شخص نے اصحاب
کی لفظ کو پیغمبر صاحب سے سنکر اُسکے معنی نہ پوچھے اور اس حدیث مین لفظ اصحاب ایسا مغلق اور معما ہو گیا کہ بغیر
پوچھے معنی کے سننے والا اُسکے معنی نہ سمجھا اور بدون اُسکی شرح دریافت کرنیکے سامع سے نہ رہا گیا وہذہ (ما یضحک علیہ الصبیان)
(چوتھی دلیل) اگر ہم اُس عبارت زائد کو جو معانی اخبار کی حدیث مین ہی موافق قول صدوق کے تسلیم بھی
کرین اور عیون اخبار کے حدیث کو معانی اخبار کی حدیث سے مخالف ہونا بھی قبول کرین تب بھی صرف اس وجہ سے
کہ دونون مین مخالفت ہی یہ کیا ضرور ہی کہ عیون اخبار کی حدیث کو غلط ٹھہراوین اور کیون اُس حدیث کو صحیح کہکر
معانی اخبار کی حدیث کو غلط نہ ٹھہراوین بلکہ غلط ٹھہرانیکی ضرورت ہی نہین ہی فقط اخیر کا جملہ یا ہوا فقرہ دور کر کے
دونون حدیثون کا اختلاف دور کر دین علاوہ برین ہمکو صاحب استقصا کے اس امر پر نہایت تعجب آتا ہی کہ وہ اختلاف کے

سبب سے ایک حدیث کو غلط ٹھہراتے ہین اس لیے کہ حضرت کے محدثین اور علما نے ایسی احادیث و اقوال نہین بیان کیے کہ جنکے اختلاف پر تعجب ہووے ائمہ کرام اسی کا افسوس کرتے رہے مجتہدین متاخرین اسی غم مین مر گئے اور احادیث کا اختلاف دور نہ کر سکے پس جب اختلاف درجۂ غایت پر پونہچ گیا ہو اور باوجود مساعی جمیلہ متقدمین کے اسکا رفع ہونا محالات مین سے ٹھہر گیا ہو تو ایک دو حدیث کے اختلاف پر کیون اسقدر افسوس ہی تعجب ہی صاحب استقصا کی ذات سے کہ حضرت نے اپنے امام اعظم طوسی کا قول ملاحظہ نہین فرمایا کہ جسمین اقرار ہی کہ فقط کتاب تہذیب مین پانچ ہزار سے زیادہ حدیثین ہین جو باہم متعارض اور متناقض ہین اور جنکا تعارض ہزار تاویل اور تحریف معنوی سے چھپانا چاہا اور نہ چھپ سکا چنانچہ اُنکے امام اعظم کی تقریر جو صاحب فوائد مدنیہ نے نقل کی ہی یہ ہی {وقد ذکرت ما ورد عنہم علیہم السلام من الاحادیث المختلفۃ التی تختص الفقہ فی کتابی المعروف بالاستبصار وفی کتاب تہذیب الاحکام ما یزید علی خمسۃ آلاف حدیث وقد ذکرت فی اکثرہا اختلاف الطائفۃ فی العمل بہا وذلک اشہر من ان یخفی} اور یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صرف راویون کے سبب سے ہی بلکہ حضرات امامیہ اسکا اقرار کرتے ہین کہ یہ اختلاف خود ائمہ کیطرف سے ہی چنانچہ ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ کوئی شی سخت زیادہ ہمپر اس سے نہین ہی کہ ہمارے آپس مین بڑا اختلاف ہی تب امام نے جواب دیا کہ یہ اختلاف میری طرف سے ہی[51] اور اسی مین بروایت زرارہ کے لکھا ہی کہ اُسنے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا حضرت امام نے اُسکو کچھ جواب دیا اِسکے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اُسنے بھی وہی مسئلہ پوچھا اُسکو برخلاف پہلے جواب کے جواب دیا کہ پھر تیسرا شخص آیا اُسکو دونون جوابون کے برخلاف جواب دیا جب وہ دونون آدمی چلے گئے تب مینے کہا کہ یا ابن رسول اللہ اسکا کیا سبب ہی کہ دو آدمی اہل عراق سے آئے اور وہ دونون آپکے شیعون مین سے تھے اور آپنے دونون کو جواب ایک دوسرے کے خلاف دیا ہی امام نے فرمایا کہ یہی ہمارے حق مین بہتر ہی اور اسی مین ہماری تمھاری خیریت ہی اگر اسمین تم سب مختلف نہو اور ایک بات پر متفق ہو جاو تو لوگ تمکو نہ چھوڑین اور ہم تم زندہ نہ رہنے پاوین اور پھر زرارہ کہتا ہی کہ جب امام جعفر صادق سے اِس امر کو مینے پوچھا تو انھون نے بھی اپنے پدر بزرگوار کے موافق جواب دیا[52] اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ فقط ایک مسئلے مین دو تین ہی مختلف احکام ائمہ کرام دیا کرتے تھے بلکہ ستر تک نوبت پونہچی تھی جیساکہ بحار الانوار مین امام جعفر صادق سے منقول ہی کہ امام موصوف فرماتے ہین کہ مین ایک بات مین ستر پہلو رکھتا ہون جس سے چاہون نکل جاؤن[53] غرضکہ اِن اختلافات کو کوئی کہانتک بیان کرے جسکو اس باغ کی بہار دیکھنا ہو وہ {باب کتمان الدین عن غیر اہلہ} کو بحار الانوار سے نکال کر دیکھ لے اور سیر کرے پس جب کہ اختلاف احادیث کا یہ حال ہو اور خود حضرات ائمہ ایک بات مین ستر بات پیدا کرتے ہون

---

۵۱ وہذہ عبارتہ عن محمد بن بشیر وغیرہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لہ انہ لیس شیء اشد علیّ من اختلاف اصحابنا قال ذلک من قبلی

۵۲ وہذہ عبارتہ عن زرارہ عن ابی جعفر قال سألتہ عن مسألۃ فاجابنی قال ثم جاء رجل فسألہ عنہا فاجابہ بخلاف ما اجابنی ثم جاء رجل آخر فاجابہ بخلاف ما اجابنی واجاب صاحبی فلما خرج الرجلان قلت یا ابن رسول اللہ رجلان من اہل العراق من شیعتک قدما یسألان فاجبت کل واحد منہما بغیر ما اجبت بہ الآخر فقال یا زرارہ ان ہذا خیر لنا وابقی لنا ولکم ولو اجتمعتم علی امر واحد لصدقکم الناس علینا ولکان اقل لبقائنا وبقائکم قال ثم قلت لابی عبد اللہ شیعتکم لو حملتموہم علی الاسنۃ او علی النار لمضوا وہم یخرجون من عندکم مختلفین قال فسکت فاعدت علیہ ثلث مرات فاجابنی بمثل جواب ابیہ

۵۳ وہذہ الفاظہ عن ابی عبد اللہ قال انی

اور ایک وقت مین ایک سوال کے جواب مین اپنے مخلصین شیعون کو ایسے مختلف جواب دیے ہون جنمین سے ایک کو دوسرے سے نسبت نہو اور اسی مین اپنی اور اپنے شیعون کی خیریت سمجھے ہون تو ہم صاحب استقصار و وحدیون کے اختلاف پر کیون تعجب کرتے ہین اور کس لیے انکی تطبیق کی فکر فرماتے ہین اور حقیقت یہ ہی کہ یہ اختلاف ان سنافقون اور جھوٹھون نے کیا ہی جنکو ائمہ اپنے پاس آنے نہ دیتے تھے اور وہ ائمہ کو بدنام کرتے تھے اور اپنی طرف سے حدیثین اور باتین بناکر انکی طرف منسوب کرتے تھے اور ائمہ کرام انسے بیزاری ظاہر کرتے تھے اور انپر لعنت کرتے تھے اور انکو کاذب اور ملعون کہتے تھے اور وہ اپنی جھوٹھی بنائی ہوئی باتون کو ائمہ کی طرف منسوب کرتے تھے اور اس امر کو ہم آیندہ شیعون کی کتابون سے ثابت کرینگے انشاء اللہ تعالی +

دوسری شہادت

صحیفہ کاملہ مین جسکا ایک ایک لفظ حضرات امامیہ کے نزدیک صحت اور اعتبار مین کم از الفاظ قرآنی نہین ہی لکھا ہی کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے اصحاب اور انکے تابعین کی نسبت ان لفظون سے دعا کیا کرتے تھے { اللّٰھم واصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصرہٖ الخ } کہ خداوندا رحمت نازل کر اوپر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاصکر اوپر ان اصحاب کے جنھون نے حق صحبت نہایت خوبی سے ادا کیا اور جنھون نے سب طرح کی مصیبتون اور ایذاؤن کو انکی اعانت مین گوارا کیا اور جنھون نے ملکر انکی مدد مین کوئی دقیقہ نہین چھوڑا اور جنھون نے انکی رسالت کے قبول کرنے مین بڑی جلدی کی اور انکی دعوت کی اجابت مین سبقت کی جب انکو پیغمبر خدا نے اپنی پیغمبری کی حجتین بتائین انھون نے بلا توقف قبول کیا اور انکے کلمے کے ظاہر کرنے مین اپنے لڑکے بالون جورو بچون کو چھوڑا اور انکی نبوت کے ثابت کرنے مین اپنے باپ اور بیٹون کو قتل کیا جب انھون نے پیغمبر کا دامن پکڑا تو انکے کنبے قبیلے کے لوگون نے انکو چھوڑ دیا اور جب وہ پیغمبر کے قرابت کے سایے مین آئے تب انکے رشتہ دارون نے انسے رشتہ توڑ دیا پس خدایا مت بھولنا تو ان باتون کو جو پیغمبر کے اصحاب نے تیرے واسطے اور تیرے پیچھے چھوڑا اور راضی کر دینا انکو تو اپنی رضامندی سے اس لیے کہ انھون نے خلق کو تیری طرف جمع کر دیا اور تیرے پیغمبر کے ساتھ دعوت اسلام کا حق ادا کیا الٰہی وہ شکر کرنے کے لائق ہین کہ انھون نے اپنی قوم اور کنبے کے گھر اور اپنے وطن کو تیرے پیچھے چھوڑا اور عیش و آرام کو ترک کرکے ضیق معاش کو تیرے لیے اختیار کیا اور خداوندا انکے تابعین کو جزاے خیر دے جو کہ دعا کیا کرتے ہین کہ پروردگار ہماری مغفرت کر اور ہمارے ان بھائیون کے جو ہم مین سے ایمان مین سبقت لے گئے ہین کیسے تابعین جو ان اصحاب کی چال پر چلتے ہین اور انکے آثار کی پیروی کرتے ہین اور

انکی ہدایت کی نشانیونکی اقتدا کرتے ہین جنکو کوئی شک انکی نصرت مین نہین ہوتا اور جنکے دلمین کوئی شبہ انکے آثار کی
پیروی مین نہین آتا کیستا تابعین جو معاون اور مددگار اصحاب کے ہین اور جو اپنا دین انکے دین کے موافق رکھتے
ہین اور جو انکی ہدایت کے مطابق ہدایت پاتے ہین اور جو اصحاب سے اتفاق رکھتے ہین اور جو کچھہ اصحاب نے
انکو پہنچایا اُسمین اُنپر کچھہ تہمت نہین کرتے ہین اور خدایا رحمت نازل کر اُن اصحاب کی تبعیت کرنیوالونپر آج کے
دن سے جسمین ہم ہین قیامت تک اور اُنکی ازواج اور ذریات پر فقط کہی مسلمانو اس دعا کی لفظون پر خیال کرو
اور آنکے معنی غور سے سوچو اور سمجھو کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے دعا مین کن لفظون سے پیغمبر صاحب کے اصحاب کو
یاد فرمایا ہی اور اُنکے محامد اور اوصاف کو کس خوبی سے بیان کیا ہی اور اُنکی کوششون اور مصیبتون کو جو راہ خدا مین
اُٹھائین کسطرح پر ظاہر کیا ہی اور اُنکے حق مین کس سوز دل سے دعا فرمائی ہی کون شخص ہی کہ جو دعوی ایمان
اور اسلام کا رکھتا ہو وہ بعد سننے اس دعا کے پھر صحابہ کی فضیلت مین شک کریگا اور کون آدمی ہی کہ جو
ائمہ کرام کی امامت کو اصول دین سے سمجھتا ہوگا اور اُنکے قول و فعل پر عمل کرنیکا دعوی رکھتا ہوگا وہ امام کی زبان سے
ایسی تعریفین صحابہ کی سنکر اُنکا معتقد نہوگا + پوشیدہ نہے کہ جب ہم صحابہ کے فضائل مین احادیث اور اقوال کو
اپنی کتابون سے نقل کرتے ہین تو حضرات اُنکو موضوع اور غلط کہہ دیتے ہین اور جب اُنکی کتابون سے ائمہ کرام کے
اقوال کو سند لاتے ہین تو اُسکو تقیے پر محمول فرما دیتے ہین لیکن یہ دعا صحیفہ کاملہ کی ایسی ہی کہ جسپر احتمال
تقیے کا بھی نہین ہوسکتا اس لیے کہ یہ وہ دعا ہی جو امام زین العابدینؑ مناجات مین بوقت خلوت حالت خاص
مین خدا سے کیا کرتے تھے اور راز و نیاز کے وقت اصحاب رسول کی تعریفین خدا کے روبرو کرکے اُنپر درود
بھیجا کرتے تھے اور اُنکی کوششون اور مصیبتون کو جو خدا کی راہ مین اُٹھائین بیان کرکے خدا سے اُنکے لیے
طلب رحمت کیا کرتے تھے پس اُسوقت نہ کسی کا خوف تھا نہ کسی سے اندیشہ کہ جس سے ضرورت تقیہ کرنے
کی ہوتی پس اس دعا مین احتمال تقیہ کی بھی گنجایش باقی نہین رہی اور امام کی زبان سے اعلی درجے کی تعریف
اصحاب رسول کی ثابت ہوگئی پس حضرات امامیہ کو چاہیے کہ اول سے آخر تک اس دعا کو دیکھین اور لفظ لفظ پر
غور فرماوین اور انصاف کرین کہ جب امام علیہ السلام مناجات مین ایسی ستایش اصحاب کی کرین اور انکے
تابعین کے حق مین دعاے خیر فرماوین اور بالفاظ {وارضهم من رضوانك واشكرهم على هجرهم فيك} انکے
لیے رضاے ایزدی کے طالب ہون اور اُنکے مصائب اور تکالیف کو ذریعہ رضوان الٰہی کا جانین اور
انکو باعث ترقی دین اسلام کا فرماوین اور پھر بھی ائمہ کی اطاعت کے دعوی کرنے والے اور اپنے آپ کو
قدم بقدم ائمہ کے طریقون پر چلنے والے اپنے آپ کو امامیہ کہنے والے برخلاف اُسکے اصحاب رسول
کی برائیان بیان کرین اور اُنکی ہجو و مذمت کو شعائر دین سے ٹھہراوین اور اُنکی عیب جوئی مین شب و روز صرف

اوقات کرین اور اُنکے محامد و اوصاف سے اغماض کر کے مطاعن کے اظہار مین مصروف رہین اور بجاے
دعاے خیر اور طلب رحمت کے اُنکے حق مین بددعا کرنیکو عبادت جانین اور اُنکی پیروی کو ذریعہ ضلالت و گمراہی کا
سمجھین اور جو کوئی اُنکی چال پر چلنا چاہے اُسکو دائرۂ اسلام سے خارج جانین اور جو کوئی اُنپر تہمت کرے اور
اُنسے دشمنی رکھے اُسکو بڑا مومن پاک تصور کرین معلوم نہین کہ ان حضرات کی اصطلاح مین محبت اور ایمان کے
کیا معنی ہین اور عداوت اور کفر کا کیا مطلب ہی اہل سنت جو ائمۂ کرام کے اقوال و افعال پر عمل کرین وہ
خارجی اور ناصبی کہلاوین اور حضرات شیعہ جو اُنکے اقوال و فعال سے مخالفت رکھین وہ امامیہ اور دوست
اہل بیت کے ٹھہرین (فاعتبروا یا اولی الابصار انّ ہذا الشئی عجیب) جاننا چاہیے کہ اس دعا سے
چند فائدے حاصل ہوے (اول) امام کا اصحاب کے حق مین دعاے خیر کرنا اور اُنپر درود بھیجنا اور
اُنکے حق مین گمان نیک رکھنا (دوسرے) اُن اصحاب کا سب سے افضل ہونا جو سب سے اول ایمان لائے اور
اصحاب رسول کا خدا کی راہ مین ایذائین اور مصیبتین اُٹھانا اور خدا کے لیے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنا اور پیغمبر کے
پیچھے اُنکے قریب اور رشتے دارون کا اُنسے قرابت اور رشتہ چھوڑ دینا اور خدا کے دین مین داخل ہونے
کے لیے لوگون کو دعوت اسلام کی کرنا (تیسرے) اصحاب کے تابعین کی فضیلتین اور
اُنکی نشانیان اب ہر ایک امر کی نسبت ہم علحدہ علحدہ بحث کرتے ہین +

امر اول امام کا اصحاب کے حق مین دعاے خیر کرنا

اصحاب کے حق مین دعاے خیر کرنا اور اُنکو نیکی سے یاد کرنا درحقیقت پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے حکم کی اطاعت
کرنا ہی اس لیے کہ خود حضرت نے اُنکے حق مین ایسا فرمایا ہی چنانچہ او پر ہم عیون اخبار سے اِس حدیث کو
بیان کر چکے ہین کہ حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ دعوالی اصحابی کہ میرے اصحابون کو میرے لیے چھوڑ دو اور
میری صحبت کے حقوق کی اُنکے حق مین عایت کرو اور اسکی تائید مین اور احادیث اور اقوال نقل کرتے ہین
(اول) حدایقہ سلطانیہ کی جلد سوم بحث نبوت مین جناب میر صاحب قبلہ فرماتے ہین کہ جب پیغمبر
صاحب کا وقت وفات قریب آیا تو حضرت نے منبر پر جا کر اصحاب سے پوچھا کہ مین کیسا پیغمبر تھا سبھون نے
عرض کیا کہ جو کچھ صبر خدا کی راہ مین آپنے گوارا کیا اُسکی جزاے خیر خدا آپ کو دے تب حضرت نے
اُسکے جواب مین فرمایا (خدا شمارا نیز جزای خیر دہد) کہ یہ روایت صفحہ ۳۲۸ حدایقہ سلطانیہ مین موجود ہی
بس معلوم نہین کہ اُس وقت جب کہ ہزارون اصحاب موجود تھے اور واسطے وداع پیغمبر خدا کے مسجد
مین جمع ہوے تھے حضرت کا اُنسے مخاطب ہو کر یہ فرمانا کہ خدا تمکو جزاے خیر دے کس امر پر محمول کیا جاوے

اور کیونکر ایسے اصحاب کے حق مین گمان نیک نہ کیا جاوے (دوسرے) تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام مین لکھا ہی کہ {ان رجلا ممن یبغض آل محمد واصحابہ او واحدا منہم لعذبہ اللہ عذابا لو قسم علی مثل ما خلق اللہ لاہلکم اجمعین} کہ اگر کوئی شخص دشمنی رکھے آل محمد سے اور اصحاب محمد سے یا ایک سے بھی منجملہ اُنکے اُسپر خدا ایسا عذاب کرے گا کہ اگر وہ تقسیم کیا جاوے تمام خلق پر تو وہ سب ہلاک ہو جاوین پس جسطرح پر آل محمد کی دشمنی حرام ہی اسی طرح پر اصحاب محمد کی عداوت حرام ہی (تیسرے) پیغمبر خدا نے اپنے اصحاب کے سب و دشنام سے منع کیا ہی چنانچہ جابع ابواب مین کہ معتمدین کتب شیعہ سے ہی منقول ہی {قال النبی من سبنی فاقتلوہ ومن سب اصحابی فاجلدوہ} کہ جو کوئی مجھے برا کہے اُسکو قتل کرو اور جو کوئی میرے اصحاب کو برا کہے اُسکو درے لگاؤ (چوتھے) کتاب مفتاح السر البعیث اور مفتاح الحقیقت مین جسکو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین اور قاضی نور اللہ شوستری وغیرہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کیطرف سے منسوب کیا ہی لکھا ہی کہ غیبت بہت برا عیب ہی اور بہتان اور افترا اُس سے بھی بڑھکر ہی اور عوام آدمیون کے حق مین غیبت اور بہتان گناہ کبیرہ ہی نہ کہ اصحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق مین کتنا بڑا گناہ ہوگا پس اُنکے حق مین اعتقاد نیک رکھنا ضروریات سے ہی اُنکے فضائل بیان کرنے مین رطب اللسان رہنا چاہیے اور اُنکے دشمنونکی صحبت سے نفرت رکھنا چاہیے کہ اُس سے نفاق خفی دل مین پیدا ہوتا ہی الغرض باوجود اسکے کہ یہ روایتین خود شیعونکی کتابون مین موجود ہون اور پیغمبر خدا کا اور ائمہ کرام کا دعائے خیر کرنا اصحاب کے حق مین ثابت ہو اور پھر وہ اصحاب کے کینے کو افضل عبادت جانین اور لعنت کرنے کو جو کہ خود انھین پر لوٹتی ہی عمدہ ترین طاعت جانین اور جن پر امام زین العابدین اور دیگر ائمہ کرام درود بھیجین اُنپر تبرا کرین اور اُٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سوائے لعنت کے اپنی زبان پر دوسر الفظ نہ لاوین اور بجائے لعنتیہ کے اپنے فرقے کا نام امامیہ رکھین +

امر دوم پیغمبر خدا کے یارون کا ایمان کے سبب سے مصیبت اور ایذا پانا اور جو سب سے اول ایمان لائے اُنکا اورون سے افضل اور بہتر ہونا

اس دعا سے امام علیہ السلام کے پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے اصحاب کرام کے جو فضائل ثابت ہوتے ہین وہ یہ ہین کہ اُنکا پیغمبر صاحب کی مددگاری مین مصائب اور تکالیف کا پانا حضرت کی محبت مین اپنے بال بچون اور گھر بار کو چھوڑنا اور اپنے وطن سے ہجرت کر جانا اثبات نبوت مین اپنے باپ بیٹون عزیزون کو قتل کرنا پیغمبر خدا کی دعوت کو قبول کرنا اور خلق کو خدا کیطرف جمع کر دینا ان فضائل کو امام نے اس تفصیل کے ساتھہ بیان فرمایا ہی کہ کسی شیعہ کو کیسا ہی متعصب کیون نہو اُسکی تکذیب اور تاویل کی جرأت باقی نہین رہی اس لیے کہ کتاب صحیفۂ کاملہ ایسی معتبر کتاب ہی کہ حضرات شیعہ اُسکو زبور آل محمد کہتے ہین

اور اُسکی لفظ لفظ اور حرف حرف کو صحیح جانتے ہین اور جو کچھ اسمین لکھا ہی اسکی تصدیق کرتے ہین بس ان فضائل کو
جو امام نے بیان کیے دیکھ دیکھ کر گو دلمین جلتے ہون اور اپنے محدثین اور علما کو اُسکی تصدیق و تصحیح پر بُرا بھلا
کہتے ہون لیکن کسیطرح پر اسکی تکذیب نہین کر سکتے باقی رہی تاویل اُسکی تین صورتین ہین (۱) یا یہ کہ ان فضائل کا
مصداق سوائے صحابہ کے اور کسی گروہ کو گردانین جیسا کہ حدیث اصحابی کالنجوم وغیرہ مین گردانا (۲) یا یہ کہ اُسکو تقیے پر
محمول فرماوین جیسا کہ اور احادیث ائمہ مین کیا ہی (۳) یا کہ اُن فضائل کو اپنے مقبولین صحابہ کے حق مین
قبول کرین اور اکثر مہاجرین اور انصار کو خصوصاً خلفاے ثلثہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو اُس سے خارج سمجھین
لیکن تینون طرح سے تاویل کا دروازہ بند ہی اور سوائے اسکے کہ موافق ہمارے مذہب کے ان فضائل کو تمام مہاجرین و
انصار کی نسبت خصوصاً خلفاے ثلثہ کے حق مین تسلیم کرین اور دوسرا چارہ نہین ہی چنانچہ ہم تینون تاویلون کا بطلان ثابت کرتے ہین
امر اول کہ مصداق ان فضائل کے اصحاب رسول نہین ہین اسکا خود کسی شیعہ نے دعوی نہین کیا بلکہ ان
فضائل کا صحابہ کی شان مین وارد ہونے کو اُنکے علما نے قبول فرمایا ہی چنانچہ صاحب نزہۂ اثنا عشریہ نے
بجواب جلد چہارم تحفہ کے اسکو تسلیم فرمایا ہی وہذہ عبارتہ <که امامیه جمیع اصحاب را مقدوح و مجروح نمی دانند
بلکه بسیاری از صحابۂ عظام را جلیل القدر و ممدوح بلکه از اولیای کرام میدانند و مستحق رحمت و رضوان ملک منان
می پندارند در صحیفۂ کامله که فرقۂ حقه آنرا زبور آل محمد گویند دعائیکه از حضرت سید الساجدین علیه السلام ماثور ست
شاهد عدل این دعوی ست> رہا امر دوم کہ امام نے یہ فضائل براہ تقیہ کے بیان کیے ہین اسکو بھی کسی
عالم نے علماے شیعہ سے بیان نہین کیا اور کیونکر لفظ تقیے کا اِس موقع پر زبان پر لاتے اِس لیے کہ
یہ فضائل جو امام نے بیان کیے وہ کسی ناصبی اور خارجی اور دشمن اہلبیت اور دوست صحابہ کے سوال کے
جواب مین بیان نہین فرمائے کہ احتمال تقیے کا ہوتا اور حضرات شیعہ یہ کہکر کہ امام نے بخوف جان و
آبرو سائل ناصبی کے ظلم سے بچنے کے لیے جھوٹی تعریف اصحاب کی کر دی جان بچا لیجاتے بلکہ یہ تعریف امام نے
خداے جلشانہ سے بوقت دعا کی ہی جسوقت سوائے اُنکے اور خدا کے دوسرا نہ ہوتا تھا اور خلوت مین
راز و نیاز کا دفتر پروردگار کے حضور مین کھولا جاتا تھا امام داعی ہوتے تھے اور خدا مجیب ہوتا تھا بس
خیال کرنا چاہیے کہ اصحاب رسول کی عزت اور بزرگی امام کے دل مین کس درجے پر تھی کہ ایسے راز و نیاز کے
وقت مین بھی اُنکو نہ بھولتے تھے اور جسطرح پر اپنے اور اپنے اہل بیت کے لیے دعا کرتے تھے اور انبیا و رسل
کے حق مین درود بھیجتے تھے اُسی طرح پر اصحاب رسول کے لیے دعا فرماتے اور اُنپر صلوات اور رحمت کی
استدعا کرتے تھے اگر کاش حضرت امام اللھم صل علی محمد وآل محمد و اصحاب محمد کہکر قناعت کرتے تو بھی
کافی تھا اور دعا کے وقت اُنکے محامد اور اوصاف کے دفتر کھولنے کی ضرورت نہ تھی مگر قربان امام سجادؑ

علیہ السلام کی محبت اور انصاف کے کہ انھون نے اتنے پر قناعت نہ کی اور اپنے خدا کے سامنے اپنے دادا کے یارون کے ایمان اور مصائب اور تکالیف کی تفصیل بیان کرکے اُنپر رحمت نازل کرنے کے لیے دعا کی اور نہ صرف دعا کی بلکہ مہاجرین کی محنتون اور کوششون اور مصیبتون کا ذکر کرکے اُنکی شکرگذاری خدا سے چاہی اسی واسطے حضرت نے اس دعا مین فرمایا {واشکرہم علی ہجرہم} کہ خداوندا مہاجرین نے جو ہجرت تیرے واسطے کی اور اپنے گھر بار کو تیرے پیچھے چھوڑا اُسکی شکرگذاری کر بس کون شخص ہی کہ ان الفاظ اور فقرات کو دیکھکر امام کی محبت کا ساتھہ صحابہ کے معتقد نہوگا اور کسکی زبان سے حرف عداوت کا باہم صحابہ اور اہل بیت کے نکلے گا لیکن آفرین ہی حضرات شیعہ کے ایمان اور محبت پر کہ اپنے آپ کو امامیہ کہین اور ائمۂ کرام کی خلوص محبت کا دعوی کرین اور اپنے آپ کو پیرو امامون کا جانین اور بااین ہمہ صحابہ کی عداوت رکھین اور جسقدر امام اُنکی تعریف کرین اُس سے ہزار حصہ بڑھکر وہ اُنکی برائیان بیان کرین اور اگر کسی سنی بیچارے کی زبان سے بہ تبعیت ائمۂ کرام اللھم صل علی محمد وآل محمد کے بعد اصحاب محمد نکل جاوے تو غیظ مین آکر اُسکو غصے سے دیکھنے لگین اور اتنی ہی بات پر اُسکو خارجی اور ناصبی کہنے لگین سچ تو یہ ہی کہ جو امور ابطال اسلام و ایمان کے پردے مین محبت اہلبیت کے حضرات شیعہ نے کیے ہین وہ دشمنون سے بھی نہین ہوتے ونعم ما قیل شعر

آنچه به فیضی نظر دوست کرد	مشکل اگر دشمن جانی کند

باقی رہا امر سوم کہ ان فضائل کے مصداق صرف وہی اصحاب ہین جنکو علماے شیعہ اچھا جانتے ہین اور اکثر مہاجرین اور انصار خصوصاً خلفاے ثلثہ اس سے خارج ہین سو اسکا دعوی سب علماے شیعہ نے کیا ہی اور اسی تاویل کو جواب ان فضائل کا تصور فرمایا ہی لیکن جب اس امر کو حضرات شیعہ نے تسلیم کرلیا کہ وہ فضیلتین جو امام نے اس دعا مین بیان کی ہین وہ اصحاب کرام کی شان مین ہین تو ما بہ النزاع درمیان ہمارے اور حضرات کے صرف یہ امر رہ گیا کہ مراد اُس سے تمام مہاجرین و انصار ہین یا نہین بلکہ اصل تصفیہ اس امر پر منحصر رہا کہ خلفاے ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم بھی اُسمین داخل ہین یا نہین چنانچہ ہم دعوی کرتے ہین کہ جو فضائل امام نے بیان کیے ہین وہ تمام مہاجرین و انصار پر خصوصاً خلفاے ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم پر صادق ہین اس لیے کہ وہی لوگ وہ ہین جنکے افعال اور اعمال اور سیرت اور چال اور چلن سے ثابت ہوتا ہی کہ {ابلوا البلاء الحسن فی نصرہ وکانفوہ واسرعوا الی وفادتہ وفارقوا الازواج والاولاد فی اظہار کلمتہ} یعنی اُنھون نے سب طرحکی بلاؤن اور مصیبتون کو پیغمبر صاحب کی اعانت مین گوارا کیا اور حضرت کی دعوت کو سب سے اول سنا اور بال بچون آل اولاد گھر بار کو اُس کے کلمے کے ظاہر کرنے مین چھوڑا اور اس دعوی کو بھی ہم ثابت کرتے ہین ٭ جب پیغمبر خدا علیہ التحیتہ والثنا نے مکہ معظمہ مین دعوی نبوت کا کیا اور لوگون کو بحکم پروردگار اسلام کی خوبیون سے آگاہ کیا تو آہستہ آہستہ لوگون نے اسلام قبول کیا اور

کفار قریش نے اُن لوگون کو جو حضرت پر ایمان لائے تھے ستانا اور ایذا دینا شروع کیا یہانتک کہ برادری اور قرابت اُنسے چھوڑ دی اور اپنے گروہ سے اُنکو خارج کردیا اور خرید فروخت اُنسے بند کردی مگر اُن مومنین نے اسلام کو نہ چھوڑا اور سب کو چھوڑ کر پیغمبر صاحب کا دامن پکڑا اور یہ ظاہر ہی کہ تمام مہاجرین اُسی گروہ مین داخل ہین خصوصاً خلفائے راشدین اُن سب کے پیشوا ہین تو سوائے اُنکے یہ فضائل اور کس پر صادق ہونگے اور اگر وہی خارج کردیے جاوین تو وہ لوگ جنھون نے ایمان قبول کیا اور جنکو کفار نے ستایا کون سے تھے اور کس ملک سے آئے اور کہان رہتے تھے ذرا کوئی حضرات شیعہ سے اُنکے نام اور حالات کو پوچھے اور دیکھے کہ وہ سوائے اُنھین مہاجرین اور خلفائے راشدین کے کسی دوسرے کا نام بتلاتے ہین یا نہین ہمنے جہانتک شیعون کی کتابون کو دیکھا اور جو کچھ اُنکے عالمون سے سنا تو یہی دیکھا اور سنا کہ انھین مہاجرین اور خلفائے راشدین کا وہ بھی نام لیتے ہین اور انھین کو ایمان لانیوالون مین شمار کرتے ہین مگر اتنا فرق ہی کہ ہم اُنکے ایمان کو صدق دل سے تصور کرتے ہین اور وہ اُسکو نفاق پر یا طمع دنیا پر یا کاہنون اور نجومیون کے سننے پر محمول کرتے ہین لیکن اسکا اقرار کرتے ہین کہ یہ لوگ ظاہر مین ایمان لائے اور پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی نبوت کے معتقد ہوے جیسا کہ حملۂ حیدری کا مؤلف لکھتا ہی کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام وعظ و نصیحت کیا کرتے اور ایک ایک دو دو آدمی اُنپر ایمان لایا کرتے کما قیل **ابیات**

دگر وعظ و ارشاد برین نسق	در ابطال اصنام و اثبات حق	نمودی حبیب خدائی جہان
نکردی ولی کار در مشرکان	بخواندی مدام از کلام مجید	بران قوم آیات وعد و وعید
نمودی اثر گفته اش گاه گاه	کہ بگذاشتی یکد و کس پاپراه	ولیکن نہ جملہ ز راہ یقین
یکی بہر دنیا یکے بہر دین	بنادان رسد گر بگیرد خطا	کہ دنیا کجا بود با مصطفا
چنین ست دنیا نبود آنزمان	ولی بود آینده منظور شان	خبر داده بودند چون کاہنان
کہ دین محمد بگیرد جہان	ہمہ پیروانش بہ عزت رسند	تمام اہل انکار ذلت کشند
یکی گرد ازین راہ ایمان قبول	یکی شخص بہر خدا و رسول	

اور اس امر کو کہ کوئی مہاجرین مین سے بہ نفاق یا بہ طمع دنیا یا باستماع اخبار کاہنان ایمان نہین لایا بلکہ صدق دل سے ہر ایک نے اسلام قبول کیا ہم آگے ثابت کرینگے لیکن اس مقام پر ہم اتنا ہی ثابت کرنا چاہتے ہین کہ حضرات شیعہ اِن لوگون کا اسلام لانا قبول کرتے ہین اور اُنکو منکرین نبوت سے نہین جانتے چنانچہ یہ بات اِنھین چند اشعار سے ثابت ہوگئی اور چونکہ اور علما کا بھی یہی قول ہی اس لیے اور کتابون کی سند لانا تحصیل حاصل ہی باقی رہا اُن مسلمانون کا ایذا اور مصیبت اُٹھانا اور کفار قریش کے ہاتھ سے تنگ ہونا اِسکو بھی علمائے شیعہ تسلیم کرتے ہین اور انھین مہاجرین کا جنکو وہ منافق اور مرتد جانتے ہین (ونعوذ باللہ من ذلک)

کفار قریش کے ہاتھ سے مصیبت پانیکا اقرار کرتے ہین چنانچہ مؤلف موصوف لکھتا ہی کہ جب پیغمبر خدا
بسبب محافظت ابوطالب کے کفار کو قدرت نہوتی تو اُنکے اصحاب کو ستاتے اور ایذا دیتے کما قیل ابیات

ولی چون ابوطالب نامور	نگہبان او بود ازین پیشتر	بایذای او کس نمیانت دست
رسانیدی اصحاب او را شکست	بہر کوی و ہر برزن و ہر ممر	کہ کردی ز اصحاب او کس گذر
نمودندی اعدای او از غلو	بہر گونہ آزار و ایذاے او	بضرب و بشتم و بمشت و لگد
بدیگر ستمہای بیرون ز حد	فگندی ز ہر سو بسر خاک شان	نمودی برہنہ تن پاک شان
پس انگہ نشاندی چنان بیحجاب	دران ریگ تفسیدہ از آفتاب	ببریدی ازان قوم آب و طعام
زدی تازیانہ ز خلف و امام	دگر ظلمہائے ہلاکت مآل	کہ آرد بیانش بدلہا ملال
نمودندی آن ناکسان شقی	بران زمرۂ مومنین متقی	

اب کوئی حضرات شیعہ سے پوچھے کہ باوجود تصدیق اس امر کے کہ اصحاب نبی پر کفار کے ہاتھ سے
اس قسم کی مصیبتین اور تکلیفین پونہچتی تھین اور وہ اسپر صبر کرتے تھے اور پیغمبر صاحب سے جدا نہوتے تھے اور اعلاء
کلمۃ اللہ مین دن رات سعی بلیغ کرتے رہتے تھے تو اگر ان لوگون کے حق مین وہ صفات جو امام نے بیان کیے
صادق نہین ہین تو پھر وہ دوسرے لوگ کون ہین جو مصداق اُن صفات کے ہین اگر حضرات شیعہ
انصاف کو دخل دین اور تعصب اور عناد کو چھوڑین اور امام کے اِس کلام پر غور کرین {الذین ہجرتہم العشائر
اذ تعلقوا بالعروۃ وانتفت منہم القرابات اذ سکنوا فی ظل قرابتہ} اور پھر صحابہ کرام کی حالات کو خود اپنے ہی
کتابون سے نکال کر دیکھین تو تمام مہاجرین کو مصداق اس مضمون کا پاوین اور کسی ایک کو اس فضیلت سے
مستثنی نہ کرین لیکن اگر اسپر بھی حضرات شیعہ کی خاطر جمع نہو اور خلفاے راشدین کے ایمان اور
اسلام کی تفصیل بقید اُنکے نام کے چاہین تو اُسکو بھی غور سے سنین اور اپنی ہی کتابون کی سند لین +

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان لانے کا حال

حضرت شیعہ اقرار کرتے ہین کہ ابوبکر صدیق رض انھین چند لوگون مین ہین جو سب سے اوّل ایمان لائے اور جنھون نے
اور وں سے پہلے پیغمبر صاحب کی نبوت کو تصدیق کیا چنانچہ ہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان
لانیکا حال آیۂ غار کے بیان مین لکھ چکے ہین اِس مقام پر صرف اُن اعتراضات کو بہ تفصیل ذکر کرتے ہین جو کہ حضرت
صدیق اکبر کے ایمان پر علماے شیعہ نے کیے ہین منجملہ اُن اعتراضات کے جو ابوبکر صدیق رض کے ایمان پر حضرات شیعہ کرتے
ہین ایک یہ ہی کہ اُنھون نے کاہن سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر پیدا ہوگا اور آپ اسپر ایمان لانیوالے اور اُسکی طاعت کرنیوالے بڑے

مرتبے پر پونہچین گے اس لیے وہ ایمان لائے چنانچہ مؤلف حملۂ حیدری بھی مثل اپنے اور علما کے لکھتا ہی ابیات

ابابکر زان پس برہ پا گذاشت	کہ گفتار کاہن بدل یاد داشت	باو کاہنے دادہ بود این خبر
کہ مبعوث گردد یکے نامور	ز بطحا زمین در ہمین چند گاہ	بود خاتم انبیای آلہ
تو با خاتم انبیا بگروی	چو او بگذرد جانشینش شوی	ز کاہن چو بودش باو این نوید
	بیاورد ایمان نشان چون بدید	

لیکن یہ قول باطل ہی چند دلیلون سے ٭

(پہلی دلیل) اگر یہ امر تسلیم کیا جاوے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کاہن کے کہنے سے ایمان لائے تو ضرور اُسکے کہنے کو سچ جانا ہوگا تو جسطرح پر اُسکے اس کہنے کو تصدیق کیا کہ خلافت بعد رسول کے اُنکو ہوگی اُسی طرح پر اس کہنے کو بھی تصدیق کیا ہوگا کہ وہ نبی برحق ہونگے اور اُنکا دین سچا ہوگا تو ضرور وہ پیغمبر صاحب کو سچا پیغمبر سمجھ کر ایمان لائے ہونگے پس اس سے بھی تصدیق رسالت ثابت ہوتی ہی اور اِسی کا نام ایمان ہی اور اسی سے حضرات شیعہ انکار کرتے ہین اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو دل سے ایمان لانے والا نہین کہتے چنانچہ مجتہد صاحب ذوالفقار مین لکھتے ہین کہ {خلیفہ اول از اول امر از ایمان بہرہ نداشت باتفاق من علماء الامامیہ} لیکن اگرچہ جناب مجتہد صاحب قبلہ وکعبہ نے یہ دعوی کیا کہ تمام علما کا اتفاق ہی کہ ابوبکر صدیقؓ اول سے ایمان نہ لائے تھے مگر حضرت سے غلطی ہوئی اس لیے کہ علامۂ حلی نے شرح تجرید مین لکھا ہی کہ خود حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ نے فرمایا ہی کہ {آمنت قبل ان آمن ابوبکر} کہ مین ایمان لایا قبل اسکے کہ ابوبکر ایمان لائے ہون تو جب حضرت علی کے قول سے اُنکا ایمان لانا ثابت ہوا تو پھر مجتہد صاحب کا کہنا کون سنتا ہی ٭

(دوسری دلیل) معلوم نہین کہ کاہن نے صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے پیغمبر صاحب کے نبی ہونے کا حال کہا تھا اور صرف ایک وہی کاہن کی تصدیق کرکے ایمان لائے تھے یا اور اصحاب بھی ہم جہانتک شیعہ کی کتابون سے واقف ہین اُنکے اقوال مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ اکثر اصحاب کاہنون کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ حملۂ حیدری کے اُن اشعار سے ظاہر ہوتا ہی جو اوپر نقل کیے گئے اور بعض کہتے ہین کہ نہین صرف ایک دو ہی شخص کاہن کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ تزہۂ اثنا عشریہ کا مؤلف فرماتا ہی {وہم آنکہ قول اوا گر بقول کہنہ و منجمین الخ مدفوع ست زیرا کہ امامیہ این معنی را در حق اکثر صحابہ روایت نہ کردہ اند بلکہ در حق یک دو شخص} پس اگر یہ امر تسلیم کیا جاے کہ اکثر صحابہ کاہنون کے کہنے سے ایمان لائے تو کچھ جاے اعتراض حضرات شیخین پر نہین ہی اور اصحاب مقبولین امامیہ کی اُس گروہ مین سے مستثنی ہونے کی وجہ نہین ہی تو جب امامیہ کے صدیق اُنکے کہنے سے ایمان لائے تو اہل سنت کے صدیق بھی اگر اُنکے کہنے سے ایمان لائے تو کیا گناہ کیا اور اگر یہ بات مانی جاوے

اگر حضرت ہی دو شخص کاہنون کے کہنے سے ایمان لائے تو معلوم نہین کہ اُنھون نے کاہنون کے قول کو سچ جانا یا نہین اگر سچ جانکر ایمان لائے تو کچھ خلل اُنکے ایمان مین نہین ہوا اس لیے کہ اور لوگ بھی منجملہ اصحاب مقبولین شیعہ کے ایسے ہین کہ جو پچھلی کتابون کی پیشین گوئیون کو دیکھ کر ایمان لائے یا خواب مین پیغمبر صاحب کی نبوت کی تصدیق کر کے مسلمان ہوے تو اگر حضرات شیخین بھی کاہن کے کہنے سے ایمان لائے تو کیا حرج ہی؟

(تیسری دلیل) یہ قول شیعون کا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کاہن کے کہنے سے ایمان لائے انھین کے علما کے اقوال سے غلط ہوتا ہی اس لیے کہ اُنکے علما نے لکھا ہی کہ ابوبکر صدیق نے خواب دیکھا تھا اور اُسکے سبب سے ایمان لائے تھے جیسا کہ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین مین لکھا ہی ﴿کہ ابوبکر ببرکت خوابیکہ او دیدہ بود مسلمان شدہ بود﴾

(چوتھی دلیل) اگر حضرات شیعہ کے اس کہنے سے کہ ابوبکر صدیق کاہن کے کہنے سے ایمان لائے یہ غرض ہو کہ وہ دل سے ایمان نہین لائے تو اس کی تکذیب اُنکے حالات سے ہوتی ہی اس لیے کہ وہ ہمیشہ دعوت اسلام مین سعی بلیغ کرتے اور لوگون کو اسلام کی طرف راغب کرتے اور اپنے دوست آشناؤن کو سمجھا سمجھا کر حضرت کا مطیع بناتے اور پیغمبر صاحب سے علانیہ دعوت اسلام کرنے کے واسطے درخواست کیا کرتے اور غلامون کو خرید خرید کے خدا کی راہ مین آزاد کرتے اور اپنے مال اور جان کا نقصان گوارا کرتے کہ ان سب باتون کا ثبوت امامیہ کی کتابون سے ہوتا ہی تو کیا کوئی عاقل اسکو قبول کریگا کہ جسکی کوششین اور محنتین اجراے دین مین غایت درجے کو پہنچی ہون اور جسکو اعلاء کلمۃ اللہ مین اپنی جان و مال کا خیال نہو وہ خود دل سے پیغمبر صاحب کو سچا نبی اور اسلام کو سچا دین نہ سمجھتا ہو ایسی بات حضرات امامیہ کی زبان سے نکل سکتی ہی ورنہ کوئی نادان بھی اسکو نہ مانیگا اور واسطے ثبوت اس امر کے کہ حضرات شیخین نے پیغمبر صاحب کو اظہار دعوت اسلام پر برانگیختہ کیا اور انھین کے اصرار سے حضرت نے اظہار دعوت فرمایا اور اسی وجہ سے شیخین نے صدمہ اٹھایا ہم قول صاحب استقصاء الافحام کا نقل کرتے ہین مؤلف موصوف تحریر فرماتے ہین کہ ﴿مگر نا صبی پیغمبر خدا را کہ از خوف کفار در حصن غار اختفا نمودہ و در بدو اسلام از اظہار دعوت علانیہ احتراز داشتہ تا آنکہ شیخین دل تنگ شدہ آن حضرت را حث و ترغیب باظہار دعوت کردند و آن حضرت بنا بر اظہار عدم مصلحت از جہت اصرار ایشان از اعلان مانع نیامدہ حتی صاحب اولہما ما اصاب وقال ثانیہما العبد العزی واللات علانیۃ ویعبد اللہ سرا از خوف خدا ناکل و بخوف غیر مائل می اند﴾

(پانچوین دلیل) اگر فرض کیا جاوے کہ ابوبکر صدیق سچے دل سے ایمان نہین لائے اور (عیاذاً باللہ) کافر تھے جیسا کہ جابجا مجتہد صاحب نے اس عقیدے کو ظاہر کیا ہی چنانچہ ذوالفقار مین فرماتے ہین ﴿اول ایمان اصحاب ثلثہ باثبات باید رسانید بعد ازین باین افسانہ بیہودہ ترنم باید نمود زیرا کہ دانستی کہ مسلک امامیہ درین باب اینست کہ اصحاب ثلثہ از اول امر از ایمان بہرہ نداشتند﴾ اور مجتہد صاحب کے معتقد

صاحب ستقصار الافحام اپنی کتاب مین لکھتے ہین کہ {فان کفرہم وارتدادہم واضح لاسترۃ فیہ} کہ کفر اور ارتداد خلفاء ثلثہ کا ایسا واضح ہی کہ وہ کچھ چھپا ہوا نہین ہی پس اگر مطابق اصول شیعہ کے کفر اور عدم ایمان حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا فرض کیا جاوے تو تمام مہاجرین والانصار بلکہ تمام اصحاب کا کافر ہونا لازم آتا ہی اِس لیے کہ سبھون نے اُنکو اپنا سردار بنایا اور بعد پیغمبر خدا کے اُنکو خلیفہ کیا اور اُنکے ہاتھہ پر بیعت کی اور یہ بیعت کرنیوالے اور اُنکو خلیفہ بنانیوالے دس بیس سو دوسو ہزار دوہزار آدمی نہ تھے بلکہ لاکھون تھے اِس لیے کہ اصحاب نبوی بعد پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے بروایتے ایک لاکھہ سے زیادہ اور بروایت ملا باقر مجلسی جو اُنھون نے تذکرۃ الائمہ مین لکھی ہی چار لاکھہ تھے تو جب چار لاکھہ آدمی عیاذاً باللہ ایک کافر کو اپنا سردار بناوین تو پھر اُنکے کفر مین کیا شک رہا رہا یہ امر کہ سب مسلمانون نے جو اُسوقت تھے ابوبکر صدیق کی بیعت کے باقرار علماے شیعہ ثابت ہی جیسا کہ شریف مرتضی کے قول سے ظاہر ہی جو بحار الانوار کے مجلد تین مین منقول اور جسکا ترجمہ مجتہد صاحب نے باین الفاظ کیا ہی {جمیع مسلمانان با ابوبکر بیعت کردند و اظہار رضا و خوشنودی باو و سکون و اطمینان بسوے او نمودند و گفتند کہ مخالف او بدعت کنندہ و خارج از اسلام ست} سبحان اللہ کیا دین و ایمان ہی حضرات شیعہ کا کہ حضرت صدیق اکبر کی عداوت سے دین محمدی کو باطل کرتے ہین اور چار لاکھہ مسلمانونکو جو مہاجرین اور انصار اور مجاہدین تھے اور جنمین بنی ہاشم اور اہلبیت نبوی بھی داخل تھے اُن سب کو صراحۃً اور کنایۃً کافر بتاتے ہین (نعوذ باللہ من ذلک)

(چھٹی دلیل) ہمکو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان کے اثبات مین زیادہ دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی اس لیے کہ خود علماے شیعہ نے یہ سمجھہ کر کہ اُنکے کفر کا دعوی ایسا بیہودہ ہی کہ اُس سے سننے والے کو تعجب ہوتا ہی اُس سے انکار کیا اور اپنے اُن علما کو جنھون نے ایسا دعوی کیا ہی خود جھٹلایا اس لیے ہم اُنکے اُن اقوال کو نقل کرتے ہین قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مین فرماتے ہین کہ {نسبت تکفیر بجناب شیخین کہ اہل سنت و جماعت بہ شیعہ نمودہ اند سخنی ست بی اصل کہ در کتب اصول ایشان از ایشان اثری نیست و مذہب ایشان ہمین ست کہ مخالفان علی فاسق اند و محاربان او کافر} جناب مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ اس قول کے جواب مین ذو الفقار مین فرماتے ہین کہ {پوشیدہ نماند کہ این کلام بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل قادح مقصود ما و مفید مطلب او نمیشود زیرا کہ سابق گذشتہ کہ فاسق در مقابلہ مومن اطلاق شدہ پس فرق میان کفر و فسق ہمین ست کہ کافر نجس ست در دنیا و مخلد ست فی النار در عقبی و فاسق کہ بسبب انکار یکی از ضروریات مذہب باشد مخلد در نار خواہد بود گو در دار دنیا احکام مسلمین بسبب اقرار شہادتین براو جاری شود} لیکن اس عبارت مین حضرت قبلہ و کعبہ نے یا تو غلطی فرمائی یا دیدہ و دانستہ اغماض کیا اِس لیے کہ یہ فرمانا کہ {بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل} کا مطلب سمجھہ مین نہین آتا کہ اِس قول کو قاضی نور اللہ شوستری کے حضرت نے

تسلیم کیا ہی یا اُس سے انکار فرمایا ہی ایسی گول گول عبارت لکھنے سے سواے ہمسے کم فہم جاہلون کو مغالطہ مین
ڈالنے کے دوسرا فائدہ نہین تھا اگر یہ عبارت مجالس المومنین مین موجود ہی تو بر تقدیر کہنا کیا معنی اور اگر یہ
عبارت اُسمین نہین ہی تو صاف اُس سے انکار فرمایا ہوتا اور صاحب تحفۂ اثنا عشریہ کے طعن و تشنیع مین موافق
اپنی عادت کے دو چار ورق سیاہ کیے ہوتے ہان شاید حضرت نے مجالس المومنین نہ دیکھی ہوگی اس لیے نہ انکار
کیا نہ اقرار بہر حال ان الفاظ سے قبلہ و کعبہ کے اُس عبارت کا موجود ہونا پایا جاتا ہی اور اگر اب بھی کسی کو شک ہو
وہ مجالس المومنین مین دیکھ لے، رہا جواب جو مجتہد صاحب نے دیا ہی وہ بھی ایسا ہی کہ اُسکے معنی سمجھ مین نہین آتے
اس لیے کہ قاضی صاحب نے صاف اقرار کیا ہی کہ تکفیر شیخین ہمارے اصول کے مخالف ہی اور حضرت مجتہد صاحب
اُسی کو ثابت کرتے ہین پس یا خطاء اجتہادی قاضی صاحب سے ہوئی کہ وہ تکفیر سے انکار کرتے ہین یا مجتہد صاحب سے
کہ وہ اُسکو ثابت کرتے ہین یا شاید درمیان کفر اور ایمان کے ایک تیسرا مرتبہ اثبات فرمایا چاہتے ہین جسکا نام اُنکی
اصطلاح مین اسلام ہی جسکے معنی نفاق کے ہین یعنی ظاہر مین کلمہ پڑھنا اور باطن مین کافر ہونا اس لیے ہمکو لازم ہوا کہ
اس تیسرے مرتبے پر بھی نظر کرین اور اُسکے اثبات اور ابطال کے دلائل پر غور کرین اس لیے ہم مجتہد صاحب کی
روح سے اور اُنکے مقلدین سے استفسار کرتے ہین کہ اس تیسرے مرتبے کے قایم کرنے سے کیا غرض ہی آیا یہ
کہ خلفاے ثلثہ کے ایمان سے انکار کیا جاے اور اُنکے اسلام کو تسلیم کیا جاے اور اسلام کے یہ معنی مراد لیے
جاوین کہ وہ ظاہر مین کلمہ گو تھے اور باطن مین منافق یا کہ وہ دل سے بھی مثل زبان کے پیغمبر صاحب کی نبوت کو
تصدیق کرتے تھے مگر امام برحق کے امامت کے منکر تھے اور اُنکے حقوق کے غاصب اور اُنپر جابر تھے اور
چونکہ امامت اصول دین سے ہی اس لیے بسبب انکار ایک اصل کے اصول دین سے وہ ایمان کے دائرے سے خارج تھے یا سواے
اسکے اس تیسرے مرتبے کے قایم کرنے سے اور کچھ مقصد ہی بہر حال اور کوئی دوسرا فائدہ تو سمجھ مین نہین آتا
اس لیے امر اول کو تسلیم کر کے اُس سے بحث کیجاتی ہی پس اگر خلفاے ثلثہ کے ایمان سے اس وجہ سے انکار کیا ہی کہ وہ صرف
ظاہر مین کلمہ گو تھے اور باطن مین توحید اور نبوت سے بھی منکر تھے جیسا کہ اکثر حضرات شیعہ فرماتے ہین بلکہ حضرات
شیعہ کس حساب مین ہین خود اُنکے امام مہدی فرماتے ہین کہ ظاہر مین وہ کلمہ گو تھے اور باطن مین کافر جیسا
کہ ملا باقر مجلسی نے رسالہ رجعیہ مین حضرت امام کیطرف منسوب کر کے یہ قول لکھا ہی کہ {ایشان اند وی گفتہ یہود
بظاہر کلمتین گفتند از برای طمع اینکہ شاید ولایتی و حکومتی حضرت بایشان بدہد و در باطن کافر بودند}
پس اسکا جواب ہم اوپر دے چکے اُسکا اعادہ ضرور نہین اسی واسطے اس قول سے اکثر علماے شیعہ نے
انکار کیا اور جو لوگ ایسا کہتے ہین اُنکو خود اُنھون نے نامنصف فرمایا جیسا کہ ملا عبد اللہ جو علماے شیعہ سے ہین
اظہار حق مین فرماتے ہین کہ انکار کرنا ابو بکر صدیق رض کے ایمان سے انصاف سے بعید ہی و ہذہ عبارتہ {جواب گفتن

این سخن بارتکاب آنکه در سبق ہجرت ایمان شرط ست وآن شخص یعنی ابوبکر معاذ اللہ ہیچ وقت ایمان نداشتہ حتی قبل از سنوح ناخوشی با امیر المومنین از انصاف دور ست} اور ملا عبد الجلیل قزوینی کتاب نقض الفضایح مین لکھتے ہین کہ {اما ثنای خلفا پس ما ان انکاری نیست بزرگانند از مہاجرین والسابقون الاوّلون من المہاجرین والانصار والّذین اتبعوہم باحسان} اور پھر دوسرے مقام پر لکھا ہی کہ {امانچہ سیرت ابوبکر وعمر ودیگر صحابہ بیان کردہ مجملی ست نہ مفصل آنرا خلاف نہ کردہ اند شیعہ الا درجۂ خلافت وامامت راکہ شیعہ انکار کنند در ایشان کہ درجۂ امامت نہ داشتند وآن فقدان عصمت ونصوصیت وکثرت علمی ست اما صحابۂ رسول ایشان را دانند واز درجۂ شان نہ گذرانند} اور احتجاج طبرسی مین لکھا ہی کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ {لَسۡتُ بِمُنۡکِرٍ فَضۡلَ اَبِیۡ بَکۡرٍ وَلَسۡتُ بِمُنۡکِرٍ فَضۡلَ عُمَرَ وَلٰکِنَّ اَبَابَکۡرٍ اَفۡضَلُ مِنۡ عُمَرَ} کہ مین ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی فضیلتون سے انکار نہین کرتا لیکن ابوبکر عمر فاروق سے افضل ہین پس ان روایتون اور ہزار مثل اس کے اور روایتون سے جنکو ہم نقل کرینگے حضرت ابوبکر صدیق کے ایمان اور فضیلت مین کون شک کر سکتا ہی پس یہ دعوی کی ابوبکر صدیق باطن مین معاذ اللہ کافر تھے خود علماے شیعہ اور ائمۂ کبار کی احادیث سے باطل ہوا اور اگر اب بھی کسی کو شک ہووے تو وہ تفاسیر اور احادیث امامیہ کو دیکھے کہ باوجود اس عناد اور تعصب کے جو انکو خلفاے ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم کے ساتھ ہی اب بھی صدہا روایات اور احادیث مدح وثنا مین خلفا کی موجود ہین چنانچہ انکے مفسرین قبول کرتے ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق غلامون کو مول لیا کرتے اور بسبب اسلام کے انکو آزاد کر دیتے جیسا کہ علامۂ طبرسی نے مجمع البیان مین لکھا ہی {کہ عن ابن الزبیر قال ان الآیۃ نزلت فی ابی بکر لانہ اشتری الممالیک الذین اسلموا مثل بلال وعامر بن میسرۃ وغیرہما واعتقہم} کہ آیت سَیُجَنَّبُہَا الۡاَتۡقَی الَّذِیۡ شان مین ابوبکر کے نازل ہوئی کہ وہ غلامونکو جو اسلام لاتے مول لیتے اور پھر خدا کی راہ مین آزاد کرتے مثل بلال اور عامر وغیرہ کے فقط پس چونکہ ابوبکر صدیق رض اپنے مال کو خدا کی راہ مین صرف کرتے تب خدا نے یہ آیت نازل کی کہ دوزخ سے وہی بڑا پرہیزگار بچے گا جو اپنے پاک مال کو خدا کی راہ مین صرف کرتا ہی پس تعجب ہی کہ جو شخص اپنے مال سے مسلمان غلامون کو خریدے اور انکو آزاد کرے اور اسکی شان مین خدا آیتین نازل کرے اور اسکو اتقی الناس فرماوے اسکی فضیلت اور بزرگی بیکطرف اسکے ایمان سے بھی انکار کیا جاے اور ایسا شخص منافق اور کافر سمجھا جاے غرض کہ ایمان اور اسلام مین ابوبکر صدیق کے کچھ شبہہ نہین رہا اور باقرار علماے شیعہ اسکا ثبوت ظاہر ہو گیا اب باقی رہا تیسرا امر کہ مراد ایمان سے اصول دین کو تصدیق کرنا ہی اور چونکہ امامت بھی ایک اصل اصول دین سے ہی اور اس سے ابوبکر صدیق منکر تھے اس سے انپر اطلاق ایمان کا نہین ہوتا اسکی تردید ہم بخوبی بحث امامت مین کرینگے انشاء اللہ تعالی لیکن ہمارے نزدیک ابتداے زمانہ

نبوت مین امامت کو اصول دین مین داخل کرنا اور جو اُسوقت امامت پر ائمہ اثنا عشر کے ایمان نہین لایا اُسکو مومن نجانا نادانی ہی اس لیے کہ جب پیغمبر صاحب نے نبوت کا دعوی کیا اور اسلام کی دعوت فرمائی تو اُسوقت خدا کی توحید اور اپنی نبوت کی تصدیق ایمان کی علامت رکھی ائمہ کی امامت کی تصدیق کی تکلیف کسی کو نہین دی بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی اسلام کی دعوت صرف توحید اور نبوت کی تصدیق پر کی پس اُسوقت امامت کا کچھ ذکر ہی نہ تھا کہ کوئی اُسکو قبول کرتا یا اُس سے انکار کرتا اگر ہم غلط کہتے ہون تو حضرات شیعہ اپنی ہی کتابون سے یہ بات ثابت کر دین کہ جب اول اول پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے لوگونکو اسلام کیطرف بلایا تو اُنسے توحید اور نبوت کے سوا حضرت علی کی امامت کی تصدیق کو بھی فرمایا حضرت علی خود اُسوقت لڑکے تھے کسی شخص سے اُسوقت پیغمبر صاحب نے نہین فرمایا کہ جسطرح پر خدا کی توحید اور میری نبوت کی تصدیق تمہارا ایمان کے لیے ضرور ہی اسیطرح میرے چھوٹے بھائی علی کی امامت کی تصدیق بھی ضرور ہی اور جبکہ ایسا کسی سے اُسوقت نہین کہا اور امامت کو اصول ایمان سے قرار نہین دیا تو ابوبکر صدیق رض کا انکار یا اقرار کرنا بھی اُس سے ثابت نہین ہوتا اور جب یہ ثابت نہوا تو اُنکے ایمان مین بھی کچھ خلل نہ آیا ہان حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہین کہ آخر زمانۂ نبوت مین خم غدیر پر جب خطبہ امامت علی مرتضی کا پڑھا اور لوگون کو توحید اور رسالت کے علاوہ امامت کے اقرار پر بھی دعوت کی اُسوقت امامت کا انکار گویا ایمان کے خلل کا سبب ٹھہرا لیکن جب کہ اُسکا نام و نشان بھی نہ تھا اور کوئی لفظ امامت سے واقف تک نہ تھا اُسکو اُسوقت اصول دین مین ٹھہرانا اور اُس سے ناواقف آدمی کو منکر قرار دینا اور اُسکے انکار کو اُسکے عدم ایمان کا سبب کہنا بڑی نادانی ہی ہان حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہین کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے خم غدیر کے وقت حضرت علی کی امامت سے دل مین انکار کیا اور بعد وفات پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے اُسکو ظاہر کیا یعنی خود امام بن بیٹھے تو ہم اس بات کو سن سکتے ہین لیکن اس سے صرف اطلاق ارتداد کا (ونعوذ باللہ من ذلک) اُنپر ہو سکتا ہی اس سے اُنکے اُس ایمان مین جو اول اول لائے کچھ خلل نہین آسکتا اور ابتداے زمانۂ نبوت مین اُنکا نہایت سچے دل سے ایمان لانا اپنے حال پر قایم رہتا ہی رہا ارتداد اُنکا بسبب غصب خلافت کے اسکو ہم بحث امامت مین بیان کرینگے انشاء اللہ تعالی +

بیان حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان لانے کا

جبکہ ہمنے حضرت ابوبکر صدیق رض کے ایمان کو ثابت کر لیا اس لیے اب ہم کچھ ذکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان لانے کا کرتے ہین یہ بات سب کو معلوم ہی کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام رات دن اس فکر مین رہتے تھے کہ اسلام کی ترقی ہو اور خدا کے دین مین لوگ داخل ہون کوئی لحظہ کوئی دم اس سے غافل نہوتے تھے اور جو تدبیر اُسکے حاصل ہونے کی ہوتی تھی اُسمین دریغ نفرماتے تھے لیکن باوجود اس کوشش اور

محنت کے چھ برس کے عرصے مین صرف چند ہی شخص جو کہ چالیس سے کم تھے ایمان لائے آخرش پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے اِس تھوڑی سی جماعت کو دیکھکر خدا سے دعا کی کہ خداوندا اس گروہ کو بڑھا اور ایسے شخص کو مسلمان کر کہ جسکے رعب اور عزت سے اِس گروہ کو قوت اور اسلام کو تائید ہو اور جسکی ذات سے بہت جلد اسلام کو رونق ہووے چنانچہ حضرت نے اپنے نزدیک ایسے صرف دو شخص اپنی قوم مین خیال کیے ایک حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالی عنہ دوسرا ابو جہل کہ یہ دونون نہایت ہی مغرور اور مشہور اور نامور تھے اور انکو سب سے زیادہ عداوت بھی پیغمبر صاحب کے ساتھ تھی اور شب و روز اسلام کے معدوم ہو جانے کی فکر مین رہتے تھے پس حضرت نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی اپنے دین کو اِن دو آدمیون مین سے کسی ایک آدمی کے مسلمان کر دینے سے قوی کر اور عمر یا ابو جہل مین سے ایک کو ایمان عطا فرما چنانچہ خدا نے دعا حضرت کی حضرت عمر کے حق مین قبول کی اور اُنکو اسلام سے مشرف کیا ؛

حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا مختصر حال یہ ہی کہ ابو جہل نے جسکو پیغمبر صاحب کے ساتھ دلی عداوت تھی اپنے بھائیون سے کہا کہ جو کوئی پیغمبر صاحب کو قتل کرے اور انکا سر میرے پاس لاوے اُسکو ہزار شتر سرخ بال والے اور بہت سے دینار و درم اُسکے صلے مین دونگا چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کام کو اپنے ذمے لیا اور پیغمبر صاحب کے قتل کے ارادے سے چلے ادھر حضرت عمر کا چلنا تھا اُدھر خدا نے فرشتونکو حکم دیا کہ اِسکو ہماری طرف کھینچو اور جسکے سر لانے کو جاتا ہی اُسکے قدمون پر گراؤ ہماری قدرت کا تماشا دیکھو کہ شقی ہو کر جاتا ہی اور سعید ہو کر لوٹیگا کافر ہنکر نکلا ہی اور مومن پاک ہو کر پھرے گا ہمارے دشمنی کے ارادے پر مستعد ہو کر اُٹھا ہی اور ہماری محبت کے دام مین ابھی پھنستا ہی وہ تو اپنی خوشی سے ہمارے دوست کے قتل کو چلا ہی اور ہم زبردستی اُسکو کافرون کے قتل کے لیے مقرر کرتے ہین اب تم سطح زمین پر جاؤ اور اُسکی خبر لو اور اُسکا ہاتھ پکڑ کر ہمارے دین مین لے آؤ

مصرع گر نیاید بخوشی موی کشا لنش آرید

چنانچہ جب حضرت عمرؓ تلوار کو گلے مین حمایل کر کے نہایت غصے اور طیش مین پیغمبر صاحب کیطرف چلے فرشتگان ملأ اعلی نے شادی کا غلغلہ بلند کیا اطراف و اکناف کا شور مچایا زبان حال سے یہ شعر پڑھنا شروع کیے **اشعار**

آمد ان یاری کہ من میخواستم
رفتہ رفتہ میرود آن سوی دام

راست شد کاری کہ من میخواستم
ہم بہ ہنجارے کہ من میخواستم

چنانچہ حضرت عمر نے اثنائے راہ مین بہت سے معجزات دیکھے راہ مین ایک شخص مسلمان ملا اُسکے مارنے کا قصد کیا اُسنے کہا کہ اول اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لو کہ وہ مسلمان ہو گئے ہین تب غیرونکی خبر لینا چنانچہ حضرت عمرؓ اپنی بہن کے گھر گئے دروازہ بند پایا اور آواز قرآن مجید پڑھنے کی سنی اُسکو باہر سے سنتے رہے آخر دروازہ کھٹکھٹایا انکی بہن نے دروازہ کھولا پوچھا کہ تم لوگ کیا پڑھتے تھے ہمکو دو انھون نے

دینے مین انکار کیا آخر اپنی بہن اور بہنوئی کو خوب مار پیٹ کی جب انکی بہن نے زیادتی دیکھی تو پکار اٹھی کہ ای عمر ہوشیار ہو ہم تو ایمان لا چکے اور سچے دین مین داخل ہو گئے اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انّ محمد رسول اللہ تمکو جو کرنا ہو سو کرو تب تو حضرت عمر ڈھیلے پڑے اور کہا کہ اُس قرآن سے کچھ سناؤ تب سورۂ طٰهٰ انکو سنائی اسکی فصاحت اور بلاغت پر غش ہو کر حضرت عمر کے دل کو یقین ہو گیا کہ یہ بیشک سچا کلام خدا کا ہی اور اسی وقت کلمۂ شہادت پڑھا اور ایمان لائے اور قصد پیغمبر صاحب کے حضور مین حاضر ہونے کا کیا جب حضرت عمر کے آنے کی خبر ہوئی تو اصحاب رسول مین تہلکہ پڑ گیا اس لیے کہ وہ انکی شوکت اور ارادے سے واقف تھے یہانتک کہ جب حضرت عمرؓ دروازے پر پہنچے تو کوئی دروازہ کھولنے کو نہ اٹھتا تھا مگر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ چچا پیغمبر صاحب کے یہ کہکر اٹھے کہ وہ ایک آدمی ہی اگر اطاعت کے ارادے پر آیا ہی خیر ورنہ اُسی کی تلوار ہی اور اُسی کا سر چنانچہ حضرت عمر اندر داخل ہوے پیغمبر صاحب بنفس نفیس اٹھے اور انکو آغوش رحمت مین لیکر ایسا دبایا کہ انکی آنکھین نکل پڑین تب تو حضرت مسکرائے اور انکی طرف دیکھکر خندہ زن ہوے حضرت عمرؓ صدق دل سے نعرہ مار کر کہنے لگے اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ تب سب مسلمان خوشی سے تکبیر کہنے لگے اور حضرت عمر کے ایمان لانے پر حمد و ثنا خدا کی کرنے لگے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اُسی وقت پیغمبر خدا سے کہا کہ یا حضرت بتونکی عبادت تو علانیہ ہووے اور خدا کی عبادت چھپکر یہ مناسب نہین ہی آئیے خانۂ کعبہ کو چلیے اور باعلان نماز ادا کیجیے چنانچہ انکی عرض کو حضرت نے قبول فرمایا اور خانۂ کعبہ کیطرف توجہ کی اور نہایت شان و شوکت سے حضرت مع سب صحابہ کے عازم خانۂ کعبہ کے ہوے جب حضرت تشریف فرماے خانۂ کعبہ ہوے تو حضرت عمرؓ ہی آگے آگے چلے کافر دونے کہ وہ منتظر تھے کہ سر پیغمبر صاحب کا لاتے ہونگے یہ دیکھکر کہا کہ ای عمر یہ کیا حال ہی تب حضرت عمر نے فرمایا کہ سنو مین ایمان لایا اور پیغمبر کی غلامی کا غاشیہ مینے اپنے دوش پر لیا جو اطاعت کرے کا خیر ورنہ اگر مزاحمت کرے گا تو یہی تلوار ہی اور اُسکا سر چنانچہ چند آدمیون کو اُسی وقت اپنا زور دکھلایا اور خانۂ کعبہ مین جا کر پیغمبر صاحب کے پیچھے نماز ادا کی یہ حال حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا ہی اور اسمین ہمنے دو باتونکا ذکر کیا ہی اوّل پیغمبر صاحب کے دعا کرنے کا کہ حضرت عمر کے ایمان لانے کے واسطے کی دوسرے اِس کیفیت سے ایمان لانے کا چنانچہ ہم دونون باتون کو شیعون کی کتابون سے ثابت کرتے ہین +

امر اول کے ثبوت سے پہلے ہمکو یہ لکھنا ضرور ہی کہ اکثر مجتہدین اور علماے شیعہ نے اِس دعا سے انکار کیا ہی اور اسکو سنیون کی تہمت اور افترا مین تصور کیا ہی جیسا کہ ایک مجتہد صاحب کا خلاصہ عبارت یہ ہی کہ { فاروق عنتے در عرب نداشتہ پس این احادیث را علماے سنیان از پیش خود بر تافتہ اند

وحاشا کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم این دعا کہ مخالف عقل ونقل ست بر زبان مبارک آوردہ باشند}
لیکن یہ انکار صرف دھوکا دینا اور عوام کو اپنے مذہب کی برائی پر واقف ہونے سے بچانا ہی ورنہ بہت سے
محدثین اور علماے شیعہ نے اسکی صحت پر اقرار کیا ہی چنانچہ فضل بن شاذان اور شیخ طبرسی اور شیخ طوسی
اور علم الہدی اور شیخ مفید کے اقرار سے اِسکی صحت ثابت ہوتی ہی چنانچہ ہم اُنسے قطع نظر کرکے ملا مجلسی کی
تصدیق کو سنداً بیان کرتے ہین اور آنکی کتاب بحارالانوار سے جسکا نام نامی اور اسم گرامی خدا کی
کتاب سے بڑھکر حضرات شیعہ کی زبان پر ہی اِس روایت کو نقل کرتے ہین وہو ہذہ
ملا باقر مجلسی بحارالانوار کی چودھوین جلد مین جسکا نام کتاب السماء والعالم ہی مسعود عیاشی سے روایت
کرتے ہین {روی العیاشی عن الباقر علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اعز الاسلام بعمر بن
الخطاب او بابی جہل بن ہشام} یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی عزت دے اسلام کو عمر بن خطاب کے اسلام لانے سے یا ابوجہل بن ہشام کے
مسلمان ہونے سے غرضکہ اب ہم اُن مجتہدین کی نسبت جنھون نے اس دعا سے انکار کیا اور عوام کو دھوکا دیا
کیا کہین بجز اسکے کہ اُنکے مقلدین کے سامنے اُنکے اِنکار کو اور ملا باقر مجلسی کے اس اقرار کو رکھدین
اور یہ عرض کردین کہ اب خود ہی انصاف کرو کہ تمہارے پہلے جھوٹے ہین یا پچھلے +
رہا امر دوم یعنی حضرت عمر کے ایمان لانے کی کیفیت اُسکے واسطے ہم اشعار حملۂ حیدریہ کو نقل
کرتے ہین اور اہل انصاف سے چاہتے ہین کہ اُسکے ہر ہر لفظ کو غور کرین اور انصاف فرمائین کہ
باوجود تعصب اور عناد کے اُس مؤلف نے کیا کچھ لکھا ہی اور یہ کوئی نہ خیال کرے کہ حملۂ حیدریہ
کتب معتبرہ سے نہین ہی بلکہ اُسکو خود حضرت مجتہد صاحب شیعون کے قبلہ وکعبہ نے تصحیح کیا ہی اور اُسکی اصلاح اور تحشی
خود حضرت سید محمد صاحب نے فرمائی ہی اور جو کتاب مطبع سلطانی مین باہتمام مدد علی داروغہ کے لکھنؤ مین
چھپی ہی اسکی عنوان پر یہ سب کیفیت لکھی ہوئی ہی اور اُسکے سرے پر اس کتاب کی تعریف مین لکھا ہی ابیات

عجایب کتابی پر از نور ہست	کہ ہر بیت آن بیت معمور ہست	بہ بزمیکہ خوانند فصلے ازان
سخن از حلاوت شدہ لب گران	مشام محبان معطر شود	دل از نور ایمان منور شود
تعالی اللہ آن باذل بی بدل	کہ آوردہ ہر نکتہ را بر محل	بوفق روایت قدم میزند
براہ دیانت قدم میزند	بہ ترجیح اخبار دارد مناط	برون نیست از جادۂ احتیاط
بہ نہجے گرفت ست ایراد وذوق	کہ افتادہ در جان اعدا قلق	عجب دفتر دلکشای نوشت
کہ پیچیدہ در وی ہوای بہشت	معطر چو مشک تتار است این	جگر خستگان را مسیحاست این

زہر نکتہ سازد معطر دماغ
کہ گردیدہ مقبول سلطان دین
طریق شریعت مؤید از وست

زہر نقطہ اش میشود تر دماغ
فرازندۂ رایت اجتہاد
کہ نام و نشان محمد از وست
کہ ہندوستان سبز و راست از و

بس ست از نعوت و صفاتش ہمین
ز حق حجت و آیتے بر عباد
دل سنیان و اغدار ست از و

بس ہم اُسی کتاب سے جسکے نور سے دل مومنین کے منور ہین حضرت عمر کے ایمان کے نور کو دکھلاتے ہین جو اندھے نہون وہ دیکھین اور اُسی کتاب سے جسکی خوشبو سے دماغ محبون کے معطر ہین حضرت فاروق کے اسلام کی خوشبو پھیلاتے ہین جو دماغ رکھتے ہون وہ سونگھین اور ہم اُسی محقق کے قول سے جو موافق روایت کے لکھتا ہی اور جو قدم بقدم دیانت پر چلتا ہی اس روایت کو ثابت کرتے ہین اور ہم اُسی کی تصدیق سے جسنے سنیون کی جان کو رنج مین ڈال رکھا ہی حضرات شیعہ کو رنج دیتے ہین اور اُسی کے کلام سے جسکا کلام شیعون کے زخمون کے لیے مرہم ہی اُنکے دلونکو مجروح کرتے ہین اور اُس قبلہ و کعبہ کی تصحیح اور قبولیت سے جسنے سنیون کے دلونکو داغدار کردیا ہی اُن کے مقلدین کے دلونکو داغدار کرتے ہین آؤ بھائیو اس روایت کو سنو اور دیکھو کہ حقیقت مین کیسا نور چمک رہا ہی اور سونگھو کہ دراصل کیسی خوشبو مہک رہی ہی بیشک اس روایت کی نسبت ہم بھی یہ شعر پڑھتے ہین

اشعار

بہ نہجی گرفت ست ایراد و دق
زہر نقطہ اش میشود تر دماغ

کہ افتادہ در جان اعد اقلق
معطر جو مشک تتار ست این

زہر نکتہ سازد معطر دماغ
جگر خستگان را مسیحا ست این

اب ہم اُس روایت کو بعینہ کتاب مذکور سے نقل کرتے ہین۔

در کیفیت ایمان آوردن عمر رضہ بن خطاب

عمر بعد ازان از بس چند گاہ
بکیفیتے شد عداوت منش
یکی روز می گفت با اشقیا
دو کوہان سیہ دیدہ و سرخ مو
عمر چون شنید آن سخن گفتنش
کہ از گفتۂ خویشتن نگذرے
گرفت از ابو جہل اول قسم
یکی گفت با او نداری خبر

درآمد بدین رسول الٰہ
کہ جز قتل پیغمبر ذو الجلال
کہ آرد کسے گر سر مصطفا
ز دیبائے مصری و بردیمن
بجنبید عرق طمع در تنش
من امروز خدمت رسانم بجا
بس انگاہ زد در رہ کین قدم
کہ ہمشیرہ ات نیز با جفت خویش

چنان بد کہ بوجہل زان سرزنش
نبودش دگر ہیچ فکر و خیال
ہزار اشتر از خود بہ بخشم باو
دگر سیم و زر بخشمش چند من
باو گفت سوگند اگر میخوری
بیارم بہ پیشت سر مصطفا
بانکار چون رفت بیرون عمر
گرفتست دین محمد بہ پیش

بر آشفت اباحفص ازین گفتگو
چو آمد بنزدیک زبیش رفت
شنید آنکه میخواند مرد نکو
همان خواهر و جفت او بالتمام
درافتاده با جفت خواهر بجنگ
گرفتند خصمانه هم را به بر
زهم پوست کندند گه گاه مو
فگندش بزیر و نشست از زبر
بیامد دوان خواهرش نوحه گر
نمودیم دین محمد قبول
چو بشنید از و این حکایت عمر
که گشتی به دینش چنین مبتلا
شنیدیم و گردید بر ما یقین
اگر یاد داری بخوان بی هراس
دلش زان شنیدن بسی نرم شد
بگفتا دگر نیست زین می بجام
قسم گر خوری کو نیابد زیان
بیاور دو استاد خود را برش
برو خواند آیات پروردگار
همش قول کاهن بخاطر رسید
وزان پس بگشتند باهم روان
چو در بسته بد حلقه بر در زدند
بنزد نبی رفت و احوال گفت
که عمر نیست بر وی کشائید در
به تیغی که دارد حمائل عمر

بگفتا بریزم کنون خون او
بیامد به پیش در و استاد
کلامی که نشنیده بد مثل او
عمر زد در و خواهرش باز کرد
گرفتش زحلق و بیفشرد تنگ
بخستند گه روی هم گاه پشت
گهی این بزیر آمدی گاه او
گلویش بتنگی فشرد آنچنان
بگفتش چه خواهی زما ای عمر
کنون گر کشی سر بداریم پیش
بدانست کو برنگردد دگر
بگفتا کلام خدای جلیل
که هست این کلام جهان آفرین
برو خواهرش آیه چند خواند
بسودای اسلام سرگرم شد
ولی هست استاد ما در نهفت
بیاریم پیشت که خواند از آن
بد از اهل اسلام نامش جناب
اباحفص اسلام کرد اختیار
باسلام شد رغبتش بیشتر
بنزد رسول خدای جهان
یکی آمد و دید از پشت در
بماندند اصحاب اندر شگفت
گر از راه صدق آمده مرحبا
تنش را سبکبار سازم ز سر

سوی خانهٔ خواهر خویش رفت
صدائی شنید و بآن گوش داد
وزو می گرفتند یاد آن کلام
چو آمد درون شور آغاز کرد
درآویخت داماد هم با عمر
لگد گه زدندی بهم گاه مشت
از و چون عمر بود پر زورتر
که نزدیک شد تا شود قبض جان
اگر شاگردی زما در ملول
ولی برنگردیم از دین خویش
بگفتش چه دیدی تو از مصطفا
که آرد با حضرت جبرئیل
عمر گفت از آن قول معجز اساس
عمر گوش چون کرد حیران بماند
عمر گفت دیگر بخوان زین کلام
که گردید پنهان چو نامت شنفت
چو بگرفت سوگند از و خواهرش
بیامد به نزد عمر بی حجاب
چو آیات معجز بیان را شنید
که آنهم شود راست چون این خبر
بدولت سرای پیمبر شدند
که استاده با تیغ بر در عمر
چنین گفت پس عم خیر البشر
وگر باشد او را بخاطر دغا
چو در باز کردند بر روی او

در اثنا عمر با لب عذرگو
گرفتش به بر سرور انبیا
نشاندش بجائیکه بودش سزا
بگفتند اصحاب هم تهنیت
وزان بیشتر یافت دین تقویت
پس اصحاب دین شد این ادعا
که از خدمت سرور انبیا
بسوی حرم آشکارا روند
نماز جماعت بجا آورند

رسید این سخن چون بعرض رسول
ز خیر البشر یافت عز قبول

آمدن سید اخیار بتائید ملک جبار بحرم محترم و نماز گذاردن با اصحاب سعادت انتساب و آمدن قریش مرتبهٔ دیگر نزد ابوطالب رضی الله عنه و سخن گفتن از روی قهر و طیش

بیا ساقی ای رشک خلد برین
بساط نشاطی بگیتی بچین
زخم باده بی فکر و اندیشه ریز
سبو بر سبو شیشه بر شیشه ریز
فرود آر ازین طاق فیروزه فام
ز خورشید جام و ز مه نیم جام
بکن راز پوشیده را برملا
به دور و بنزدیک در ده صلا
ازان می که هم بکامم فکن
وزان نم بعیش مدامم فگن
چنان مست کن زان می پرطرب
که جوشد ز خورشید نورم ز لب
درین بزم ساقی بنور ایاغ
فروزد بدینگونه روشن چراغ
که کردند اصحاب چون اتفاق
برامد رسول خدا از وثاق
روان شد بتائید دیان دین
چو سوی حرم سید المرسلین
ببالید از بس زمین شادمان
که بیرون رود از بر آسمان
ز شادی برقص اندر آمد سپهر
چو خورشید هر ذره افروخت چهر
همی رفت جبریل بالای سر
بفرق همایون بگسترده پر
ملائک چپ و راست در دورباش
شیاطین ز هیبت شده پاش پاش
به پهلو روان حمزهٔ نامدار
به پیشش علی صاحب ذوالفقار
همین رفت در پیش حیدر عمر
حمائل همان تیغ کین بر کمر
بگرد آمده جمع یاران تمام
برفتند زینسان به بیت الحرام
جدار حرم سر بعرش مجید
رسانید چون گرد موکب رسید
چو دیدند کفار زان گونه حال
نمودند با هم بسی قیل و قال
یکی رفت از انها به نزد عمر
بدو گفت این حیلیست ای بدگهر
نه زانسان که رفتی تو باز آمدی
بکین رفتی و با نیاز آمدی
عمر کرد اسلام خود آشکار
پس آنگه باو گفت ای نابکار
هران کز شما جنبد از جای خویش
به بیند سر خویش بر پای خویش
چو کفار دریافتند از سخن
که در دل چه دارند آن انجمن
نهادند پا در رهِ امتناع
نمودند با اهل ملت نزاع
چو دیدند آن صحبت اصحاب دین
همه دست بردند بر تیغ کین
ازان حال کفار بس پا شدند
دلیران دین مسجد آرا شدند
به پیش اندر آمد رسول خدا
نمودند یاران باو اقتدا

نبی گفت تکبیر چون در حرم — فتادند اصنام بر روے ہم
ز تائید ایزد بمسجد نماز — ادا کرد و آمد سوے خانہ باز

اے حضرات شیعہ تمکو اپنے باذل بے بدل اور اپنے قبلہ و کعبہ کے آب و گل کی قسم ہی کہ اس روایت کو دیکھو اور غور کرو کہ جو شخص اس دھوم دھام سے ایمان لاوے اور جو آدمی اس شان و شوکت سے مسلمان ہووے اُسکی نسبت کون خیال کر سکتا ہی کہ وہ منافق ہوگا یا سچے دل سے ایمان نہ لایا ہوگا یا بعد ایمان کے مرتد ہوگیا ہوگا یا ایسے شخص سے کبھی پیغمبر صاحب رنجیدہ ہوے ہونگے یا ایسے آدمی کو دشمن اسلام کا اور منافق سمجھے ہونگے دیکھو جو دعا پیغمبر صاحب نے اُنکے لیے کی تھی کیسی جلد خدا نے قبول کی اور اُسکا اثر کیسا جلد ظاہر ہوا کہ اُنکے ایمان لانے کا پہلا کام تو یہ ہوا کہ اول اول نماز جماعت کی خانہ کعبہ مین ادا ہوئی اور اخیر کا کام اُنکا یہ ہوا کہ روم شام اور حلب اور دمشق مین کلمہ کفر کا پست اور خدا کا کلمہ بلند ہوا ابتدا اسلام کی عزت بھی اونھین کی ذات سے ہوئی اور خاتمہ بھی اُنھین پر ہوا حقیقت مین دعا اسکو کہتے ہین اور قبولیت اسی کا نام ہی اے یارو ذرا تو انصاف کو دخل دو اور تعصب اور عناد کو چھوڑو کہ جسکی ذات سے ایک ہزار چھتیس شہر کفر کے دارالاسلام ہوے اور جسکی بدولت ہزارون بتخانے اور گرجے ٹوٹ کر مسجدین بنگئین اور جسکے سبب سے کسری اور قیصر کے محلون مین غلغلہ اللہ اکبر کا بلند ہوا اور جسکی وجہ سے اُنکی بیٹیان مسلمانونکی لونڈیون مین داخل ہوئین اور جسکی ذات سے ظلمت کفر کی دور ہوئی اور روشنی اسلام کی از شرق تا غرب پھیل گئی وہی تمھارے نزدیک منافق ہی اور اُسی کا نام تمھارے یہان دشمن خدا اور عدو رسول ہی تو معلوم نہین کہ پھر خدا کا دوست اور رسول کا محب کون ہی اگر حضرت عمر کی ذات نہوتی تو آج تمھارے قبلہ و کعبہ لکھنؤ مین بیٹھکر علی علی کہتے یا جودھیا جی مین رام رام پکارتے یہ عمر ہی کی جوتیون کا طفیل ہی کہ تم خدا کی توحید سے اور پیغمبر کی نبوت سے واقف ہوے اور کفر چھوڑکر اسلام اور ایمان کے نام سے آگاہ ہوے لیکن آفرین تمھارے احسان فراموشی پر کہ اُسی کی دشمنی کو تمنے ایمان قرار دیا ہی اور کفر کی بنیاد کھودنیوالے اور اسلام کا نیزہ گاڑنیوالے کا نام منافق اور کافر رکھا ہی حقیقت یہ ہی کہ جب شیطان نے دیکھا کہ بعد اسلام کے کفر پر لا نہین سکتا اور شرک صریح مین گرفتار کر نہین سکتا تب اُسنے یہ تدبیر کی کہ لوگون کے دلون مین کفر کی جڑ دوسری طرح قایم کرے اور باوجود مسلمانی کے دعوے کے اُنکو اسلام سے خارج کردے تب اُسنے یہ تدبیر کی اور رفض کا عقیدہ لوگون کے دلون مین مضبوط کیا اور جن لوگون نے پیغمبر صاحب کو مدد دی اور جنھون نے اسلام کو پھیلایا اور جنکے سایے سے شیطان بھاگا اُنکی عداوت دلون مین ڈال دی تا کہ اس حیلے سے اُسکا کام نکلے اور لوگ اسلام سے نفرت کرین یا اسلام کا نام لین مگر اصل مین اُسکو چھوڑ بیٹھین۔ چنانچہ اُس ملعون کا مطلب

حضرات شیعہ سے بخوبی حاصل ہوگیا اور اُس شقی ازلی نے اُنکے دلونکو اندھا کردیا کہ وہ ایسے اصحاب جلیل القدر کو
بُرا جاننے لگے اور ایسے دوستونکو پیغمبر صاحب کے بُرا کہنے لگے اُنکی دشمنی کو ایمان سمجھے اور اُنکو گالیان دینا عبادت
جانا حقیقت مین اُن لوگون نے ایمان چھوڑدیا اور شیطان کے دام مین آکر اسلام سے ہاتھ دھویا ورنہ جسکو ذرا بھی
عقل ہوگی کیا وہ یہ نہ سمجھے گا کہ اگر وہی لوگ جو اس شد و مد سے ایمان لائے کافر تھے اور وہی آدمی جنھون نے اسلام کو
عرب سے لیکر عجم تک اور عجم سے لیکر ہند تک پھیلایا اسلام کے دشمن تھے تو پھر دوسرا کون مسلمان ہوسکتا ہی ضرور اُسکا
عقیدہ اسلام سے پھر جائیگا حقیقت مین اسلام کی حقیقت پر کوئی معتقد نہین ہوسکتا جب تک کہ
وہ شیعون کے عقیدے نہ چھوڑے اور پاک سنی نہ بنجاے (واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم)
مین اس مقام پر ایک اور بات شیعون کی لکھنا مناسب سمجھتا ہون تاکہ اُنکے عقیدے کی خوبی
اُس سے ظاہر ہوجاے اور اُنکی دشمنی اسلام اور ایمان سے ثابت ہوجاے +

یہ امر تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ حضرت عمرؓ کی ذات سے نہایت تقویت دین کی ہوئی اور اسلام کی جڑ
اُنھین کے سبب سے مضبوط ہوئی چنانچہ صاحب حملہ حیدریہ نے باین تعصب خود اقرار کیا ہی کما قیل
مصرع وزان بیشتر یافت دین تقویت اور ظاہر ہی کہ جسکی ذات سے دین نے تقویت
پائی ہوگی اُسکی ذات سے پیغمبر صاحب کو محبت بھی بدرجۂ غایت ہوگی لیکن موافق روایت شیعون کے پیغمبر صاحب کو
کسی سے اِس قدر عداوت نہ تھی جیسے کہ حضرت عمر سے تھی اور اُنکے مرنے کی خبر سے جسقدر حضرت کو خوشی ہوئی
ایسی کسی خبر سے نہ ہوئی تھی اور جو فضائل اُس روز کے جس روز کہ حضرت عمر نے شہادت پائی پیغمبر خدا نے
بیان کیے ہین ایسے فضائل جمعہ اور عید اور روز غدیر کے بھی بیان نہین کیے اور جو برکات اور فائدے
اہلبیت کو اُس تاریخ مین ہوے ہین جس تاریخ مین حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے وفات پائی ایسے کبھی کسی روز نہین ہوے
چنانچہ زاد المعاد مین جو معتبرین کتب شیعہ سے ہی اور ملا باقر مجلسی جسکے مؤلف ہین اُسکے آٹھوین باب کے پہلی
فصل مین ایک طول طویل روایت لکھی ہی جسکو ملا صاحب نے اپنے نامہ اعمال کیطرح سیاہ کیا ہی اُسکا مختصر مضمون ہم لکھتے ہین
حذیفہ ابن یمان صحابی سے روایت ہی کہ مین نوین ربیع الاول کو پیغمبر صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا تو کیا
دیکھتا ہون کہ حضرت کے پاس امیر المومنین علی مرتضی اور حضرت امام حسن اور امام حسین بیٹھے ہوے ہین
اور کھانا نوش فرمارہے ہین اور حضرت نہایت خوش ہین اور حسنین علیہما السلام سے کہ رہے ہین کہ کھاؤ بیٹا کھاؤ
یہ کھانا تمکو مبارک ہو کہ آج کا دن وہ ہی جس مین خدا اپنے دشمن کو اور تمھارے جد کے دشمن کو ہلاک کریگا
اور تمھاری مادر مشفقہ کی دعا کو قبول کریگا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج وہ دن ہی کہ خدا تمھارے شیعون اور
محبون کے اعمال کو قبول کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کی تاریخ خدا میرے اہل بیت کے فرعون کو ہلاک کریگا

کھاو بیٹا کھاؤ کہ آج کے دن خدا تمھارے دشمنونکے عمل کو باطل کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کی تاریخ خدا کے
اس قول کی تصدیق ہوگی فتلک بیوتہم خاویۃ بما ظلموا کہ آج کے دن گھر اُنکے خالی ہو گئے بسبب ظلم کے
جو انھون نے کیا تھا۔ حذیفہ صحابی کہتے ہین کہ مینے عرض کی کہ یارسول اللہ کیا آپ کی امت مین بھی کوئی ایسا ہوگا
حضرت نے فرمایا کہ ہان ایک بت منافقون سے انکا سرگروہ ہوگا اور دعوی ریاست کا کرے گا اور تازیانہ ظلم و
ستم کا اپنے ہاتھہ مین لیگا اور آدمیونکو خدا کی راہ سے منع کرے گا اور خدا کی کتاب کو تحریف کرے گا اور میری سنت کو
بدل دیگا اور میرے وصی علی پر پادتی کرے گا اور خدا کے مال کو ناحق اپنے اوپر حلال کرے گا اور غیر طاعت مین
خدا کے صرف کرے گا اور مجھے اور میرے بھائی علی کو جھوٹا کہیگا حذیفہ نے کہا کہ یا حضرت اگر وہ ایسا
ہی تو کیون آپ اُسکے لیے دعا نہین کرتے تا کہ وہ آپ کی زندگی مین ہلاک ہو جاوے حضرت نے جواب
دیا کہ مین خدا کی قضا پر جرأت نہین کرتا اور جو کچھہ اُسنے اپنے علم مین قرار دیدیا ہی اُسکا بدلنا اُس سے نہین مانگتا
لیکن یہ خدا سے سوال کرتا ہون کہ خدا اُس روز کو فضیلت دے اور تمام دلون پر اُس دن کو عزت بخشے +
چنانچہ خدا نے حضرت کی دعا قبول کی اور وحی کی کہ ای پیغمبر مین اُس دنکو افضل کرتا ہون اور علی کو تیرا سا
رتبہ اُسی کے ظلم کے سبب سے عطا کرونگا وہ شخص مجھپر جرأت کرے گا میرے کلام کو بدل دیگا میرے ساتھہ
شرک کرے گا لوگون کو میری راہ سے منع کرے گا میرے ساتھہ بکفر پیش آیگا اس لیے مینے ملائکہ ہفت
آسمان کو حکم دیا کہ اُس دن کو جسمین وہ مارا جاے شیعون اور محبون کے لیے عید کرین اُس تاریخ کو میری کرسی
کرامت کو بیت المعمور کے برابر نصب کرین اور تمام شیعونکی مغفرت کی دعا کرین اور مینے تمام فرشتونکو حکم دیا ہی
کہ اُس تاریخ سے تین دن تک قلم آدمیون سے اُٹھالین اور کوئی شخص کچھہ گناہ کیون نہ کرے اُسکو نہ لکھین
ای محمد اس دن کو مینے تیرے لیے اور تیرے شیعون کے لیے عید بنا دیا ہی انتہی ترجمتہ بلفظہ +
ایہا المومنین اس روایت کو دیکھو اور شیعون کے ایمان اور انصاف اور عقل پر رو و تعجب ہی کہ زمین
شق نہین ہوتی کہ وہ سما جائین قہر کی بجلی نہین گرتی کہ وہ جل جائین طوفان غضب نہین آجاتا کہ وہ
ڈوب مرین دیکھو پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا پر اس حدیث مین کیسی تہمت کی ہی اور خدا کے محبوب پر
کیا افترا باندھا ہی خدا اس قوم سے جسنے اپنی آنکھون کو اندھا اور کانون کو بہرا اور دلون کو غافل کر رکھا ہی
اس تہمت اور افترا کا بدلا لے درحقیقت انھین کی شان مین یہ صادق ہی کہ لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین
لا یبصرون بہا ولہم اذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل و اولئک ہم الغافلون کوئی دقیقہ
بے ایمانی اور کفر کا نہین ہی جو اس حدیث کے واضع نے چھوڑا ہو اور کوئی جھوٹھہ اور افترا نہین رہا جو پیغمبر صاحب
کیطرف منسوب کیا ہو بھلا کون شخص ہی جو اس بات کو مانیگا کہ جس شخص کے ایمان لانے کے لیے خود ہی

و در غیر طاعت
خدا صرف خواهد کرد و برادر و برادر
[illegible]
بعد از تو [illegible]
[illegible]
و دوستان ایشان [illegible]
یاد دیدہ [illegible]

حضرت نے دعا کی ہو اور جسکے لیے بروایت امام باقر علیہ السلام اللّٰھمّ اعزّ الاسلام بعمر بن خطاب کہا ہو اور جسکے
حق مین خدا نے حضرت کی دعا قبول کی ہو اور جسنے مسلمان ہوتے ہی جھنڈا اسلام کا کعبے مین گاڑ دیا ہو اور جسنے
اسلام لاتے ہی حضرت کو کعبے چلنے پر مستعد کیا ہو اور جسنے تمام عمر اپنی حضرت کی محبت اور اطاعت اور فرمانبرداری مین
اور اپنی ساری زندگی اسلام کے پھیلانے مین صرف کر دی ہو اور جسنے دنیا کی کسی قسم کی لذت نہ اٹھائی ہو اور
جسنے خدا کی راہ مین جان دیدی ہو اُس سے پیغمبر صاحب اس قدر رنجیدہ ہون کہ اُسکے مرنے پر اسقدر خوشی
کرین اور اُسکے مرنے کے دن کو عید الفطر اور عید الاضحی اور عید غدیر سے بھی بڑھکر افضل جانین اور خدا اُسکے
مرنے سے اس قدر خوش ہووے کہ تین دن تک گناہون کے لکھنے سے قلم اُٹھائے اور شیعون کو اجازت دیدے
کہ اِس تین دن کے عرصے مین چاہین زنا کرین چاہین شراب اور سوٗر نوش فرماوین چاہین مسجدین ڈھاوین
چاہین قرآن جلاوین جو دل چاہے کرین نہ کوئی پوچھنے والا ہی نہ بتلانے والا کرام کاتبین موقوف لکھنا پڑھنا
بند بس ایسی حالت مین بھی اپنی خواہشین پوری نہ کرین تو کب کرینگے خدا کے لیے انصاف کرو اور اس عقل کے دشمن
ایمان کے عدو فرقے کو دیکھو کہ ان کو کسقدر شیطان نے بہکایا ہی اور اسلام کی راہ سے کسقدر دور کر دیا ہی سبحان اللّٰہ
کیا دین اور کیا مذہب ہی کہ بیچارے نمازی برسون نماز پڑھتے پڑھتے مرین روزے رکھنے والے تیس دن تک
گرمیون کے دنون مین بھوکھ پیاس کی تکلیف اُٹھاوین حاجی ہزارون منزل سے مصیبت راہ کی طی کرکے
کعبے مین پونہچین اور حج کرین تب صبر کے مستحق ٹھہرین اور شیعہ بھائی گھر بیٹھے زنا کرین شرابین پئین اور ربیع الاول
کی نوین تاریخ کو اپنے بابا شجاع کے نام پر حلوے کھاوین اور لعنتی کھانا نوش کرین اور سب سے زیادہ ثواب
پاوین واہ کیا خدا کا عدل ہی شاید اسی سبب سے خدا کو عادل سمجھتے ہین اور عدل کو اصول خمسۂ دین مین جانتے
ہین اگر ایمان اسی کا نام ہی اور محبت اہل بیت اسی کو کہتے ہین تو افسوس ایسے ایمان اور ایسی محبت پر اور اگر محب اور
مومن ایسے ہی لوگ ہوتے ہین تو واے اُنکے حال پر **مصرع** گر ولی این ست لعنت بر ولی +
اِس روایت کی صحت اگر تسلیم کیجاے تو ضرور یہ امر بھی ماننا پڑے گا کہ پیغمبر صاحب بھی تقیہ فرماتے تھے
اور وہ بھی کافرون بلکہ اپنے یارون سے ڈرتے تھے اور خوف کے سبب سے جو کچھ اُنکے دل مین ہوتا اُسکو
ظاہر نفرماتے تھے اِس لیے کہ اگر خوف نہوتا تو ایسے دشمن خدا اور رسول کو جیسے کہ حضرت عمر تھے اور جنکے مرنے
کی خبر سے اسقدر خوش تھے اور جنکی موت کی تاریخ کو عید اور جمعے سے افضل جانتے تھے اور جنکو فرعون اہلبیت
کہتے تھے کیون اپنی صحبت مین رکھتے اور کس لیے اُنکو اپنا مصاحب بناتے اور کس واسطے اُنسے ہمیشہ صلاح اور
مشورہ لیا کرتے کسی آدمی کی عقل مین یہ بات آسکتی ہی کہ پیغمبر صاحب جنکا کام خلق کی ہدایت تھا اور احکام
الٰہی کا پونہچانا جنکے اوپر فرض تھا اور امت کو نیک بد پر آگاہ کر دینا جنکے اوپر لازم تھا وہ بھی تقیہ کرتے ہون

اور خوف جان کے سبب سے عمر کا نام بھی نہ لے سکتے ہون اور باوجود اسکے کہ آنکو اپنے دین کا دشمن جانا اور جانبوجھکر انکو اپنی صحبت سے نہ نکالا اور علانیہ لوگون پر آنکے کفر ونفاق کا حال ظاہر نہ فرمایا اور لوگون کو دھوکے مین رکھا بلکہ برملا کہنا اور لوگون سے علانیہ انکے نفاق وکفر کا حال ظاہر کرنا بیکطرف اپنے گھر مین بھی پوچھنے والے سے انکا نام نہ لیا اور دیوار ہم گوش دارد کا مضمون پیش نظر رکھکر گول گول ہی بات فرمائی اسیواسطے حذیفہ صحابی سے سب حال تو حضرت نے فرما دیا لیکن نام عمر کا نہ لیا بلکہ انکے پوچھنے پر بھی جواب صاف نہ دیا اور فقط انکی صفات بیان کرکے سکوت فرمایا اگر انکا نام حذیفہ سے کہدیا ہو تو اسکے ساتھہ ہی سکوت کی بھی نصیحت کردی ہوگی
تعجب ہی حضرات شیعہ سے کہ وہ مسلمانی کا نام بدنام کرتے ہین اور پیغمبر خدا پر ایسی تہمت لگاتے ہین اور خدا ورسول سے کچھہ نہین شرماتے خانہ خراب ہو تقیے کا جس سے کسی کو محفوظ نہین جانتے اور پیغمبر صاحب پر بھی اسکا افترا کرتے ہین حالانکہ خود آنکے علما کا اقرار ہی کہ پیغمبر صاحب تقیہ نہ کرتے تھے بلکہ وہ تقیے سے ممنوع تھے چنانچہ ہم بحث تقیے مین اسکا ذکر کرینگے اور حقیقت مین اگر پیغمبر صاحب بھی تقیہ کرتے ہوتے اور وہ کافرون سے ڈرتے ہوتے اور جو بات سچ ہی اسکو زبان پر نہ لاتے تو دین کیونکر جاری ہوتا اور مذہب اسلام کیونکر پھیلتا اور لوگونکو حضرت کی صداقت پر کسطرح یقین ہوتا پس جبکہ پیغمبر خدا نے ابتداے نبوت مین تقیہ نہ کیا اور باوجود تکلیف اٹھانے کے کفار کے ہاتھہ سے انکے کفر کی برائی اور انکے بتون کی ہجو کو ترک نکیا اور سب طرح کے صدمون کو صرف اسی بات پر گوارا فرمایا اور بعد ہجرت کے اور شروع ہونے جہاد کے کفار و منافقین کو قتل کیا اور جو واجب القتل معلوم ہوا اسکے خون کو ہدر کیا اور انکے نام لیکر لوگونکو انکے قتل پر آمادہ کیا اور حضرت عمر کو باوجود جاننے اس امر کے کہ انسے بڑھکر کوئی کافر اور منافق نہین ہی اور انسے زیادہ کوئی دشمن خدا اور رسول نہین ہی کبھی اپنی آغوش سے جدا نہ کیا اور سواے تعریف کے کبھی انکی برائی کا کلمہ بھی زبان مبارک پر نہ لائے تو ظاہر ہی کہ اس سے بڑھکر اور کیا خوف ہوگا اور حضرت سے زیادہ تقیہ کون کریگا
مین اس مقام پر چند اشعار حملۂ حیدریہ کے لکھتا ہون جس سے معلوم ہو کہ پیغمبر خدا کفار کی برائیون کے ظاہر کرنے اور انکے معبودون اور بتون کے ہجو کرنے مین کچھہ کسی کا خیال نہ کرتے تھے اور ہر چند کوئی سمجھاتا اس سے باز نہ آتے تھے کما قیل اشعار

بفرمود اگر قوم از آسمان
بجز طعن اصنام و وصف الٰہ

بیارند خورشید را در جہان
بجز لعن آبای گم کردہ راہ

گذارند بر دست من ہر دو وار
زمین قعر حرف دگر نشنوند

نہ بندم لب از امر پروردگار
اگر نیک دانند اگر بد برند

اور پھر یہی مؤلف آیندہ پیغمبر صاحب کے اظہار دعوت مین لکھتا ہی اشعار

بدعوت شد آمادہ تر از نخست
نہ تنگ آمد از جور بیداد خلق

کمر بستہ در کار خود سخت چست
بہ صبح و بشام و بروز و بشب

نیاسود یکدم ز ارشاد خلق
نمودے بحق قوم خود در طلب

نہ از طعن اصنام بستے زبان ۔ نہ از لعن بر زمرۂ کافران ۔ نہ کردے از ان ناکسان احتراز
نمودے ادا آشکارا نماز ۔ چو در شان قومی شقاوت نشان ۔ در احوال آبای آن گمرہان
ز نزد خدائے جہان آفرین ۔ بسوی نبے جبرئیل امین ۔ رسانیدے آیات قہر و عقاب
بخواندے بر ایشان نبی بیحجاب ۔ شدے خون ازین غم دل سرکشان ۔ فتادی ازان غصۂ آتش بجان
تلافی نمودندے آن اشقیا ۔ بدست و زبان باشہ انبیا ۔ ولیکن بتائید یزدان پاک
نبی را از ایشان نہ بدے ہیچ باک ۔ بدانسان کہ در کار خود بود بود ۔ خدائے جہان را چنان می ستود

اے حضرات شیعہ پیغمبر صاحب کے وعظ و ارشاد پر غور کرو اور تبلیغ دعوت پر خیال کرو اور سوچو کہ ابتدائے زمانہ نبوت مین جب نہ کوئی یار تھا نہ مددگار نہ فوج تھی نہ لشکر چھوٹی چھوٹی بات مین تو پیغمبر صاحب اپنی جان اور عزت کا خیال نکرین اور جس قوم اور جس شخص کی برائی اور کفر مین جبرئیل پیام خدا کا لاوین اُسکو صاف صاف کہدین اور اخیر زمانے مین جب کہ ہزارون شخص مسلمان اور لاکھون آدمی مطیع موجود ہون اور سلاطین اور بادشاہان زمین بھی خائف اور ترسان ہون اُسوقت پیغمبر خدا حضرت عمر سے اسقدر ڈرین کہ باوجود اُنکے نفاق و کفر کے اُسکا ذکر بھی کسی سے نفرماوین اور سوائے حذیفہ کے وہ بھی گھر مین بیٹھکر کسی سے کچھہ ارشاد نکرین بلکہ لوگون سے کہنا کیسا خود عمر کو کبھی اپنے پاس سے جدا نہ کرین اور ہمیشہ اُنسے صلاح و مشورہ لیتے رہین اور جنکے حق مین خدا نے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فرمایا ہو اُنمین حضرت عمر کو داخل کرین + اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ خدا کا حکم نہ تھا کہ یہ امر ظاہر کیا جاے تو ہم کہتے ہین کہ سلام ہی اُس خدا کو جو عمر سے ڈرتا تھا اور جو ایسی بڑی بات کو صرف ایک آدمی کے خوف سے ظاہر نہ کرسکتا تھا اور پیغمبر صاحب کو اُسپر خاموش رہنے کے لیے تاکید فرماتا تھا اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ پیغمبر خدا نے یہ خیال کرکے کہ لوگ نہ مانینگے بلکہ اُنکے کفر و نفاق ظاہر کرنے سے سب لوگ بھر جاوینگے اِسکا علانیہ ذکر نہین کیا تو اِس بات کو ہم نہین مانتے اِس لیے کہ پیغمبر صاحب کا کام تھا ہر ایک امر کا ظاہر کردینا باقی ماننا نہ ماننا اُمت کے اختیار مین تھا اگر پیغمبر خدا حضرت عمر کے کفر و نفاق کو ظاہر کردیتے اور سب کو اُسپر آگاہ فرمادیتے تو حضرت کی حجت تو ختم ہو جاتی اور اگر کوئی نمانتا تو اُسکا قصور ثابت ہوتا یہ فضائل جو روز قتل حضرت عمر کے پیغمبر خدا نے حذیفہ سے بیان کیے ایسے تھے کہ حضرت کو لازم تھا کہ تمام مسلمانون کو جمع کرتے اور خم غدیر کے خطبہ کیطرح منبر پر چڑھکر حضرت عمر کا ہاتھہ پکڑکر اُسکا خطبہ پڑھتے اور سب لوگون کو آگاہ کرتے کہ یہ عمر جو میرے پاس ہی کافر اور منافق ہی اور فرعون میرے اہلبیت کا ہی اِسکو خوب پہچان رکھو یہ میرے اہلبیت پر ظلم کریگا تازیانۂ جور و ستم ہاتھہ مین لیگا حق میرے بھائی علی کا غصب کریگا اِسکے مرنے کے دن کی یہ فضیلتین خدا بیان کرتا ہی اگر حضرت

ایسا کرتے تو حق رسالت ادا کرتے سبحان اللہ پیغمبر صاحب فرا ذراسی بات کو تو علانیہ بیان کردین اور ایک ادنی ادنی منافق کے واسطے خدا آیتین نازل کرکے انکو مشتہر اور بدنام کرے اور حضرت عمر سے منافق کے لیے ونعوذ باللہ منہ نہ خدا کوئی آیت نازل کرے نہ پیغمبر صاحب کچھ زبان سے فرماوین افسوس ایسی سمجھ پر اور تف ایسے عقیدے پر کہ جسکے نہ اصول درست ہین نہ فروع شعر

نی فروعت محکم آمد نی اصول		شرم بادت از خداؤ از رسول	

امر سوم اصحاب کے تابعین کی فضیلتین اور اُنکی نشانیان

اس دعا مین جسطرح پر امام زین العابدین علیہ السلام نے پیغمبر خدا کے اصحاب پر درود بھیجا ہی اسی طرح پر اُنکے تابعین کے حق مین رحمت کی طلب کی ہی چنانچہ یہ الفاظ امام صاحب کی دعا کے ہین { اللّٰھم واوصل الی التابعین لھم باحسان الذین یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان خیر جزائک الذین قصدوا سمتھم وتحروا وجھتھم ومضوا علی شاکلتھم لم یثنھم ریب فی بصیرتھم ولم یختلجھم شک فی قفو آثارھم والایتمام بھدایۃ منارھم مکانفین وموازرین لھم یدینون بدینھم ویھتدون بھدیھم یتفقون علیھم ولا یتھمونھم فیما ادوا الیھم } کہ خداوندا اُنکی تبعیت کرنے والونکو جزا خیر دے جو کہ دعا کیا کرتے ہین کہ پروردگار امغفرت کر ہماری اور ہمارے اُن بھائیونکی جو ہم مین سے ایمان مین سبقت لے گئے ہین کیسے تابعین جو اصحاب کی چال پر چلتے ہین اور اُنکے آثار کی پیروی کرتے ہین اور اُنکی ہدایت کی نشانیون کی اقتدا کرتے ہین جنکو کوئی شک اُنکی خوبی مین نہین ہوتا اور کیسے تابعین جو اپنا دین ویسا ہی رکھتے ہین جیسا کہ اصحاب کا تھا اور اُنسے اتفاق رکھتے ہین اور اصحاب کو کچھ تہمت نہین کرتے۔ اِن الفاظ سے صاف ظاہر ہی کہ بعد اصحاب کرام کے رتبہ تابعین کا ہی اور وہی سب سے افضل ہین اور اُنکی نشانیان وہی ہین جو کہ امام علیہ السلام نے بیان کردین بس اب ہمین تو کچھ شبہہ باقی نہین رہا کہ امت محمدی مین وہی گروہ سب سے افضل ہی جو کہ اصحاب کی تبعیت کرے اور وہی فرقہ اصل راہ پر ایمان کے ہی جو قدم بقدم صحابہ کے چلے اب یہ امر باقی رہگیا کہ وہ فرقہ جو اصحاب کے چال پر چلتا ہی کونسا ہی وہ ہی جسکا نام اہل سنت ہی یا وہ جسکا نام شیعہ ہی اور یہ امر دونون کے عقائد پر نظر کرنے سے طی ہوسکتا ہی پس سنیون کے عقیدے وہی ہین جو کہ امام نے اپنی دعا مین بیان فرمائے کہ وہ اصحاب کے تابع ہین اور اصحاب کے حق مین دعا رخیر کرتے ہین اور انکو ایمان مین سابق اور مقدم جان کر اُنکے لیے رحمت طلب کرتے ہین اُنکے آثار کی پیروی کرتے ہین انکو اچھا جانتے ہین اور شیعون کے عقیدے بالکل خلاف اسکے ہین وہ اصحاب کو بُرا جانتے ہین انکو بُرا کہتے ہین اُنپر تبرا کرتے ہین انکو منافق

اور کافر جانتے ہین اُنکی پیروی کو کفر سمجھتے ہین اُنکی خوبیو نمین شک و شبہہ رکھتے ہین اور اُنپر ہر طرح کی تہمتین لگاتے ہین غرضکہ جو شخص عقل اور ایمان رکھتا ہو اُسکو لازم ہی کہ وہ اول امام کے دعا کے الفاظ پر غور کرے بعدہ سنیون اور شیعون کے عقیدون پر غور کرے تب انصاف کرے کہ امام کے قول کے مطابق سنی حق پر ہین یا شیعہ *

تیسری شہادت

شیعونکی معتبر ترین تفسیر مین جسکو وہ امام حسن عسکری علیہ السّلام کیطرف منسوب کرتے ہین لکھا ہی {ان اللہ اوحی الی آدم ان اللہ لیفیض علے کل واحد من محبی محمد و آل محمد و اصحاب محمد مالو قسمت علی کل عدد ما خلق اللہ من طول الدہر الی آخرہ وکانوا الکفار لاداہم الی عاقبۃ محمودۃ وایمان باللہ حتی یستحقوا بہ الجنۃ وان رجلا من یبغض آل محمد واصحابہ او واحدا منہم لعذبہ اللہ عذابا لو قسم علے مثل خلق اللہ لاہلکہم اجمعین} ترجمہ خدائے عزوجل نے وحی کی آدم پر کہ خدا اُن لوگون پر جو محبت رکھتے ہین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اور اُنکی آل سے اور اُنکے اصحاب سے ایسی رحمت نازل کریگا کہ اگر وہ تقسیم کیجاوے اوپر تمام مخلوقات کے اول سے آخر تک تو وہ کافی ہی اور اگر سب کفار ہون تو انکی عاقبت بھی اچھی ہوجاوے اور وہ مومن ہوجاوین اور اگر کوئی آدمی دشمنی رکھے گا ساتھ آل محمد کے اور اصحاب محمد کے یا ایک سے بھی اُنمین سے تو خدا اُسپر ایسا عذاب نازل کرے گا کہ اگر وہ عذاب نازل ہو تمام مخلوقات پر تو وہ سب کے سب ہلاک ہوجاوین +

چوتھی شہادت

اُسی تفسیر مین لکھا ہی {لما بعث اللہ موسی بن عمران واصطفاہ نجیا وفلق لہ البحر ونجی بنی اسرائیل واعطاہ التوراۃ والالواح رای مکانہ من ربہ عزوجل فقال یا رب لقد اکرمتنی بکرامۃ لم تکرم بہا احدا من قبلی فہل فی انبیائک عندک من ہو اکرم منی فقال اللہ تعالی یا موسی اما علمت ان محمدا افضل عندی من جمیع خلقی فقال موسی فہل فی آل الانبیاء اکرم من آلی فقال عزوجل یا موسی اما علمت ان فضل آل محمد علی آل جمیع النبیین کفضل محمد علی جمیع المرسلین فقال یا رب انکان فضل آل محمد عندک کذلک فہل فی صحابۃ الانبیاء عندک اکرم من اصحابی فقال یا موسی اما علمت ان فضل صحابۃ محمد علے جمیع صحابۃ المرسلین کفضل آل محمد علی آل جمیع النبیین فقال موسی انکان فضل محمد وآل محمد واصحاب محمد کما وصفت فہل فی امم الانبیاء افضل عندک من امتی ظللت علیہم الغمام وانزلت علیہم المن والسلوی وفلقت لہم البحر فقال اللہ یا موسی ان فضل امۃ محمد علی امم جمیع الانبیاء کفضلی علے خلقی} ترجمہ جب کہ خداوند تعالی نے حضرت موسی ابن عمران کو مبعوث فرمایا اور انکو برگزیدہ کیا اور اُنکے سبب سے دریا کو پل بنا دیا اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور توریت اور لوح انکو عطا کی تب حضرت موسی نے اپنا رتبہ دیکھکر خدائے عزوجل سے عرض کی کہ یا الٰہی تو نے مجھکو ایسی بزرگی دی ہی کہ کسی بعد نبی کو پہلے نہین دی تیرے یہان مجھسے

زیادہ اور کسی کی بھی بزرگی ہی خداوند تعالی نے جواب دیا کہ ای موسی تمھین معلوم نہین کہ محمد میرے نزدیک تمام مخلوقات سے افضل ہین تب حضرت موسی نے عرض کی کہ کسی نبی کی آل میری آل سے بزرگتر ہی جواب ہوا کہ تم نہین جانتے کہ فضیلت آل محمد کی سب انبیا کی آل پر ایسی ہی جیسے کہ انکو فضیلت سب پیغمبرون پر ہی تب حضرت موسی نے عرض کی کہ الٰہی میرے اصحاب سے زیادہ تیرے نزدیک اور کسی نبی کے اصحاب کا رتبہ ہی جواب ہوا کہ ای موسی تم نہین جانتے کہ فضیلت اصحاب محمد کی تمام انبیا کے اصحاب پر اُس طرح ہی جسطرح کہ فضیلت آل محمد کی سب انبیا کی آل پر ہی تب حضرت موسی نے عرض کی کہ اگر فضیلت محمد اور آل محمد اور اصحاب محمد کی ایسی ہی جیسی کہ تو نے ارشاد فرمائی پس کسی نبی کی امت میری امت سے زیادہ افضل ہی جن پر تو نے بادلون کا سایہ کیا جن پر من وسلوی نازل کیا جنکے لیے دریا کو پل کردیا خداوند تعالی نے فرمایا کہ فضیلت امت محمد کی سب انبیا کی امت پر اتنی ہی جتنی کہ مجھکو میری خلقت پر فضیلت ہی +

اِن دونون روایتون سے دو باتین ثابت ہوئین اول یہ کہ جو شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے دشمنی رکھے وہ مستوجب عذاب کا ہی اور عذاب بھی ایسا کہ جس سے تمام دنیا ہلاک ہوجاوے اور جو دوستی رکھے وہ مستحق ثواب کا ہی اور ثواب بھی کیسا کہ جس سے کفار کی عاقبت بن جاوے دوسری یہ کہ اصحاب نبی کی فضیلت اور نبیون کے اصحاب پر ایسی ہی جیسی کہ فضیلت پیغمبر صاحب کے آل کی اور پیغمبرون کی آل پر اور اِن دونون باتون کے ثابت ہونے سے مذہب شیعون کا باطل ہوگیا اس لیے کہ مدار اُنکے مذہب کا صحابہ کی دشمنی اور اُنکے بُرا جاننے پر ہی جو شخص اصحاب سے دشمنی رکھے وہی پکا مومن ہی اور جو اُنکو سب سے بُرا جانے وہی سچا شیعہ ہی پس ان دونون روایتون سے جسکے راوی امام حسن عسکری علیہ السلام ہین اور جو شیعون کے اقرار سے صحیح اور مستند روایت ہی حضرات شیعہ کو سوائے دو امرون کے تیسرا چارہ باقی نہین رہا یا کہ اصحاب کو بہتر جانین اور اُنکی فضیلت کے قایل ہون اور اُنسے محبت رکھین تا کہ وہ مستحق ثواب کے ہون یا کہ اُنکو بُرا جانین اور اُنسے دشمنی رکھین تا کہ مستوجب عذاب کے ہون لیکن حضرات شیعہ جب تک کہ اپنا مذہب ترک نہ کرینگے اور سنیون کے شریک نہو جاوینگے تب تک وہ فضیلت صحابہ کے قائل نہونگے کوئی شخص باوجود اقرار فضیلت صحابہ کے شیعہ رہ نہین سکتا تمام علمائے شیعہ عبداللہ بن سبا کے وقت سے لیکر جناب قبلہ وکعبہ کے عصر تک اسی فکر مین مر گئے کہ اصحاب کے معایب تلاش کرین اور اُنکی برائیان ثابت کرین اور اُنکے فضائل سے انکار کرین اگر کسی کو انکار ہو تو وہ ذرا تکلیف گوارا کرے اور شیعونکی کتابونکو اٹھا کر دیکھے کوئی ورق نہوگا جسمین اصحاب کی بُرائیان نہون کوئی صفحہ نہ ملیگا جسمین اُنپر تبرا نہو جناب مجتہد صاحب قبلہ صوارم مین ارشاد فرماتے ہین کہ ﴿ اما احادیث

فضائل صحابہ از طرق امامیہ باوجود کثرت احادیث مختلفہ در ہر امر جزئی از جزئیات اصلیہ و فرعیہ اگر تمام کتب
احادیث امامیہ ورقا ورقا بہ نیت تفحص بمطالعہ درآرند مظنون آنست کہ زیادہ از سہ چہار حدیث کہ سر و پا درست
نداشتہ باشد دست بہم ندہد اما احادیث مثالب (معائب) آنہا پس بلا اغراق اینست کہ متجاوز از ہزار
حدیث باشد} ای اہل انصاف ذرا آنکھہ کھولو اور نیند سے چونکو اور حضرات شیعہ کے حال کو دیکھو کہ خود
ہی اپنے امامون کیطرف سے روایت کرتے ہین کہ پیغمبر صاحب کے اصحاب کا رتبہ سب سے بڑھکر ہی اور کسی اور نبی کے
یار اُنکے درجے کو نہین پہونچتے اور جو اُنسے محبت رکھے وہ ناجی اور جو دشمنی رکھے وہ ناری ہی اور پھر خود
ہی یہ فرماوین کہ کوئی آیت کوئی حدیث کوئی روایت اُنکے فضیلت مین نہین ہی اور جو ہی وہ بے سر و پا ہی
بلکہ ہزار ہا احادیث انکی برائیونمین ہین اگر ہم ہزار برس تک سوچین اور اس مشکل عقدے کو حل کرنا چاہین
اگرچہ ہماری سمجھہ اس مسئلے تک پہونچ سکتی ہی نہ ہمسے یہ گرہ کھل سکتی ہی اگر حقیقت مین ہمارے پیغمبر کے اصحاب
ایسے افضل ہین کہ کسی پیغمبر کے اصحاب اُنکے درجے تک نہین پہونچتے اور اُنکی دشمنی باعث عذاب اور اُنکی
دوستی ذریعہ ثواب ہی تو چاہیے کہ قول سنیونکا درست ہو اور ایسے بزرگونکی تعریف مین اگر ہزارون احادیث
اور لاکھون روایتین منقول ہون تو بھی تھوڑی ہین اور اگر قول شیعون کا صحیح ہی تو چاہیے کہ ایسے شخصونکی
دشمنی باعث نجات اور دوستی موجب ہلاکت ہووے لیکن درحقیقت یہ قول مجتہد صاحب کا محض
غلط اور بالکل باطل ہی اس لیے کہ خود شیعونکی کتابونسے ہزار ہا احادیث اور اقوال فضائل مین صحابہ کے
ہم نکال سکتے ہین چنانچہ اسی رسالے مین ہم اپنے اس قول کو ثابت کرینگے اور صدہا روایتین فضیلت
صحابہ کی کتب شیعہ سے نکالکر مجتہد صاحب کے مقلدین کی خدمت مین پیش کر کے قبلہ و کعبہ کے قول کی
تکذیب کرینگے اگر کوئی شیعہ تعجب کرے کہ کیونکر ہمارے علمانے اصحاب کی فضیلت بیان کی ہی اور
کسطرح انکی تعریف کی روایتونکی تصدیق فرمائی ہی تو اُسکے واسطے ہم ایک قاعدہ مسئلہ مجتہد صاحب کو
بیان کرتے ہین کہ وہ صوارم مین فرماتے ہین کہ اگرچہ کسی اہل مذہب سے جو کہ کسی کے فضائل کا اعتقاد رکھے
اُسکے معایب کے روایات کے توقع رکھنا یا جس کسی کے وہ معایب کا معتقد ہو اُسکے فضائل کے اقرار کی امید
رکھنا بیجا ہی لیکن خدا نے اپنی حجت تمام کرنیکے واسطے سنیونکو مجبور کردیا کہ انھون نے صحابہ کی
برائیونکو خود ہی روایت کیا چنانچہ الفاظ اُسکے یہ ہین {ہر چند از اہل مذہبیکہ روایات مطاعن شخصے
کند توقع روایت فضائل آنشخص داشتن بیجاست و ہمچنین بالعکس لیکن جناب حق سبحانہ تعالی اتماما للحجۃ
قلوب مخالفین جناب امیر المومنین علیہ السلام چنان مسخر گردانیدہ کہ باوجود اینکہ بنا بر پیش آمد و تقرب
سلاطین بنی عدی و تیم و بنی امیہ اخبار فضائل آنہا البسیار وضع نمودہ اند چون دروغگو را حافظہ نمی باشد

ہمان مخالفین از غایت نافہمی باعجاز جناب امیر المومنین باز مثالب اصحاب ثلثہ و اتباع الیشان راہم مذکور ساختہ اند و علما
و محدثین الیشان چنین احادیث واخبار را در کتب ومصنفات خود مندرج فرمودہ اند} ہم اسی قاعدے کو
تسلیم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ خدا نے اپنی حجت تمام کرنے کے لیے شیعونکو مجبور کردیا کہ اُنھون نے اصحاب کی
بزرگیان اور فضیلتین اپنی کتابون مین ائمہ کرام کی زبان سے روایت کین (ہرچند از اہل مذہبیکہ روایات مطاعن
شخصی کنند توقع روایات فضائل آنشخص داشتن بیجاست وہم چنین بالعکس لیکن جناب حق سبحانہ تعالی اتماما
للحجۃ قلوب مخالفین صحابہ کبار چنان مسخر گردانیدہ کہ باوجود اینکہ بضرورت ترویج عقائد عبد اللہ بن سبا و
وشیعیانش اخبار مثالب صحابہ را بسیار وضع نمودہ اند چون دروغگو را حافظہ نمی باشد ہمان مخالفین
از غایت نافہمی باعجاز جناب امیر المومنین باز فضائل اصحاب ثلثہ و اتباع الیشان را ہم مذکور
ساختہ اند و علماے محدثین الیشان چنین احادیث و اخبار را در کتب ومصنفات خود مندرج فرمودہ اند

پانچوین شہادت

شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب معانی الاخبار مین امام موسی رضا علیہ السلام سے روایت کی ہی
{عن الحسن ابن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ابا بکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر
منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفواد} ترجمہ امام حسن علیہ السلام روایت کرتے
ہین کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر بمنزلہ میرے سمع کے ہی اور عمر بمنزلہ بصر کے
اور عثمان بمنزلہ دل کے اور جب کہ حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کا امام حسن کے
قول سے بمنزلہ پیغمبر خدا کے سمع وبصر اور دل کے ہونا ثابت ہوا تو پھر اُنسے محبت نہ رکھنا در حقیقت
پیغمبر خدا سے محبت نہ رکھنا ہی اور اُنسے عداوت رکھنا در اصل پیغمبر خدا سے دشمنی رکھنا ہی+
سننے والونکو تعجب ہوگا کہ امام حسن کی روایت سے علماء شیعہ نے کیونکر ایسی حدیث کو اپنی کتابون مین
ذکر کیا اور انتظار ہوگا کہ اگر اُسکو نقل کیا ہی اور اُسکی صحت کو تسلیم کیا ہی تو اسکا کیا جواب دیا ہی اس لیے
ہم اُس جواب کو بیان کرتے ہین وہ جواب یہ ہی کہ اس حدیث کے اُن الفاظ کے بعد جنکو اوپر ہمنے
نقل کیا یہ الفاظ اور بڑھاتے ہین اور انھین کو جواب اس حدیث کا تصور کیا ہی {فلما کان من
الغد الخ} ترجمہ امام حسن فرماتے ہین کہ جب دوسرا دن ہوا تب مین حضرت کی خدمت
مین حاضر ہوا اسوقت امیر المومنین علی علیہ السلام اور ابوبکر اور عمر اور عثمان موجود تھے مینے حضرت سے
عرض کی کہ اے پدر بزرگوار مینے کل آپ کی زبان سے سنا جو کچھ آپنے ان اصحاب کی نسبت فرمایا
وہ کیا ہی حضرت نے فرمایا کہ ہان مینے کہا ہی بعد اسکے حضرت نے اُنکی طرف اشارہ کیا اور کہا

ع عن الحسن ابن علی قال قال رسول اللہ ان ابا بکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفواد قال فلما کان من الغد دخلت علیہ وعندہ امیر المومنین وابو بکر وعمر وعثمان فقلت لہ یا ابت سمعتک تقول فی اصحابک ہولاء قولا فما ہو فقال نعم ثم اشار الیہم فقال ہم السمع والبصر والفواد وسیسئلون عن ولایۃ وصیی ہذا واشار الی علی بن ابی طالب ثم قال ان اللہ عز وجل یقول ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا ثم قال وعزۃ ربی ان جمیع امتی لموقوفون یوم القیمۃ ومسئولون عن ولایتہ وذلک قول اللہ عز وجل وقفوہم انہم مسئولون انتہی ۱۲

کہ یہی سمع او بصر اور دل ہین اور اس وصی یعنی علے کی محبت سے سوال کیے جائینگے اور یہ کہکر یہ آیت پڑھی کہ
خدائے عزوجل فرماتاہی کہ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا بعدہ فرمایا کہ قسم ہی مجھکو
اپنے پروردگار کے عزت کی کہ تمام امت میری قیامت کے دن کھڑی کیجاوے گی اور اُنسے سوال علے
کی محبت سے ہوگا اور یہی مطلب ہی خدا کے اِس قول کا کہ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ کہ کھڑا کرو انکو ابھی انسے
پوچھنا ہی + اِس حدیث کے اِن الفاظ زائد کو ہم چند دلیلون سے صحیح نہین جانتے اور اُسکو دوسرے دنکا جمایا ہوا فقرہ سمجھتے ہین

(پہلی دلیل) اِس حدیث سے ثابت ہوتا ہی کہ اول روز جب امام حسن نے حضرت سے سنا کہ ابو بکر بمنزلہ سمع
کے اور عمر بمنزلہ بصر کے اور عثمان بمنزلہ دل کے ہین تو اُس روز کچھہ استفسار نہ کیا دوسرے دن پوچھنے کا
کیا سبب ہی اگر امام حسن کو پوچھنا ہوتا تو اُسی وقت پوچھتے اگر یہ خیال کیا جاے کہ پہلے دن بسبب موجود
ہونے خلفاء موصوفین کے اُنکے خوف سے نہ پوچھا تو دوسرے دن بھی اسی حدیث سے اُنکا موجود
ہونا ثابت ہوتا ہی اگر اُنکا خوف تھا تو گھر مین پوچھتے کہ یا حضرت آج آپنے اُنکے سامنے ایسا ایسا
فرمایا اِسکی حقیقت کیا ہی نہ کہ پھر مجلس مین انھین کے سامنے استفسار کرتے اس سے
صاف ظاہر ہی کہ یہ فقرہ دوسرے دن کا جمایا ہوا ہی +

(دوسری دلیل) اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ اول روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
صرف تشبیہ اور تمثیل پر قناعت فرمائی اور حضرات خلفاء ثلثہ کو بمنزلہ سمع اور بصر اور فواد کے کہکر
سکوت کیا تو یہ فرمانا یا دل سے تھا یا براہ تقیہ یا بطور استہزاء اگر دل سے تھا جیسا کہ ہم سمجھتے ہین فنعم
الوفاق جھگڑا طی ہوا اگر براہ تقیہ تھا تو اول پیغمبر خدا کی نسبت تقیہ کرنا ثابت ہوا حالانکہ خود حضرات
شیعہ اُسکے قائل نہین دوسرے اگر پہلے دن حضرت نے براہ تقیہ فرمایا تھا تو دوسرے دن بھی وہی
سبب تقیے کا یعنی حاضر ہونا اُن خلفاء کا جنکے خوف سے یا جنکے خوش کرنے کو حضرت نے
ایسا کچھہ فرمایا موجود تھا اگر بطور استہزاء تھا تو پیغمبر صاحب کی نسبت مسخرگی اور ٹھٹھے بازی کا اطلاق
کرنا ہی اور یہ سواے شیعون کے دوسرے سے نہین ہوسکتا وہ جو چاہین پیغمبر صاحب پر تہمت کرین +

(تیسری دلیل) پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھہ فرماتے تھے اور جو کچھہ کہتے تھے وہ صاف صاف
کچھہ لگی لپٹی نہ رکھتے تھے اور کسی کو دھوکا نہ دیتے تھے اور کسی کو شبہے مین نہ ڈالتے تھے پس اگر دوسرے
دن کے جمائے ہوے فقرے کو ہم صحیح مانین تو گویا پیغمبر صاحب پر تہمت کرین اس لیے کہ اگر دوسرے
دن امام حسن استفسار نکرتے اور پیغمبر صاحب اصل مطلب نہ بتاتے تو لوگ شبہے مین رہتے اور حضرت
کے کلام کو صدق اور صفائی پر قیاس کرکے حضرات ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان ذی النورین

رضی اللہ تعالی عنہم کو بمنزلہ سمع اور بصر اور دل کے سمجھتے جیسا کہ اُن لفظون سے جو حضرت نے فرمائین معلوم ہوتا ہی
پس کیا کوئی ایمان رکھنے والا پیغمبر صاحب پر ایسی تہمت کر سکتا ہی اور جسکا کام صاف بیان کر دینے
اور لگی لپٹی نہ رکھنے کا ہو اُسکی باتون کی ایسی تاویل کر سکتا ہی نعوذ باللہ من ذالک ✤
حقیقت یہ ہی کہ حضرات شیعہ نے دین کو مسخرہ پن اور ٹھٹھے مین ڈال دیا ہی اور پیغمبر خدا کی احادیث اور
کلام اللہ کی آیات کو تحریف اور تغیر کر کے بدل دیا ہی نہ خدا کے کلام کو کلام مبین جانتے ہین نہ پیغمبر صاحب
کی حدیث کو صاف سمجھتے ہین سب مین شک اور شبہہ کرتے ہین اور سب کو ذو وجہتین اور ذو معنیین جانتے
ہین چونکہ بنار مذہب تشیع نفاق اور جھوٹھہ پر ہی اس لیے سبکو اپنا ہی سا جانکر ایسی تاویلات کرتے ہین ورنہ کون
شخص ہی کہ پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا کہیگا کہ وہ ایک روز کچھہ کہتے تھے دوسرے دن اُسکی کچھہ تاویل
کرتے تھے فرض کرو کہ اگر کسی شخص نے پہلے ہی روز انکی باتین سنی ہون اور اُسنے پیغمبر صاحب کو ہادی اور نبی سمجھکر
اُنکے کلام کو حق جانا ہو حالانکہ بقول شیعون کے وہ حق نہ تھا اور اُسکا مطلب دوسرا ہی تھا جسکو دوسرے دن
حضرت نے امام حسن کے پوچھنے پر بتلایا اور وہ شخص دوسرے دن حضور مین حضرت کے حاضر نہوا ہو اور
اُسنے پیغمبر خدا کی زبان سے اُس مجمل فقرے کی شرح نہ سنی ہو تو اُسکی دل مین جو یقین اُس کلام کی صحت کا ہو گیا ہو
اور جسکے سبب سے وہ گمراہ ہوا ہو اُسکا الزام کس پر ہوگا اُسی سننے والے بیچارے پر یا معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت پر
(چوتھی دلیل) معلوم نہین کہ امام حسن کو دوسرے دن استفسار کی کیا ضرورت تھی شاید حضرات شیعہ یہ فرماوین
کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ اصحاب جنکی نسبت حضرت نے ایسی تمثیل و تشبیہ دی ہی منافق اور کافر تھے
و نعوذ باللہ منہ اور انھین کی نسبت حضرت نے ایسا کچھہ فرمایا تو اُنکو تعجب ہوا اس لیے اُسکے رفع
کرنے کے لیے یہ پوچھا مگر یہ بات لائق تسلیم کرنے کے نہین ہی اس لیے کہ پیغمبر خدا نے اکثر اُن اصحاب کی
کی تعریف کی ہی اور اُنکی ثنا اور صفت بیان فرمائی ہی کہ جسکو خود ائمہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہی
اور جسکو جابجا ہمنے نقل کیا اور نقل کرینگے انشاء اللہ تعالی تو پھر اُنکی تعریف پر امام حسن کو تعجب ہونیکا
کوئی موقع نہ تھا ہان اگر کبھی حضرت نے اُنکی تعریف نہ کی ہوتی اور کبھی اُنکو امام حسن نے پیغمبر صاحب کی
صحبت مین نہ دیکھا ہوتا اور پھر اُنکی نسبت ایسا سنتے تو تعجب کرنیکا محل تھا اگر کوئی صاحب یہ فرماوین
کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ اصحاب منافق ہین اور اُنکے سامنے کبھی پیغمبر خدا نے اُنکی تعریف نہین کی
تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اُسی حدیث سے ثابت ہوتا ہی کہ امام حسن کو ایسا شبہہ نہ تھا اور وہ اُن اصحاب
کو حضرت کے یارون مین سے جانتے تھے چنانچہ الفاظ حدیث کے یہ ہین {یا ابت سمعتک تقول فی
اصحابک} کہ اپنے یارون اور اصحاب کی نسبت آپ سے مینے ایسا کچھہ سنا تو اگر امام حسن اُنکو اصحاب پیغمبر کا

نہ جانتے تو اصحاب کب فرماتے اور جب انکو اصحاب مین جانتے تھے تو پھر کوئی تعجب کرنے کا مقام تھا اس لیے
کہ قطع نظر حضرات خلفاء ثلثہ کے اور اصحاب کی نسبت بھی بہت کچھ ثنا و صفت حضرت نے کی ہی کہ اسکا
خود حضرات شیعہ کو اقرار ہی اور انکی کتابین اس سے بھری ہوئی ہین اور بالفرض اگر امام حسن کو شبہہ تھا تو وہ گھر مین
اسکو رفع کرتے اور تنہائی اور خلوت مین پوچھتے پھر انھین اصحاب کے سامنے پوچھنا اور پیغمبر صاحب کی مجمل بات
کو صاف کرانا اور گول گول نہ رہنے دینا موافق اصول شیعون کے شان امامت کے خلاف تھا +

(پانچوین دلیل) قطع نظر اوصفات اور تعریف کے جو پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام نے ان اصحاب کی
اکثر کی ہی اپنے سمع و بصر سے بھی تشبیہ دی ہی یہ تشبیہ فقط اس حدیث پر موقوف نہین ہی بلکہ اور روایتون سے
بھی اسکا ثبوت ہوتا ہی چنانچہ خود علماء شیعہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ پیغمبر خدا نے
ہجرت کی شب مین ابوبکر صدیق سے کہا کہ ﴿جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والرأس من الجسد وبمنزلۃ الروح من البدن﴾ کہ خدا
تجھکو بمنزلہ میرے سمع اور بصر کے اور بجاے سر کے جسم مین اور بمنزلہ روح کے بدن مین کردیگا پس جب کہ ایک مرتبہ
فقط ابوبکر صدیق کی نسبت سمع اور بصر اور سر اور روح کے سب الفاظ پیغمبر صاحب نے فرما دیے ہون تو پھر کیا تعجب ہی
کہ دوسری مرتبہ انکی نسبت صرف لفظ سمع کا فرمایا ہو اور انکے ساتھ مین حضرت عمر اور عثمان کی بھی تشبیہ بصر اور فواد سے کی ہو +

(چھٹی دلیل) علماء شیعہ نے ایسی تاویلات سے جیسی کہ اس حدیث مین کی ہین اکثر احادیث اور
اقوال کو مضحکہ اطفال بنا دیا ہی اور تحریف لفظی و معنوی مین محرفین اہل کتاب کو بھی مات کر دیا
ہی چنانچہ بطور نظیر کے اس مقام پر مین ایک روایت لکھتا ہون وہو ہذہ +
میر صاحب قبلہ حدیقۂ سلطانیہ کے باب سوم مین لکھتے ہین ﴿کہ امام حسن عسکری علیہ السلام
سے منقول ہی کہ ایکمرتبہ ایک مخالف سرکش امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس مین آیا اور ایک شیعہ
سے پوچھنے لگا کہ تو عشرہ مبشرہ کے یعنی دسون اصحاب کے حق مین کیا کہتا ہی شیعہ نے جواب دیا کہ
مین انکے حق مین وہ کلمۂ خیر کہتا ہون کہ جسکے سبب سے خداوند عالم میرے گناہ بخشتا ہی اور میرے درجات
بلند کرتا ہی پس اس ناصبی نے کہا کہ خدا کا شکر ہی کہ مجھے تیری دشمنی سے نجات دی مجھے گمان
تھا کہ تو رافضی ہی اور صحابہ کبار سے دشمنی رکھتا ہی تب اس مرد مومن نے دوسری بار کہا کہ خبردار ہو
کہ جو شخص صحابہ مین سے ایک کو دشمن رکھے اسپر خدا کی لعنت ہو ناصبی نے کہا شاید تو نے کچھ تاویل
کی ہو اس لیے بتلا کہ جو شخص عشرہ مبشرہ کو دشمن رکھے اسکے حق مین تو کیا کہتا ہی تب مرد مومن نے
کہا کہ جو شخص عشرۂ مبشرہ یعنی دسون کو دشمن رکھے اسپر خدا کی اور فرشتونکی اور تمام خلق کی لعنت ہو پس وہ
ناصبی اٹھا اور اسنے اس مومن کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ مجھے معاف کرین تجھکو رافضی جانتا تھا اس مرد مومن نے

که از حضرت امام حسن عسکری علیه السلام منقول است که بعض مخالفین از سرکشان شان بمجلس حضرت امام جعفر صادق علیه السلام درآمد و دیگرے از شیعیان آنحضرت گفت که چه میگوئی بالقول فی العشرة من الصحابة یعنی [illegible] درحق عشره مبشره از صحابه [illegible] گفت میگویم درحق شان کلمۂ خیر [illegible] که خداوند عالم بسبب آن گناهان مرا می‌آمرزد و درجات مرا بلند میفرماید پس آن ناصبی گفت [illegible] شکر مر خدای راست که [illegible] نجات داد [illegible] گمان داشتم که تو رافضی و از صحابه کبار دشمنی داری پس آن مرد مومن بار دیگر گفت آگاه باش که هر کسیکه از صحابه یکی را دشمن دارد پس بر او لعنت خدا [illegible] ناصبی گفت شاید تاویلے کرده [illegible] کسیکه عشره مبشره را دشمن دارد در حق او چه میگوئی [illegible] گفت هر کسیکه عشره را دشمن دارد بر او لعنت خدا و ملائکه و تمام خلق پس آن ناصبی [illegible] بوسه داد [illegible] آن مومن [illegible] ساخته بودم [illegible] حضرت صادق علیه السلام [illegible]

کہا کہ مین تجھہ سے کچھہ مواخذہ نہین کرتا تو میرا بھائی ہی یہ سنکر وہ ناصبی چلا گیا جب وہ باہر گیا تب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُس مرد مومن سے کہا کہ تو نے نہایت محکم کلام کیا خدا تجھکو جزا خیر دے فرشتے تیرے حسن توریہ سے خوش ہوے کہ تو نے اپنے دین کو بھی خلل سے بچایا اور اپنے آپ کو اُسکے ہاتھہ سے چھڑایا خدا ہمارے مخالفونکی نابینائی کو اور زیادہ بڑھا دے اور اُنکی نافہمی پر نافہمی زیادہ کرے کہ وہ کچھہ نہین سمجھتے جب یہ امام نے فرمایا تو جو لوگ ایسی باتون کو نہین سمجھتے تھے اُنھون نے عرض کی کہ یا حضرت اس مرد مومن نے کیا کہا جیسا وہ ناصبی کہتا تھا ویسا ہی یہ بھی اُسکی ہان مین ہان ملاتا جاتا تھا تب امام نے فرمایا کہ تم نہین سمجھتے مین اسکا مطلب سمجھتا ہون مراد اس مرد مومن کے اِس کہنے سے کہ جو شخص ایک کو دشمن رکھے اصحاب مین سے اُسپر خدا کی لعنت ہو حضرت علی ہین اور مطلب اس کہنے سے کہ جو شخص دشمن رکھے دسون کو اُسپر خدا کی لعنت ہو یہ ہی کہ حضرت علی بھی اُنمین داخل ہین پس جو شخص دسون کو دشمن رکھیگا وہ لامحالہ حضرت علی کو بھی دشمن رکھیگا اِس لیے اُسپر لعنت ہو خدا کی ﴿ اِس روایت کو دیکھکر گو حضرات شیعہ فخر کرتے ہون اور اپنے بزرگونکی حیلہ سازیون پر ناز فرماتے ہون لیکن جو کوئی عاقل سنے گا وہ تعجب ہی کریگا اور ایسے دین و مذہب پر کہ جسکی بنا سراسر حیلہ سازی اور مکاری اور دغابازی پر ہی ہزار دل سے نفرت کریگا نہایت تعجب کا مقام ہی کہ جن اماموں کا کام ہدایت خلق اللہ ہوا اور جنکی امامت مثل نبوت کے اصول دین مین داخل ہو اور جنکے اقوال اور افعال اور حرکات و سکنات پر مدار مذہب کا ہو جب وہ ہی ایسے ہون کہ کبھی صاف بات نہ کہین اور دھوکا دہی اور حیلہ سازی کو موجب رضاء آلہی کا فرماوین تو پھر اُنکی امت کے لوگ کیسے ہونگے اور وہ نفاق اور دغابازی کو کیون اپنا شعار نہ گردانین گے ❊ ہم اس سے بھی زیادہ دل خوش کن ایک اور روایت بیان کرتے ہین اور حضرات شیعہ کی دقیقہ فہمی اور نکتہ سنجی کو ظاہر کرتے ہین اور صاف سیدھی لفظون سے جو عجیب معنی وہ مراد لیتے ہین اُسکا نمونہ دکھلاتے ہین +

چھٹی شہادت

امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما کی نسبت فرمایا ہی ﴿ کہ ہما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ ﴾ کہ دونون امام ہین عادل اور انصاف کرنیوالے دونون حق پر تھے اور مرے حق پر اُن دونون پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن + اِس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوے اول حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کا امام اور خلیفہ برحق ہونا اس لیے کہ اگر اُنکی خلافت حق نہوتی اور وہ غاصب ہوتے تو امام جعفر صادق کیونکر اُنکو امام کہتے دوم اُنکا عادل اور منصف ہونا اور اس سے تمام مطاعن جو شیعون نے اُنکی نسبت بیان کیے ہین باطل

ہوے اس لیے کہ اگر انکے عدل اور انصاف مین کچھ بھی فرق ہوتا تو امام ہرگز انکو عادل اور منصف نفرماتے +
سوم انکا حق پر ہونا اور حق پر مرتے دم تک قائم رہنا چہارم قیامت کے دن مستحق رحمت
الٰہی ہونا اور کوئی شخص جو ایمان اور پرہیزگاری مین کامل نہو مستحق رحمت الٰہی نہین ہو سکتا +
اہل انصاف ذرا انصاف کو دخل دین اور غور کرین کہ اس سے زیادہ اور فضیلت حضرت ابوبکر
صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کیا ہو گی جو زبان سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ثابت ہوئی
اور جس سے امامت اور خلافت اور معدلت اور استحقاق رحمت الٰہی انکی نسبت بخوبی ظاہر ہوا حضرات شیعہ جب
ہمارے محدثین کی بیان کی ہوئی کسی حدیث کو شان مین صحابہ کبار کے سنتے ہین تو اسکو غلط اور موضوع اور
جھوٹھ کہدیتے ہین اور اس سے انکار کر جاتے ہین لیکن اب ایسی و اہتو نکو کیا کرینگے جسکو انھین کے علما نے
نقل کیا ہی اور جو انھین کی کتابون مین مذکور ہین بجز اسکے کہ انمین تحریف کرین اور کسی قصہ کہانی کو ملاکر
اسکے معنی بدلین چنانچہ اس حدیث مین بھی ایسا ہی کیا ہی اور چند فقرے بڑھاکر اس حدیث کی تحریف کی ہی کہ
اسکو ہم بیان کرتے ہین + رسالہ ادلۃ التقیہ در ثبوت تقیہ مین جو کہ مزین بدستخط حضرت سلطان العلما
یعنی سید محمد صاحب مجتہد کے سنہ ۱۲۸۲ ہجری مین لودھیانہ مین چھپا ہی اس حدیث کی نسبت یہ لکھا ہوا ہی کہ
{علماء اہل سنت نے نقل حدیث مین خیانت کی ہی اور ان الفاظ کو منتخب کر لیا ہی کہ جو بنظر سرسری
موہم مدح شیخین کے ہین حالانکہ باطناً وہ الفاظ بھی سراپا طعن و تشنیع سے مملو اور مشحون ہین چنانچہ خود
امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسی حدیث مین ان الفاظ کے معنی بہ تفصیل و توضیح ارشاد فرماتے ہین}
اور بعد ایک تقریر پوچ لچر کے اس رسالہ مین اصل خیانت کے الفاظ اس طرح پر منقول ہین {واضح ہو
کہ اصل حدیث یہ ہی کہ بعض مخالفین نے حضرت سے دربارہ شیخین سوال کیا حضرت نے جواب مین ازراہ
توریہ یہ ارشاد فرمایا کہ ہما امامان الخ فلما انصرف الناس قال لہ رجل من خاصتہ یا بن رسول اللہ لقد تعجبت مما
قلت فی حق ابی بکر و عمر فقال نعم ہما اماما اہل النار کما قال اللہ تعالیٰ وجعلنا منہم ائمۃ یدعون الی النار واما
العادلان فلعدولہم عن الحق کقولہ تعالیٰ والذین کفروا بربہم یعدلون واما القاسطان فقد قال اللہ تعالیٰ
واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا والمراد من الحق الذی کانا مستولیین علیہ ہو امیر المومنین حیث اذیاہ وغصبا
حقہ والمراد من موتہما علی الحق انہما ماتا علی عداوتہ من غیر ندامۃ عن ذلک ثم المراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ فانہ
کان رحمۃ للعالمین وسیکون خصما لہما ساخطا علیہما منتقما عنہما یوم الدین انتہی خلاصہ ان کلمات کا یہ ہی
کہ جب مجلس مخالفین سے خالی ہوئی تو ایک شخص نے خواص اصحاب سے امام معصوم کی خدمت مین عرض کی کہ
مین ان کلمات سے جو آپنے حق شیخین مین ارشاد فرمائے بہت متعجب ہوا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہمینے

ان دونون کو امام اِس سبب سے کہا کہ وہ امام اہل نار تھے چنانچہ حق تعالی قرآن مین کافرونکو امام اہل نار فرماتا ہی وجعلنا منہم الآیۃ یعنی کافرونکو ہمنے امام اہل نار گردانا ہی اور عادل اس وجہ سے کہا کہ اُن دونون نے عدول کیا تھا حق سے جیسا کہ خداوند عالم کافرونکو انھین معنون سے عادل فرماتا ہی والذین کفروا بربہم یعدلون مترجم کہتا ہی کہ کتب احادیث اہل سنت مین وارد ہی کہ پیغمبر برحق نے نوشیروان کو عادل فرمایا حتی کہ سعدی شیرازی نے اُسکو گلستان مین نظم کیا اور کہا ہی **شعر** درآوان عدلش بنازم چنان ✤ کہ سید بدوران نوشیروان ✤ پس جب کہ مدح عدل نوشیروان کافر کو مفید نہین تو شیخین کو بھی مفید نہوگی اور یہ وجہ بھی اُنھین ستر وجہون سے ہی اور قاسط اس وجہ سے کہا کہ قاسط کے معنی ظالم کے ہین چنانچہ قرآن مین وارد ہی واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا یعنی ظالمین جہنم کی لکڑیان ہین پھر امام معصوم فرماتے ہین یہ جو مینے کہا کانا علی الحق تو اس سے مراد یہ کہ وہ دونون غالب تھے حق پر اور حق مغلوب تھا اور مراد اُس حق سے کہ جن پر غالب تھے امیر المومنین ہین کہ اُنکو اذیت دی اور اُنکے حق کو چھین لیا مترجم کہتا ہی کہ اس جملہ مین امام معصوم نے جار و مجرور کو متعلق گردانا ہی بلفظ مستولیین کہ وہ خبر خاص ہی اور محذوف ہی بقرینۂ مقام اور مذہب جمہور نحاۃ کا مانند سیبویہ وغیرہ کے یہ ہی کہ جب خبر خاص پر کوئی قرینہ دلالت کرے تو حذف اُسکا جائز ہی اور چونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام باتفاق جمہور اہل اسلام افصح الفصحا اور ازجملہ عرب عربا ہین پس کلام اُن حضرت کا بجاے خود مستند ہوگا خواہ موافق نحاۃ کے ہو خواہ مخالف چہ جاے آنکہ بسبب پائے جانے قرینے کے کلام آن حضرت کا مطابق جمہور نحاۃ کے بھی ہی پس اب جاے اعتراض بھی باقی نہ رہے اور وہ قرینہ یہ ہی کہ علی کے معنی کلام مین استعلا کے ہین اور استعلا اُنکے محاورے مین بمعنی غلبہ و استیلا بھی آیا ہی چنانچہ بملاحظۂ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہی کہ عرب کہتے ہین علوت الرجل ای غلبتہ پس معنی کانا علے الحق کے یہ ہونگے کہ کانا غالبین علے الحق والحق مغلوبا عنہما اور یہ جو معصوم نے فرمایا ہی کہ مراد حق سے امام بحق جناب امیر ہین امر حق ہی اور کچھ بعید نہین اس واسطے کہ لفظ حق کا اطلاق خدا و رسول اور امام بلکہ موت اور قیامت اور قرآن اور کلمہ اور کلام پر ہوتا ہی کما لا یخفی پس اگر مراد حق سے مولاے برحق ہون خلاف حق لازم نہین آتا اور مخفی نرہے کہ اس مقام مین دو وجہین اور بھی ہین کہ حمل کلام معصوم کا اُنپر صحیح ہی وجہ اول یہ ہی کہ علی بمعنی استعلا ہووے پس معنی کانا علی الحق کے یہ ہونگے کہ وہ دونون کہ عین باطل تھے حق پر فوقیت لیگئے اور اُنھون نے حق کو پست کر دیا جیسا کہ معصوم دعاے صنمی قریش مین ارشاد فرماتے ہین پس بنا بر طریقۂ جمع بین الحدیثین کے ارادہ اس معنی کا کلام معصوم سے صحیح ہوگا اور یہ نوع استعلا مستلزم استیلا بھی ہی پس اس وجہ سے بھی مقدر ہونا لفظ مستولیین کا صحیح ہوگا کما فعلہ المعصوم فتامل ✤ وجہ دوم یہ ہی کہ کلام عرب مین علی کو مقام مخالفت اور مضرت اور عداوت مین بھی اطلاق کرتے ہین

چنانچہ شایع و ذایع ہی کہ بیچ محاورے عرب کے مقام جواب یا اعتراض مین کہتے ہین کہ ہذا لنا لا علینا یعنی یہ امر نافع ہی واسطے ہمارے نہ مخالف اور مضر ہمارے اور مشہور ہی کہ جب اثنائے راہ مین لشکر حر جناب سید الشہدا سے ملاقی ہوا تو حضرت نے حر سے فرمایا اعلینا ام لنا یعنی تو ہماری کمک کو آیا ہی یا ہماری عداوت پر کمر باندھی ہی وایضاً قال اللہ تعالی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت قال صاحب الکشاف ینفعہا ما کسبت من الخیر ویضرہا ما اکتسبت من الشر پس بنا بر اس وجہ کے یعنی کانا علی الحق کے یہ ہونگے کہ وہ دونون مخالف حق کے اور دشمن حق تھے اور یہی معنی قول آیندہ مین بھی معصوم نے فرمائے ہین پس ارادہ اس معنی کا کلام امام سے اِس مقام مین بہی صحیح ہوگا فافہم پھر معصوم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ یہ جو مینے کہا ماتا علی الحق مراد اُس سے یہ ہی کہ عداوت حق پر مرے یعنی جناب امیر کی عداوت تا دم مرگ اُنکے دلون مین رہی اور تا دم مرگ نادم نہ ہوے اِس مقام مین علی کو بہ معنی عداوت معصوم نے اطلاق فرمایا ہی جیسا کہ ہمنے وجہ ثانی مین بیان کیا پھر معصوم فرماتے ہین کہ یہ جو مینے کہا فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ پس مراد رحمۃ اللہ سے رسول خدا ہین کہ وہ اُن دونون کے دشمن ہونگے بروز قیامت اور اُنپر غضبناک ہونگے اور اُنسے روز قیامت کو انتقام لیوینگے مترجم کہتا ہی کہ اِس مقام مین بھی علی کو معصوم نے مقام عداوت مین ارشاد فرمایا ہی اور رحمت خدا ہونا حضرت رسالت مآب کا مقام شک و ارتیاب نہین حق تعالی خود فرماتا ہی وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین بہرصورت اہل انصاف پر معانی اِن الفاظ کے ظاہر و باہر ہوے کہ ہرگز یہ الفاظ مقام مدح شیخین مین وارد نہین ہین بلکہ سراپا یہ حدیث رد و قدح شیخین پر دلالت کرتی ہی انتہی بلفظہ} اِس تاویل کی غلطی ہم چند دلائل سے ثابت کرتے ہین ؏ (پہلی دلیل) اِس رسالے کے مؤلف نے بتقلید اپنے علما کے جو کچھ واہیات بیان کیا ہی اُسکی نقل کرنے سے مجھے شرم آتی ہی اگر احادیث کی ایسی ہی تاویلین کیجاوین تو کوئی حدیث کسی کی مدح و ثنا مین باقی نہ رہے بلکہ ہر ملحد اور زندیق آیات قرآنی کو ایسی تاویل سے موافق اپنے مطلب کے بنالے کسی ہندو کی نقل ہی کہ اُسنے ایک مسلمان سے کہا کہ ہمارے رام لچھمن کا ذکر تمھارے قرآن مین بھی ہی وہ مسلمان حیران ہوکر پوچھنے لگا کہ کس جگہہ قرآن مین اُنکا ذکر ہی اُسنے کہا کہ سورہ یوسف کے اول مین جو (الٓر) حروف مقطعات ہین اُنمین (الف) سے مراد اللہ ہی اور (لام) سے مراد لچھمن اور (رے) سے مراد رام ہین وہ مسلمان یہ سنکر ہنسنے لگا لیکن ہمارے نزدیک جو تاویل امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول کی حضرات شیعہ نے کی ہی وہ اِس ہندو کی تاویل سے بھی بدتر ہی اس لیے کہ اُسنے تو حروف کے لحاظ سے کچھ جوڑ ملادیا لیکن شیعون کے علما نے جو کچھ فرمایا وہ تو سراسر بےجوڑ ہی اور ہر ایک خارجی اور ناصبی اہلبیت علیہ السلام کی شان مین جو احادیث ہین اُنمین بھی ایسی ہی تاویلات بیجا کرسکتا ہی (فما ہو جوابہم فہو جوابنا) ✤

(دوسری دلیل) یہ قول جوشان مین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما کے کہا گیا وہ امام جعفر صادق کا ہی اور امام موصوف تقیئے سے ممنوع تھے انکو حکم تھا کہ وہ کسی سے خوف نکرین اور بلاخوف وخطر علوم اہلبیت کو منتشر کرین تو انھون نے کس لیے تقیہ کیا اور کیون ایک دو ناصبی کے ڈر سے ایسی بڑی تعریف کی اور پھر جب وہ چلے گئے تو اُسکی تاویل کر کے اپنے خواص کو اصل مطلب سمجھایا اور وہ قول جس سے ثابت ہوتا ہی کہ امام موصوف تقیے سے ممنوع تھے یہ ہی بحارالانوار مین ملا باقر مجلسی نے اور کافی مین ملا یعقوب کلینی نے لکھا ہی کہ جو صحیفہ امام جعفر صادق کا تھا اُسمین اُنکے لیے یہ حکم تھا {حدث الناس وافتہم ولاتخافن الا اللہ وانشر علوم اہلبیتک وصدق اباءک الصالحین فانک فی حرز وامان} کہ تمام مخلوق کو فتوی دو اور اُنسے باتین کرو اور کسی سے سوائے خدا کے نہ ڈرو اور اپنے اہلبیت کے علوم کو منتشر کرو اور اپنے آبار صالحین کی تصدیق کرو اس لیے کہ تم حرز اور امان مین ہو پس باوجود اسکے کہ جب ایسے اطمینان کا حکم الہی انکو ہو چکا تھا اور تقیہ کرنے سے وہ منع کر دیے گئے تھے تو پھر سمجھ مین نہین آتا کہ کسکا خوف تھا جسکے سبب سے ایسی تعریف صحابہ کی کرتے تھے اور لوگونکو دھوکا دیتے تھے افسوس ہی کہ شیعیان علی نے اپنے امامونکی محبت کے پیرایے مین کیسی ہجو کی ہی اور اُنپر کیا کیا تہمتین لگائی ہین +

(تیسری دلیل) اگر کوئی شیعہ کہے کہ جب یہ عبارت زائد بھی اصل حدیث مین داخل ہی تو کیا وجہ ہی کہ ایک ٹکڑا اُسکا تسلیم کیا جاوے اور دوسرا ٹکڑا زائد اور غلط ٹھہرایا جاوے اس لیے ضرور ہی کہ کل عبارت حدیث کی تسلیم کیجاوے اور جو تاویل اُس حدیث کی امام نے بیان کی وہ بھی امام ہی کی طرف سے سمجھی جاوے اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہی کہ (اقرار العقلاء حجۃ علی انفسہم دون الادعا لہم) کہ اقرار آدمی کا اُسپر حجت ہوتا ہی پس اسی قاعدے سے جسقدر اقرار فضیلت شیخین کا ہی وہ اُنپر حجت ہی اور جو تاویل کی گئی ہی وہ ہمپر حجت نہین اور قطع نظر اِسکے عادت بھی محدثین شیعہ کی یہ ہی کہ وہ عبارت کو حدیث کی کم و بیش کر دیا کرتے ہین اور اپنے مذہب کے موافق بنا لیتے ہین جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے حدیث مسئلہ قضا و قدر مین شیخ صدوق کی نسبت بیان کیا ہی {انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل} پس جب اُنپر اعتماد اس امر کا نرہا کہ وہ حدیث مین تحریف نہین کرتے اور کچھ تغیر و تبدل کو راہ نہین دیتے تو پھر کیونکر وہ تاویل جو سراسر لوچ اور خرافات ہو صحیح مانی جاوے اور ایسی واہیات کی ائمہ کیطرف کیونکر نسبت دیجاوے حالانکہ ائمہ خود اس امر کی شکایت کرتے رہے ہین اور اپنے شیعون پر لعنت ملامت کرتے آئے ہین کہ وہ تاویلات غلط اُنکی احادیث مین کر دیتے ہین اور حدیث کے مضمون کو اور کا اور بنا دیتے ہین چنانچہ ابوعمر وکشی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث کو اسی بارہ مین نقل کیا ہی وہو ہذہ {ان الناس ولعوا بالکذب علینا ان اللہ افترض علیہم لایرید منہم غیرہ وانی احدث احدہم بالحدیث فلایخرج من عندی حتی یتاولہ علی غیر تاویلہ

فذلک انہم لایطلبون بحدیثنا وحبنا ما عند اللہ وانما یطلبون الدنیا} کہ آدمیون نے بہت زیادتی کی ہمپر جھوٹھ لگانے کی ہین جو حدیث اُنسے کہتا ہون وہ میرے پاس سے نکلنے نہین پاتی کہ وہین اُسکی دوسری تاویل خلاف کرنے لگتے ہین اور اسکا سبب یہ ہی کہ وہ میری احادیث سے اُس چیز کے طالب نہین جو خدا کے پاس ہی بلکہ صرف دنیا کے طلبگار ہین پس جب کہ خود امام کی تصدیق سے ثابت ہوا کہ اُنکے پاس بیٹھنے والون کی یہ عادت تھی کہ وہین بیٹھے بیٹھے اُنکی احادیث کی تاویل غلط کر دیا کرتے تھے تو پھر ایسے لوگون سے کیا بعید ہی کہ اُنھون نے ایسی تاویل اس حدیث کی بھی کی ہو +

(چوتھی دلیل) اُس تاویل پر جو اِس حدیث کے الفاظ کی کی ہی اگر غور بحث کرین تو ہمکو معلوم ہو جاوے کہ وہ کس قدر مہمل اور غلط اور خلاف محاورہ ہی +

اول تاویل لفظ امامان کی یہ کی ہی کہ اما اہل النار تو مضاف الیہ کو محذوف کر دیا ہی لیکن موافق قاعدہ نحو کے حذف مضاف الیہ کا سوائے حالت تنوین یا بنا مضاف یا اضافت ثانیہ کے جائز نہین اگر شک ہو تو رضی اُٹھا کر دیکھ لو دوسرے لفظ امام جب مطلق چھوڑ اگیا تو اُس سے وہی معنی جو اصلی ہین یعنی مدح اور صفت کے مراد لیے جاوینگے اِس لیے کہ لفظ مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہی تو کیونکر اُس سے امام اہل النار مراد ہو سکتے ہین بخلاف آیہ ائمۃ یدعون الی النار کے کہ وہان یہ لفظ مقید ہی نہ مطلق +

دوسری تاویل قاسطون کی بھی غلط ہی اس لیے کہ قرآن شریف مین بمقابلۂ مسلمون کے قاسطون وارد ہی پس تعین معنی کے واسطے قرینے کا ہونا ضرور ہی کہ وہ آیہ مین موجود ہی اور حدیث مین مفقود بلکہ اشارہ طرف آیۂ کریمہ واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین کے ہی +

تیسرے حق سے مراد نام علی مرتضی کا لینا خلاف عرف عام اور تبادر اذہان اور معنی ظاہری کے ہی بغیر پہلے ہونے ذکر مرتضوی کے حق سے اُنکا نام مراد لینا حدیث کو چیستان ٹھہرانا ہی علاوہ اسکے حرف علی کو بمعنی استیلاء بلا دلیل قرار دینا اور استیلاء کو مرادف استعلاء ٹھہرانا زبردستی معنی بنانا اور خرافات بکنا ہی اور لغت مین قیاس کو دخل دینا حالانکہ قیاس فی اللغۃ جائز نہین غور کرنا چاہیے کہ زید علی الحق جب بولا جاتا ہی تو اُس سے مراد یہ ہوتی ہی کہ وہ حق پر ہی یا یہ مراد ہوتی ہی کہ وہ باطل پر +

چوتھی تاویل علیہا رحمۃ اللہ یوم القیمۃ کے جو کی گئی ہی اُسکی نسبت کسی نے خوب لطیفہ کہا ہی کہ حضرات امامیہ جب اپنے پیشواؤن کے حق مین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین تو ہم سمجھتے ہین کہ علیہ سے وہی مخالفت مراد ہی اور رحمۃ اللہ سے رسول اللہ مراد ہین یعنی مخالف ہی رسول کا استغفر اللہ کہ حضرات شیعہ احادیث کو ایسی تاویلات بیجا سے مضحکۂ اطفال بناتے ہین اور ائمہ پر ایسی بیجا تاویلات کی تہمت کرکے اپنی عاقبت خراب کرتے ہین +

ساتوین شہادت

نہج البلاغۃ مین حضرت امیر المومنین علی مرتضی کیطرف سے شان مین حضرت ابوبکر صدیق کے یہ عبارت منقول ہی {للہ بلاد فلان لقد قوم الاود وداوی العمد واقام السنۃ وخلف البدعۃ ذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا وسبق شرہا ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکہم فی طرق متشعبۃ لایہتدی فیہا الضال ولایستیقن المہتدی} ترجمہ خدا انعام کرے فلان یعنی ابوبکر پر جسنے کجی کو سیدھا کیا جسنے امراض نفسانیہ کی دوا کی جسنے سنت کو پیغمبر کی قائم کیا اور بدعت کو دور کیا گیا اس دنیا سے پاک دامن کم عیب خلافت کی خوبی پائی اور اسکے فساد سے پہلے رحلت کی خدا کی اطاعت کو اچھی طرح ادا کیا اور موافق حق کے پرہیزگاری کو پورا کیا کوچ کیا اس دنیا سے اور چھوڑ گیا آدمیونکو شاخ در شاخ راہو نمین کہ نہ گمراہ ہدایت پاتا ہی اور نہ راہ پانے والا یقین حاصل کر سکتا ہی + مین حضرت علی کے اس قول کی نسبت تمام اقوال کو اہل سنت اور شیعہ کے نقل کرتا ہون اور جو کچھ دونون نے ابتک اس قول کی نسبت لکھا ہی اسکو بیان کرتا ہون اور حضرات شیعہ کی خدمت مین نہایت ادب سے عرض کرتا ہون کہ اس بحث کو ذرا دل سے سنین اور غور سے دیکھین اور تعصب اور عناد کو چھوڑ کر انصاف کرین کہ آیا انکے علما حق پر ہین یا کہ اہل سنت کے مین اس قول کی نسبت اول تحفۂ اثنا عشریہ کے مضمونکو لکھتا ہون بعدہ جو علامۂ کنتوری نے اسکا جواب دیا ہی اسکو لکھکر جو تردید اسکے جناب خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی صاحب نے کی ہی لکھونگا + خاتم المحدثین تحفۂ اثنا عشریہ مین بعد نقل کرنے اس عبارت کے لکھتے ہین کہ جناب امیر کی اس عبارت مین جامع نہج البلاغۃ نے کہ شریف رضی ہین اپنے حفظ مذہب کے واسطے عجیب تصرف کیا ہی یعنی لفظ ابوبکر کو حذف کر کے بجاے اسکے لفظ فلان لکھدیا تاکہ اہل سنت کو موقع اسپر سند پکڑنے کا نہووے لیکن حضرت امیر کی کرامت ہی کہ اوصاف مذکورہ صریح اسپر دلالت کرتے ہین کہ مراد اس سے کون ہین اسی واسطے نہج البلاغۃ کے شارحین نے فلان کے لفظ کی تعیین مین اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا ہی کہ مراد ابوبکر ہین اور بعضون نے کہا کہ عمر ہین لیکن اکثر شراح نے اول ہی کو ترجیح دی ہی + اب ان جوابات کو سننا چاہیے جو کہ علماء شیعہ نے اس قول کی نسبت دیے ہین +

(جواب اول) حضرت علی گاہ گاہ اوصاف اور لیاقت شیخین کی اس لیے بیان کر دیا کرتے تھے کہ لوگ انکے معتقد تھے اور انکی حسن سیرت اور خوبی انتظام کے قائل تھے بپاس خاطر لوگون کے انکی تعریف کرنا مناسب وقت تھا پس یہ کلمات بھی اسی قبیل سے ہین لیکن یہ جواب لائق تسلیم کرنے کے نہین ہی اس لیے کہ کوئی عاقل منصف اسکو نہ مانے گا کہ ایک معصوم دس جھوٹھ صرف واسطے ایک آسان غرض دنیا کے یعنی دلداری چند شخصون کے کہ وہ بھی یقینی نہ تھی اپنی زبان سے کہے اور ان لوگونکی

تعریف کرے جنھون نے صریح عصیان خدا اور رسول کا کیا اور دین اسلام کو چھوڑ کر ارتداد پر کمر باندھی اور خدا کی کتاب کی تحریف اور دین محمدی کی تبدیل کی حالانکہ حدیث صحیح مین وارد ہی (اذا مدح الفاسق غضب الرب) کہ جب فاسق کی تعریف کیجاتی ہی خدا غضب مین آجاتا ہی پس جب ایک فاسق کی تعریف سے خدا جلشانہ غضب مین آوے تو ایسے شخص کی تعریف سے جو محرف کتاب اللہ اور مبدل دین خدا ہو اور جسنے پیغمبر خدا کی وصیتون کو بھلا دیا ہو اور اُسکے وصی کے حقوق کو غصب کیا ہو اور اُسکے اولاد کو ستایا ہو اور کوئی دقیقہ ظلم اور جبر کا خاندان رسول پر نہ چھوڑا ہو تو ایسے شخص کی تعریف سے معلوم نہین کہ خداوند عالم کسقدر غضب مین آیا ہوگا اور باعث اُسکا کون ہوا ہوگا شیعون کے دین اور دیانت اور عقل اور فراست سے نہایت ہی بعید ہی کہ ایسے معصوم کی نسبت جیسے کہ امیر المومنین تھے ایسی معصیت کا اطلاق کرتے ہین اور یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ ایسی تعریف کرنے کی کیا ضرورت تھی کونسا لشکر باغی ہو گیا تھا کہ جسکا راہ راست پر آنا بغیر ایسے جھوٹھ بولنے اور قسمین کھانے کے ممکن نہ تھا اگر صرف دلدہی حضرات شیخین کے معتقدین کی منظور تھی تو صرف تعریف انکی جسمین ذکر اُنکے انتظام امور خلافت کا ہوتا کافی تھی تاکہ مطلب بھی حاصل ہو جاتا اور بہت جھوٹھ بھی نہ بولنا پڑتا بلکہ ایسے مضامین جیسے کہ اس عبارت مین مذکور ہین معصوم کی زبان سے ادا ہونا اور اسکو باطل اور غلط سمجھنا اور اُسکو جھوٹھ اور غلط کہنا درحقیقت اُنکی معصومیت مین داغ لگاتا ہی +

اس جواب کو علامہ کنتوری نے بجواب تحفۂ اثنا عشریہ اس طرح پر رد کیا ہی کہ یہ دعوی صاحب تحفہ کا محض جھوٹھ ہی کسی شیعہ نے یہ توجیہ نہین کی اور ایسی توجیہات کی شیعونکو ضرورت بھی نہ تھی اس لیے کہ ان توجیہات کی اُسوقت ضرورت ہوتی جب کہ شیعون کی کتابون مین بجاے لفظ فلان کے لفظ ابو بکر موجود ہوتا اور جب وہ لفظ ہی کتب شیعہ مین موجود نہین ہی تو اُنکو ایسی توجیہات کی احتیاج کیا ہی وہذا عبارتہ (قولہ عمدہ آن توجیہات نزد ایشان آنست الخ) {قولنا این ادعا کذب محض ست احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی می افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود می بود وچون لفظ ابو بکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشان را احتیاج ہیچ یک از توجیہات نیست پس انچہ ناصبی بعد تقریر این توجیہات از ہذیانات خود سر کردہ از جہت ابتنای ان بر فاسد از قبیل بنار الفاسد علی الفاسد باشد}

(یعنی صاحب تحفہ ۱۲)

(یعنی علامۂ کنتوری ۱۲)

یہ جواب علامہ کنتوری کا غلط ہی اور جو انھون نے نسبت خاتم المحدثین صاحب تحفہ کے فرمایا کہ ادعا کذب محض ست وہی ہم علامہ مجیب کی نسبت کہتے ہین کہ این جواب کذب محض ست اور ثبوت اِسکا یہ ہی کہ خود شیعون کے علمانے لکھا ہی کہ مراد فلان سے ابو بکر صدیق ہین چنانچہ ابن میثم بحرانی جو محققین شیعہ سے ہین شرح نہج البلاغۃ مین فلان کی لفظ کی شرح مین لکھتے ہین کہ مراد فلان سے یا ابو بکر ہین یا عمر لیکن میرے نزدیک مراد فلان سے ابو بکر ہی وہذہ عبارتہ {اقول ان ارادتہ لابی بکر اشبہ من ارادتہ لعمر} غرض کہ معلوم نہین کہ باوجود

اِسکے کہ ابن میثم بحرانی سا متبحر فاضل جسکے علم اور تقدس پر ملا باقر مجلسی کو ناز ہی فلان کے لفظ سے مراد
ابوبکر لیتا ہی اور باوجود اِسکے جناب علامہ کینتوری اُس سے اِنکار فرماتے ہین اور صاحب تحفہ کی جناب مین کذب کی
نسبت کرتے ہین شاید علامہ موصوف کی یہ غرض ہو گی کہ برا ے نام جواب تحفہ کا تو لکھنا شروع کردیا ہی اور
حقیقت مین کچھ جواب السیئ و اہتو نکا نہین ہی اِس لیے اُس سے اِنکار ہی کردینا مناسب ہی تاکہ عوام کی
نظرون مین وقعت پیدا ہووے اور وہ شاہ صاحب کو جھوٹا جانین لیکن یہ نہ سمجھے کہ خدا نے ہر فرعون کے
پیچھے ایک موسی کردیا ہی علماء اہل سنت کب پیچھا چھوڑینگے اور کس طرح دار و گیر سے نجات دینگے اور
ابن میثم بحرانی کے قول کو دکھلا کر الالعنت اللہ علے الکاذبین پڑھنے لگین گے + اور قطع نظر
اِسکے کہ لفظ فلان سے مراد ابوبکر ہین یا نہین جو توجیہ شیعونکی جناب صاحب تحفہ نے بیان کی ہی وہ خود
شیعونکے علماء کے قول سے ثابت ہی اور لفظ بہ لفظ اُسکا اُنکی عبارت سے مطابق ہی چنانچہ ابن میثم بحرانی
جو نہایت نامی علماء شیعہ سے ہی اُسی شرح نہج البلاغۃ مین لکھتا ہی کہ شیعون نے اِسکے دو جواب دیے ہین
منجملہ اُن دو کے ایک یہی ہی جسے شاہ صاحب نے بیان کیا چنانچہ عبارت اُسکی یہ ہی ﴿جاز ان یکون ذلک
المدح منہ علی وجہ استصلاح من یعتقد صحۃ خلافۃ الشیخین و استجلاب قلوبہم بمثل ہذا الکلام﴾ افسوس ہی کہ
علامہ کینتوری مرگئے ورنہ مین اِس عبارت کو اُنکے پیشوا او رمجتہد کی اُنکے سامنے کرکے عرض کرتا کہ
حضرت ادعای شاہ صاحب کذب محض ست یا انکار جناب کذب محض ست لیکن چونکہ سنتا ہون کہ اُنکے
صاحبزادے زندہ ہین اور کتاب استقصاء الافحام کی تحریر پر ناز کررہے ہین خدا کرے کہ کوئی شخص
اُنکے سامنے اِس عبارت کو رکھدے اور اُنکے پدر بزرگوار کی قلعی اُنکے سامنے کھول دے +

(دوسرا جواب) بعضون نے علماے شیعہ سے یہ جواب دیا ہی کہ مراد فلان سے اور ہی کوئی آدمی
ہی منجملہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جو کہ حضرت کے سامنے ہی وفات کرگیا اور قبل وقوع
فتنہ و فساد کے دنیا سے رحلت کرگیا اور علامہ راوندی نے جو علماے شیعہ سے ہین اِسی قول
کو پسند کیا ہی لیکن ذرا سوچنے سے معلوم ہو سکتا ہی کہ یہ قول نہایت ہی پوچ اور بے بنیاد ہی اِس لیے
کہ اِس خطبے مین حضرت علی نے اِن لفظون سے تعریف کی ہی کہ وہ شخص خود رحلت کرگیا اور
لوگونکو شاخ در شاخ راہون مین چھوڑ گیا کہ کوئی گمراہ ہدایت نہین پاسکتا پس جو شخص پیغمبر صاحب کے
سامنے مرگیا ہو اُسکی نسبت یہ تعریف کیونکر صادق ہو سکتی ہی کسیکے خیال مین یہ بات آسکتی ہی کہ
باوجود موجود ہونے پیغمبر صاحب کے کسی کے مرنے سے اسقدر خرابی ہوئی ہو کہ لوگ شاخ در شاخ
راہون مین پڑ گئے ہون پس کیونکر حضرت امیر المومنین کسی ایسے آدمی کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے

سامنے مرچکا ہو یہ تعریف فرماتے اور جو بات ایک آدمی آدمی سے نہین نکل سکتی وہ حضرت علیؓ ارشاد فرماتے
غرضکہ صاف ظاہر ہی کہ مراد حضرت علی کے فلان سے ایسا ہی آدمی ہی جو کہ بعد وفات سرور کائنات علیہ
الصلوات مرا ہو اور جسکے مرنے سے لوگ شاخ در شاخ راہو نمین پڑ گئے ہون اور ایسا آدمی کوئی نہین ہی
سوائے حضرت ابو بکر کے یا حضرت عمر کے اور جس کسیکو انمین سے حضرات شیعہ لفظ فلان سے مراد لین ہمارا مطلب حاصل ہی+
اس جواب کا علامۂ کنتوری نے بجواب تحفۂ اثنا عشریہ کے عجیب جواب دیا ہی کہ جس سے نہ انکار نکلتا ہی نہ
اقرار اور جسکی لفظون اور عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ علامۂ کنتوری پر راہ آنے جانے کی بالکل بند ہی اور ایسی دبات
مین بیچارہ گرفتار ہی کہ کچھہ نہین کرسکتا اور شاہ صاحب قدس سرہ کی تقریر کا کچھہ جواب نہین دے سکتا وہ
عبارتہ (قولہ وبعضے امامیہ گفتہ اند کہ مراد آنجناب ازین مرد شخصی دیگر ست از جملہ صحابہ رسول الخ) {قولنا دا منتہی
کہ بنا بر تصریح ابن ابی الحدید این قول قطب راوندیست وہیچیک از امامیہ وغیر امامیہ پیش از ابن ابی الحدید
سوائے قطب الدین راوندی شرح کتاب نہج البلاغۃ نہ نوشتہ} لیکن اس تقریر سے یہ ظاہر ہی کہ علامۂ کنتوری
نے اس قول کو تسلیم کرلیا اور مثل پہلے جواب کے اُس سے انکار نہین کیا اور شاہ صاحب کو کاذب نہین بنایا+
باقی رہا یہ امر کہ کسی نے شرح نہج البلاغۃ کی قطب الدین راوندی سے پہلے لکھی ہی یا نہین وہ بحث
سے خارج ہی پس حضرات شیعہ کو چاہیے کہ اپنے علما کے جواب کو خیال کرین کہ جب چارون طرف سے
راہ بند ہو جاتی ہی تو کیسا سکوت کر جاتے ہین اور اصل مطلب کو چھوڑ کر خارج از بحث گفتگو کرنے
لگتے ہین لیکن ہم باین نظر کہ شاید کوئی شیعہ اپنے بزرگ قطب الدین راوندی کے قول سے
براہ جہالت یا بوجہ دھوکا دہی انکار کرے اُسکی اصل عبارت کو بھی نقل کرتے ہین {فانہ قال فی الشرح
انہ علیہ السلام یمدح بعض اصحابہ بحسن السیرۃ وانہ مات قبل الفتنۃ التی وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم}
تیسرا جواب بعض علماء امامیہ نے اس طرح پر جواب دیا ہی کہ غرض حضرت امیر کی اس قول سے
توبیخ عثمان تھی تاکہ لوگونکو معلوم ہو کہ وہ سیرت شیخین پر نہین چلے اور فتنہ اور فساد آنکے زمانے مین
بہت ہوا لیکن یہ جواب دونون پچھلے جوابون سے بھی زیادہ پوچ ہی اس لیے کہ توبیخ عثمان کی اور
طرح پر بھی ہوسکتی تھی اور فقط یہ کہدینا کہ وہ سیرت شیخین پر نہین چلے حصول مطلب کے لیے کافی تھا
اس جھوٹھہ بولنے سے معصوم کو کیا حاصل تھا علاوہ برین اس سے یہ بات نکلتی ہی کہ سیرت شیخین
حضرت امیر کے نزدیک بھی پسندیدہ تھی اگر حضرات شیعہ اس امر کو مانین تو خلافت شیخین کی اس سے
ثابت ہوتی ہی اگر نہ مانین اور سیرت شیخین کو پسندیدہ نہ کہین تو حضرت عثمان کو انکی سیرت ناپسندیدہ
کے چھوڑنے پر توبیخ کرنے کے کیا معنی لیکن علاوہ ان باتون کے یہ جواب کسی طرح پر لائق تسلیم کے نہین

اس لیے کہ مخالفت حضرت عثمان کی سیرت شیخین سے ہرگز اس عبارت مین مذکور نہین ہی (لا صراحتًا ولا اشارتًا) اور یہ عبارت خطبہائے کوفہ مین حضرت امیر نے ارشاد فرمائی ہی اسوقت عثمان کہان تھے اور فتنہ وفساد کہان اور اگر توبیخ عثمان حضرت امیر کو منظور ہوتی تو صراحتًا کیون نفرماتے کہ عثمان نے ایسا ایسا کیا اور انکے زمانے مین فتنہ وفساد پیدا ہوا اگر کوئی کہے کہ صاف کہنے مین لوگونکی مخالفت کا ڈر تھا اُسکا جواب یہ ہی کہ جس بات کا ڈر تھا یعنی مخالفت اہل شام وہ موجود ہی تھے اور صرف حضرت عثمان کے قتل کے بہانے سے اہل شام حضرت علی سے پھر گئے تھے اور نوبت مقاتلہ اور مجادلہ کی پہونچ چکی تھی پس اس سے زیادہ صاف کہنے مین کس مضرت کا اندیشہ تھا شاید شیعون نے یہ مثل نہین سنی کہ (انا الغریق فما خوفی من البلل) یعنی مین ڈوبا ہوا ہون پھر مجھکو بھیگنے کا کیا ڈر ہی علامہ کنتوری نے بجواب تحفہ کے اس جواب کا یہ جواب دیا ہی کہ کسی نے علماء امامیہ سے یہ توجیہ جو صاحب تحفہ بیان کرتے ہین نہین کی گویا علامہ موصوف نے مثل پہلے جواب کے اس سے اب بھی انکار کیا اور اسکو شاہ صاحب کا جھوٹھہ تصور کیا کما قیل (قولہ وبعضے از امامیہ چنین گفتہ اند کہ غرض حضرت امیر توبیخ عثمان و تعریض براو بود الخ) {قولنا ہیچکس از امامیہ این توجیہ نکردہ مگر ابن ابی الحدید در شرح این کلام این مقالہ را بطرف جارودیہ کہ از فرق زیدیہ است نسبت دادہ الی قولہ بعض مقالہ زیدیہ را با مامیہ نسبت دادن کذب صریح ست} لیکن یہ جواب علامہ کنتوری کا مثل پہلے جواب کے غلط ہی اس لیے کہ خود علماء امامیہ نے اس جواب کو قبول کیا ہی اور اس سے انکار نہین کیا معلوم ہوتا ہی کہ علامہ کنتوری نے ان اقوال کو ملاحظہ نہین فرمایا اس لیے اُس سے انکار کیا یا دیدہ و دانستہ عوام کو دھوکا دیا اگر کسی کو علامہ کنتوری کی جہالت یا دھوکا دہی دریافت کرنا منظور ہو تو وہ ابن میثم بحرانی کی تحریر کو انکی شرح نہج البلاغۃ مین دیکھے چنانچہ بلفظہ ہم اُس عبارت کو نقل کرتے ہین اور علماء اثنا عشریہ کی خدمت مین اسے تحفہ گذرانتے ہین {واعلم ان الشیعۃ قد اوردوا ہہنا سوالا فقالوا ان ہذہ الممادح التے ذکرہا علیہ السلام فے احد ہذین الرجلین ینافی ما اجمعنا علیہ من تخطیتہما و اخذہما المنصب الخلافۃ فاما ان یکون ہذا الکلام من کلامہ علیہ السلام او ان یکون اجماعنا خطاءً ثم اجابوا من وجہین احدہما لا نسلم التنافی المذکور فانہ جاز ان یکون ذلک المدح منہ علیہ السلام علے وجہ استصلاح من یعتقد صحۃ خلافۃ الشیخین واستجلاب قلوبہم بمثل ہذا الکلام الثانی انہ جاز ان یکون مدحہ ذلک لاحدہما فی معرض توبیخ عثمان لوقوع الفتنۃ فی خلافتہ واضطراب الامر علیہ واسارۃ سب بال المسلمین ہو وبنوابیہ حتے کان ذلک سببا لثوران المسلمین من الامصار وقتلہم لہ وینبہ علے ذلک قولہ وخلف الفتنۃ وذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا وسبق شرہا وقولہ وترکہم فے طرق متشعبۃ الے آخرہ فان مفہوم ذلک یستلزم ان الوالی بعد ہذا الموصوف قد اتصف باضداد ہذہ الصفات واللہ اعلم} انتہی بلفظہ یعنی شیعون نے

اِس قول کی نسبت یہ بحث کی ہی کہ یہ تعریف حضرت امیر کی بنسبت ابوبکر یا عمر کے مخالف ہمارے اجماع کے ہی
جو بہ نسبت خاطی ہونے اُنکے کے ہی کہ اُنھون نے منصب خلافت کو غصب کیا اور جور و ظلم کیا پس دو حال سے خالی
نہین یا تو یہ کلام حضرت امیر علیہ السلام کا نہین ہی یا اجماع ہم شیعون کا بہ نسبت خطاء شیخین کی خطا ہی اور اسکا
شیعون نے دو طرح سے جواب دیا ہی اول یہ کہ ہم مخالفت کو اس طرح سے دفع کرتے ہین کہ جائز ہی کہ یہ
تعریفین حضرت علی کی بہ نسبت ابوبکر یا عمر کے بنظر استمالہ قلوب اُن آدمیون کے تھین جو کہ حسن سیرت اور صحت
خلافت شیخین کے معتقد تھے دوسرے یہ کہ یہ تعریفین بنظر توبیخ عثمان کے تھین کہ امر خلافت بہ سبب
ظہور فتنون کے اُنکے زمانے مین ابتر ہوگیا اور مسلمانون نے بلوہ کرکے اُنکو قتل کیا اور یہ
جواب قرین قیاس ہی اس لیے کہ عبارت سے اس خطبے کی معلوم ہوتا ہی کہ جو خلیفہ بعد اُسکے تھے جسکی
تعریف حضرت علی کرتے ہین ایسا تھا کہ جس مین صفت متذکرہ کے اضداد جمع تھے +
اِس تحریر سے علامۂ بحرانی کی چند فائدے حاصل ہوے اول یہ کہ جو انکار علامۂ کنتوری نے کیا تھا
کہ {ہیچکس از امامیہ این توجیہ نکردہ} اُسکا بطلان ثابت ہوگیا اور اُنھین کے مجتہد اور پیشوا کے اقرار سے
انکا جھوٹا ہونا ظاہر ہوا دوسرے یہ معلوم ہوا کہ اولاً بجاے فلان کے اصل خطبہ مین لفظ ابوبکر یا عمر کا
تھا اور پیچھے اصل لفظ کو بدل کر لفظ فلان لکھدیا اس لیے کہ کیونکر عقل سلیم قبول کر سکتی ہی کہ حضرت امیر سا فصیح و بلیغ
ایسے خطبے مین لفظ مبہم بیان فرماوے اور بجاے نام کے حرف فلان ارشاد کرے تیسرے ثابت ہوتا ہی
کہ اُس وقت تک جب کہ علامۂ بحرانی نے شرح نہج البلاغتہ لکھی تمام شیعہ لفظ فلان سے یا حضرت ابوبکر سمجھتے
تھے یا حضرت عمر مراد لیتے تھے اس لیے کہ شارح موصوف شیعون کے قول کو نقل کرکے کہتا ہی {فقالوا ان ہذا
الممدوح التی ذکرہا علیہ السلام فی احد ہذین الرجلین} کہ شیعہ کہتے ہین کہ یہ ممدوح دو مین سے ایک ہی یا
ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما جو تھے اس تحریر سے تقریر قطب الاقطاب راوندی کی مہمل ہوگئی یعنی اُنھون نے
اپنے بچانے کے لیے یہ توجیہ کی کہ مراد فلان سے وہ شخص ہی جو کہ سامنے پیغمبر خدا کے مر چکا تھا اس لیے کہ
اگر اُس تقریر کو اور علماء شیعہ قبول کر لیتے اور اُسکو مہمل جانکر مطروح نہ کر دیتے تو ایسی تاویلات کی
حاجت نہوتی جو علامۂ بحرانی نے شیعون کیطرف سے بیان کی ہین + اگرچہ اس تحریر سے
جو ہم کہہ چکے سب مطلب حاصل ہوگیا اور علماء شیعہ کی توجیہات کا پوچ اور بیہودہ ہونا ثابت ہوگیا
لیکن ہم ذرا اِس امر کی اور تصریح کرتے ہین کہ لفظ فلان سے علماء شیعہ کے نزدیک وہی شخص مراد ہین یا
حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عمر چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہ تحفہ مین فرماتے
ہین (ولہذا شارحین نہج البلاغتہ از امامیہ در تعیین فلان اختلاف کردہ اند بعضے گفتہ اند کہ مراد ابوبکر ست

وبعضے گفتہ اند عمر ست) لیکن علامہ کنتوری نے موافق اپنی عادت کے اس سے بھی انکار فرمایا اور اسکو بھی شاہ صاحب کا جھوٹ تصور کیا چنانچہ جو جواب تحفہ کا انھون نے لکھا ہی اسمین اس تحریر کا شاہ صاحب کی ان لفظون سے جواب دیا ہی {قولنا ان ہذا الا افک مبین ازین ناصبی باید پرسید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر ست} خاتم المتکلمین حضرت مولانا مولوی حیدر علی صاحب قبلہ جنکے نام سے شیعون کے بدنمین رعشہ اور لرزہ پیدا ہوتا ہی اسکے جواب مین فرماتے ہین (سبحانک ہذا بہتان عظیم زیرا کہ مراد ازین شراح امامیہ مثل بحرانی ہستند ولیکن چون این بی نصیب کتب مذکورہ را ندیدہ میگوید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر ست اینک عبارت رئیس الحکماء والمتبحرین کمال الدین مذکور بگوش خود بشنود و خاک مذلت بر سر خود بریزد و از مسند تکلم و تصنیف برخیزد حیث قال وعن قطب الدین الراوندی انہ انما اراد الخ) یعنی ملا کمال الدین جو ایک نامی عالم شیعہ کے ہین وہ شرح نہج البلاغۃ مین لکھتے ہین کہ فلان کے لفظ سے مراد لینے مین اختلاف ہی قطب الدین راوندی جو ایک بڑے عالم شیعون کے ہین کہتے ہین کہ حضرت امیر کی مراد اس فلان سے کوئی دوسرا آدمی ہی جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے دنیا سے رحلت کر گیا تھا اور ابن ابی الحدید کا قول ہی کہ مراد اُس سے عمر ہین لیکن میرے نزدیک مراد فلان سے ابوبکر ہین فقط اِسکو دیکھکر حضرات شیعہ کو چاہیے کہ اپنے محدثین اور علما کے جوابات پر خیال کرین کہ باوجود موجود ہونے ایسی روایات کے اُس سے انکار کرتے ہین اور حضرت مؤلف تحفہ قدس سرہ کو جھٹلاتے ہین اور عوام کو دھوکا دیتے ہین + اگرچہ عبارت جناب امیر کی اظہار فضائل ابوبکر صدیق مین ایسی صریح اور صاف ہی کہ بعد اُسکے سننے کے کسی قسم کا کوئی طعن اُنپر شیعونکی زبان سے نکل نہین سکتا لیکن جو فضیلتین اُن لفظون سے ثابت ہوتی ہین اُنکو ذرا تفصیل کے ساتھ ہم بیان کرتے ہین پس واضح ہو کہ اس خطبے مین جناب امیر نے حضرت ابوبکر صدیق کے دس وصفونکا بیان کیا اول یہ کہ خلق کو جو کجی مین گرفتار تھی نکال کر خدا کی راہ پر لائے اور اُنکو راہ راست دکھلائی دوسرے امراض نفسانیہ کا اپنے وعظ و نصیحت سے معالجہ کیا تیسرے پیغمبر خدا کی سنت کو قائم کیا چوتھے ایسا انتظام کیا کہ کچھ فتنہ و فساد اُنکے زمانے مین نہوا پانچوین خاشاک ملامت سے پاک دامن گئے چھٹے خلافت کی خوبی پائی اور اُسکے شر سے محفوظ رہے ساتوین خدا کی طاعت جیسی کہ چاہیے بجالائے آٹھوین خوف اور تقوے کا حق بخوبی ادا کیا نوین خلق خدا بعد اُنکے تشویش اور حیرت مین پڑگئی دسوین بعد اُنکے لوگ مختلف ہو گئے + چنانچہ اِنھین اوصاف کی تصریح مین مولانا صاحب تحفہ مین فرماتے ہین (پس درین عبارت سراسر بشارت ابوبکر را بدہ وصف عالی موصوف نمودہ) لیکن علامہ کنتوری اِسکے جواب مین لکھتے ہین {ثبت العرش ثم انقش اول این معنی با ثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابوبکر ست بعد ازان باین اوصاف

بعض اصحاب نے
رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم
[illegible]

اثبات فضل ابوبکر باید نمود کی اسکی تردید مین مولانا حیدر علی صاحب ازالۃ الغین مین فرماتے ہین (بحمد اللہ کہ ہم بنا دیوار محکم شد وہم نقش ونگار صورت لبست وخود شراح نہج البلاغۃ آن اوصاف را کہ تلک عشرۃ کاملہ عبارت از انست بہمین علی دیاد کردہ اند عبارت بحرانی بعد از ترجیح صدیق باید شنید وصفہ بامور احدہما تقویمۃ للاود وہو کنایۃ عن تقویمیۃ الخ) ای مسلمانو حضرات شیعہ کو دیکھو کہ کسطرح ہر صحابہ کی فضیلت سے انکار کر جاتے ہین اور باوجود اقرار اپنے بزرگون کے صاف منکر ہو جاتے ہین اور فضیحت اور رسوائی سے بالکل بے خوف ہو جاتے ہین اس علامہ کنتوری نے باین فضیلت جب دیکھا کہ کچھ جواب ایسی روایتون کا نہین ہی بس بمجبوری انکار کرنا شروع کیا اور لانسلم اور لیس بصحیح کہکر اپنے جواب کو ختم کیا لیکن قطع نظر اسکے کہ خود علماء شیعہ نے اقرار کیا ہی کہ مراد فلان سے حضرت ابوبکر ہین یا حضرت عمر بالفرض اگر وہ اقرار بھی نہ کرتے تو بھی لفظ فلان سے کوئی شخص مراد ہوگا یا ماسوائے حضرات شیخین کے دوسرا کوئی ہو یا انھین مین سے کوئی ایک ہو اگر کوئی تیسرا شخص مراد لیا جاوے تو وہی شخص ہوگا جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے مر چکا تھا جیسا کہ قطب الدین راوندی نے دعوی کیا ہی اور جب کہ یہ صفتین ایسے شخص کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے سامنے مر گیا ہو ثابت نہین ہو سکتین تو لامحالہ مراد فلان سے یا ابوبکر صدیق ہونگے یا حضرت عمر فاروق تو پھر اس سے انکار کرنا اور بجواب تحفہ کے اپنے نامۂ اعمال کیطرح چند ورق سیاہ کرنا بالکل عبث اور لغو تھا اس سے تو یہی بہتر تھا کہ اس روایت ہی سے انکار کر جاتے اور حضرت علی کیطرف منسوب کرنے سے منکر ہو جاتے یا اسکو تقیے پر محمول کر کے اپنے جواب مین صرف تقیے کا عذر پیش کرتے لیکن ان دو راہون کو چھوڑ کر علامہ کنتوری کا تیسری راہ پر چلنا سراسر نادانی تھی آخر اسکا لطف اٹھایا کہ جس امر سے انکار کیا اور جس روایت سے منکر ہوے اسی کو ہمنے انکی کتابون اور انکے علماء کے قول سے ثابت کر کے انکو بدنام کیا (ای معاشر مسلمین رحمکم اللہ اکنون کجا ماند دعاوی لاطائلۂ روافض کہ در مطاعن تقریر کردہ ہزاران رسائل وکتب را مثل نامہای اعمال خود در سیاہی وتباہی گرفتند والصاف باید داد کہ حالیا از عمدہ طعنہای رفضہ کہ در اسفار کلامیۃ الیشان مبسوط است چیزے باقیست کہ بعد شہادت جناب مرتضوی حاجت بہ رد آن افتد پس بر سور عاقبت این قوم بنالہای جانگاہ باید گریست وریگ بیابان مذلت بر سرہای الیشان باید ریخت) اگر حضرات شیعہ کو اب بھی سیری نہ ہوئی ہو اور باوجود ایسی روایتون کے انکی خاطر جمع نہوئی ہو تو ہم انکی تسکین کے لیے ابھی بہت سی سندین اور روایتین صحابۂ کرام کی فضیلت مین موجود رکھتے ہین اور خود ائمہ کرام کی زبان سے اسکے ثابت کرنے پر مستعد ہین جسکو سننا ہو وہ سنے ❊

آٹھوین شہادت

علی بن عیسی اردبیلی امامی اثنا عشری نے اپنی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مین لکھا ہی (انہ سئل الامام

ابو جعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف ہل یجوز فقال نعم قد حلی ابو بکر الصدیق سیفہ بالفضۃ فقال الراوی اتقول ہکذا فوثب الامام عن مکانہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ ترجمہ کسی شخص نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضے کو حلیہ کرنا درست ہی یا نہین تب امام نے جواب دیا کہ ہان اس لیے کہ ابو بکر صدیق کی تلوار کے قبضے پر بھی حلیہ چاندی کا تھا راوی کہتا ہی کہ اسنے امام سے عرض کی کہ یا حضرت آپ بھی ابو بکر کو صدیق کہتے ہین یہ سنتے ہی امام اپنے جگہ سے اچھل پڑے اور کہنے لگے کہ ہان وہ صدیق ہی ہان وہ صدیق ہی ہان وہ صدیق ہی جو کوئی اُسکو صدیق نہ کہے خدا اُسکی دنیا و آخرت مین تصدیق نکرے + اِس روایت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہین پہلا فائدہ زبان سے امام علیہ السلام کے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کا صدیق ہونا اور صدیق ہونے سے انکا تمام امت سے افضل ہونا لازم آتا ہی اس لیے کہ قواعد مقررہ منصوصۂ قرآن سے یہ امر ظاہر ہی کہ بعد پیغمبرون کے مرتبہ صدیق کا ہی اور تمام امت سے صدیقین کا درجہ افضل ہی جیسا کہ خداوند تعالی فرماتا ہی فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقًا + دوسرا فائدہ امام سے جب سائل نے سوال کیا تو اُسنے صرف ایک مسئلے کا استفسار کیا اُسکے جواب مین ہان یا نہین کہنا کافی تھا مگر امام نے اُسپر قناعت نکی بلکہ ابو بکر صدیق کے فعل کو سند لیکر جواب دیا اس سے ثابت ہوتا ہی کہ مسائل دینی مین افعال صحابہ پر تمسک کرنا چاہیے اور یہ حصہ صرف اہل سنت کو نصیب ہوا ہی حضرات شیعہ اس سے محروم ہین وہ کبھی کسی مسئلے مین قول یا فعل صحابہ کو سند نہین جانتے پس درحقیقت امامون کے تابع اہل سنت ہین نہ شیعہ + تیسرا فائدہ امام سے جب سائل نے مسئلہ پوچھا اور انھون نے ابو بکر صدیق کا ذکر بھی کیا تو انکو صدیق کہنا ضرور نہ تھا یہی کافی تھا کہ وہ نام ابو بکر صدیق کا لیتے مگر امام کو ایسی محبت اُنسے تھی کہ بغیر صدیق کے انکا نام لینا اُنکے دلکو گوارا نہین ہوا اس لیے اس لقب سے اُنکو یاد کیا پس یہ بڑی عمدہ دلیل محبت ائمہ کی ساتھ صحابہ کے ہی افسوس حضرات شیعہ کی سمجھ پر کہ وہ ائمہ کو دشمن صحابہ کا جانتے ہین چوتھا فائدہ اِس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ امام کو سائل کے تعجب پر نہایت غصہ آیا اور جب اُسنے پوچھا کہ آپ بھی ابو بکر کو صدیق کہتے ہین تو آپ کو اِس قدر غیظ ہوا کہ اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور تین مرتبہ فرمایا نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق اور اسی پر قناعت نہ کی بلکہ یہ فرمایا کہ جو کوئی انکو صدیق نہ کہے خدا اُسکی دنیا و آخرت مین تصدیق نہ کرے پس حضرات شیعہ کو چاہیے کہ وہ ذرا انصاف سے اِس روایت کو دیکھین اور امام کی شہادت سے اپنے آپ کو خدا کے نزدیک دنیا و آخرت مین بسبب نہ تصدیق کرنے صدیقیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے جھوٹا جانین +

پانچوان فائدہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ پوچھنے والا شیعہ تھا اور صحابہ کا دشمن اسی واسطے امام کے صدیق کہنے پر اسکو تعجب ہوا اگر کوئی سنی ہوتا تو وہ تعجب نہ کرتا اور جب کہ سائل کا شیعہ ہونا ثابت ہوا تو پھر موقع تقیے کا بھی نہ رہا ہان اگر سائل سنی یا ناصبی یا خارجی ہوتا تو تقیے کی گنجایش تھی +

اب ہم حضرات شیعہ کے اقوال کو جو اس روایت کی نسبت ہین بیان کر کے انکا رد کرتے ہین +

پہلا قول قاضی نور اللہ شوستری نے احقاق الحق مین اس روایت سے انکار کیا ہی اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہی اور صاف لکھا ہی کہ اس روایت کا کچھ پتہ نشان کشف الغمہ مین نہین ہی بلکہ ایسی روایت کا کشف الغمہ مین موجود ہونا خلاف قیاس ہی اس لیے کہ اس کتاب مین پیغمبر خدا اور ائمہ اثنا عشر کا حال لکھا ہی نہ ابوبکر کا تو کیا وجہ تھی کہ مولف اس کتاب کا ایسی روایت کو لکھتا چنانچہ قاضی صاحب کی عبارت کے الفاظ یہ ہین {وکذا الحال فیما نقلہ عن اہل التعصب والحیف من حدیث حلیۃ السیف لیس ذلک فی الکتاب عنہ خبر ولا عین ولا اثر و ایضا لا مناسبۃ لذکر ذلک فی ہذا الکتاب المقصور علی ذکر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والائمۃ الاثنا عشر وذکر اسمائہم وکناہم واسماء آبائہم وامہاتہم وموالیدہم ووفیاتہم ومعجزاتہم کما لا یخفی علی من طالع ہذا الکتاب} پس اس قول کو دیکھکر کونسا شیعہ ہوگا جسکو اس روایت کے نہ موجود ہونے پر یقین نہ آویگا اور سنیون کے قول کو کیونکر غلط نہ جانیگا لیکن الحمد للہ کہ کتاب کشف الغمہ اس ہندوستان مین صدہا جگہ موجود ہی جس کسیکو شک ہو وہ اسکو لیکر دیکھے کہ یہ روایت موجود ہی یا نہین اور قاضی صاحب کی صداقت کی داد دے لیکن اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ شاید پیچھے کر کے کسی سنی نے یہ عبارت ملا دی ہی اور کتاب کشف الغمہ مین اس روایت کے موجود ہونے سے اسکو اطمینان نہو تو اسکے اطمینان کے لیے ہم مجتہد صاحب کی کتاب کو پیش کرتے ہین کہ انھون نے بفضلہ تعالی اس روایت کے موجود ہونے سے کتاب مذکور مین اقرار کیا اور یہ توجیہ فرمائی کہ یہ روایت مولف کتاب نے ابن جوزی سے جو کہ عالم سنیون کے ہین نقل کی ہی خیر جو کچھ ہو اسکی بحث ہم پیچھے کرینگے بالفعل ہمکو قاضی نور اللہ شوستری صاحب کی تکذیب منظور ہی کہ انھون نے اس روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کیا ہی اور اسکے واسطے ہم مجتہد صاحب کی کتاب طعن الرماح کی عبارت نقل کرتے ہین جسمین انھون نے اس روایت کے موجود ہونے سے اقرار کیا ہی وہو ہذہ {قال المجتہد القمقام فی طعن الرماح روایت نعم الصدیق را اسناد بکتب شیعیان نمودہ از کتاب کشف الغمہ نقل کردہ چون اتفاق مراجعت بآن کتاب شد مصنف آن کہ مولانا الوزیر علی بن عیسی اردبیلی ست از ابن جوزی کہ از مشاہیر علماء اہل سنت ست روایت مذکورہ را نقل کردہ} اس تحریر سے

مثل آفتاب نیمروز کے قاضی نور اللہ شوستری کا جھوٹھا ہونا ثابت ہوگیا اور خود مجتہد صاحب کی تحریر
سے انکے قاضی کا جسکو مولانا اور رسید نا کہکر اپنی کتاب مین یاد کیا ہی افترا ظاہر ہوگیا عجب حال ہی
علماء شیعہ کا کہ جب کوئی روایت انکی کتاب سے سند لاکر پیش کیجاتی ہی تو اول صاف انکار کر جاتے ہین اور
ناقل کو جھوٹھا اور کاذب بتاتے ہین اور جب اُسکی صحت اور سند پوہنچا دی جاتی ہی تب توجیہات
لاطائل کرنے لگتے ہین چنانچہ اس روایت کو قاضی نور اللہ شوستری نے خلاف اپنے مذہب
کے پایا اُس سے اِنکار کیا لیکن جب وہ روایت اُس کتاب سے ثابت کر دی گئی تب بمجبوری
مجتہد صاحب نے اُسکی موجودگی کا اقرار کیا اور ایک دوسری توجیہ لاطائل سے اُسکا باطل کرنا چاہا چنانچہ اب ہم
اُس توجیہ کو بھی باطل کرتے ہین + مجتہد صاحب کی توجیہ کا سارا خلاصہ یہ ہی کہ یہ روایت نعم الصدیق
کی اگرچہ کتاب کشف الغمہ مین مذکور ہی لیکن اُس مؤلف موصوف نے علامہ ابن جوزی سے جو کہ
مشاہیر علماء اہل سنت سے ہی نقل کیا ہی اس لیے گویا یہ روایت اہل سنت کی ہی نہ شیعونکی اسکا جواب
یہ ہی کہ شاید مجتہد صاحب نے کتاب کشف الغمہ کو از اول تا آخر ملاحظہ نہین فرمایا ورنہ ایسا ارشاد نفرماتے
اس لیے کہ مؤلف کتاب موصوف نے جو کچھہ اس کتاب مین لکھا ہی اور نقل کیا ہی وہ متفق علیہ فریقین ہی
اور علماء شیعہ نے یکی بعد دیگرے اُسکو قبول کیا ہی اور وہ شیعون کے نزدیک مسلم ہی چنانچہ
علامہ معز الدین صدر کتاب امامت مین لکھتے ہین {کہ کتاب کشف الغمہ از تصنیفات وزیر سعید
اردبیلی ست وانچہ در کتاب مستطاب مذکور ست مقبول طبائع موافق ومخالف ست انتہے}
بس گو کہ صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی ہی سے نقل کی ہو لیکن جب کہ وہ التزام اس کا
کر چکا ہی کہ جو روایت لکھی جاویگی وہ مقبول فریقین ہوگی اِس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ روایت بھی
مقبول فریقین ہی اور جب مقبول فریقین ہونا ثابت ہوا تو اس روایت سے الزام شیعون پر دینا
درست ٹھہرا اور اسکا جواب شیعون سے لینا واجب ہوا صاحب استقصاء الافحام نے جنکی کتاب پر
آج کل شیعونکو بڑا فخر ہی نہایت جودت طبع کو دخل دیا ہی اور اپنی دقیقہ فہمی اور نکتہ سنجی سے اسکا یہ جواب
دیا ہی کہ اس کلام سے زردستانی کے یہ ثابت ہوتا ہی کہ جو کشف الغمہ مین مذکور ہی اُسکو اہل حق بھی
قبول کرتے ہین اور اُسکا انکار نہین کرتے اور یہ امر آخر ہی اور ہونا روایات کشف الغمہ کا اجماعیات
اہل حق اور اہل خلاف سے دوسرا امر ہی اس لیے کہ قبول کرنا کبھی اس لیے ہوتا ہی کہ اپنے واسطے
حجت پکڑین نہ کہ اس لیے کہ مخالف اُس سے ہم پر حجت کرے علاوہ اِسکے کلام زردستانی محمول اصول اور
مقاصد کتاب کشف الغمہ پر ہی کہ جو مقصود بالذات ہی وہ مقبول اہل حق ہی نہ کہ وہ جو مقصود

بالذات نہین ہی وہ بھی مقبول ہی فقط چنانچہ اصل عبارت استقصاء کی یہ ہی {اول انکہ ازین کلام زردستانی
نہایت انچہ مستفاد میشود انیست کہ انچہ در کشف الغمہ مذکورست آنرا اہل حق ہم قبول میسازند و بردو انکار آن نمی ورانند
واین امر آخرست و بودن روایات کشف الغمہ از اجماعیات و اتفاقیات اہل حق و اہل خلاف کہ مخاطب مدعی
آنست امر آخر زیراکہ مفہوم ثانی آنست کہ اہل حق در روایت این روایات شریک اندو از قبول کردن آن روایات ہمعنی
مستفاد نمیشود دچہ قبول روایت باین وجہ ہم متصورست کہ اہل خلاف روایت آن کردہ باشند و اہل حق قبول
آن نمودہ باشند و قبول گاہی باینمعنی ست کہ این روایت راصحیح میدانیم وانچہ دران مذکورست آنرا حجت
میگیریم و گاہی باینمعنی کہ چون بآن بر بعض مطالب خود احتجاج میکنیم پس گویا این امر قبولش کردہ ایم نہ باینمعنی
کہ خصم باآن بر ما احتجاج نماید دوم آنکہ کلام زردستانی محمول بر اصول و مقاصد آن کتاب ست یعنی انچہ
دران کتاب برای احتجاج و استدلال از اہل خلاف نقل فرمودہ و مقصود بالذات ست مقبول اہل حق
ہم ست نہ اینکہ انچہ مقصود بالذات نیست و محض استطرادا و تبعا نقل شدہ آنہم مقبولست و لیاقت حجیت
نزد اہل حق دارد حاشا و کلا} لیکن صاحب استقصاء کی اس تحریر کا مطلب معلوم نہین ہوتا اور
اس سے یہ مشکل مسئلہ حل نہین ہوتا یعنی ہمارا یہ قول ہی کہ مؤلف کشف الغمہ نے جو روایت لکھی ہی خواہ
وہ اپنے یہان سے لی ہو خواہ سنیون سے وہ روایت وہی ہی جسکو علماء شیعہ نے بھی قبول کیا ہی اور
اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ یہ روایت نعم الصدیق بھی مقبول علماء شیعہ ہی خواہ مؤلف موصوف نے
اپنے کسی عالم کی کتاب سے نقل کی ہو خواہ ابن جوزی کے کسی نسخے سے لی ہو اور اس سے مجتہد صاحب کی
وہ توجیہ کہ یہ روایت ابن جوزی سے نقل کی ہی باطل ہوتی ہی اور صاحب استقصاء کی تحریر سے
کچھ مطلب حاصل نہین ہوتا حقیقت مین وہ بیچارہ کیا کرے ایسی برومات مین پڑگیا ہی کہ نہ کچھ کہہ سکتا
ہی نہ کچھ جواب دے سکتا ہی اپنے مجتہدین اور علما کے اضطراب پر حیرت کرکے جہانتک اس سے
ہوتا ہی انکی بات بناتا ہی اور چونکہ جھوٹی بات کو کوئی سوا اسی ابلہ فریب تقریرون کے سچ کرکے
دکھلا نہین سکتا اسیواسطے وہ بھی ایسی ہی پوچ باتون سے اپنا دل خوش کرتا ہی ورنہ نہایت تعجب کی بات
ہی کہ ایسی توجیہ لاطائل جو صاحب استقصاء نے کی ہی کسی لڑکے کی زبان سے بھی نہ نکلے گی یعنی اسکا
تو اقرار ہی کرتے جاتے ہین کہ جو کچھ کشف الغمہ مین لکھا ہی وہ مقبول فریقین ہی اور جب اسکو بعض
روایات مین اپنے مذہب کے حق مین مضر جانتے ہین تو اسکی توجیہ اس طرح کرتے ہین کہ مقبولیت سے
صرف انھین روایات کی مقبولیت مراد ہی جنسے ہم حجت کرین نہ کہ وہ روایات جنسے مخالف ہمپر حجت
کرے یا قبول سے ان روایات کی مقبولیت مراد ہی جو کہ مقصود بالذات ہین نہ وہ روایات جو کہ

مقصود بالذات نہین ہین اور یہ خیال نہین فرماتے کہ ایسی توجیہات پوچ ولچر کو مخالف کب
سنےگا اور وہ ایسی باتون کو کب مانیگا چنانچہ ہم بوجوہات قوی اس تحریر کو رد کرتے ہین *
اول یہ بات تو خود صاحب استقصاء نے قبول کی ہی {کہ آنچہ در کشف الغمہ مذکور ست آنرا اہل حق ہم قبول
میسازند و بردو انکار آن نمی پردازند} پس ہم ایسے امر مقبول کردہ صاحب استقصاء کو منظور کرکے کہتے ہین کہ (روایت
نعم الصدیق در کشف الغمہ مذکور ست و آنچہ در کشف الغمہ مذکور ست آنرا اہل حق ہم قبول میسازند و بردو انکار آن
نمی پردازند و قاضی نور اللہ شوستری آنرا قبول نمی سازند و جناب مجتہد صاحب قبلہ بردو انکار آن می پردازند
پس ہر دو قاضی و مجتہد از اہل حق ہستند و ہر کہ از اہل حق باشد آنرا لازم ست کہ این روایت قبول سازد و بردو انکار آن نپردازد)
دوسرے صاحب استقصاء نے قبول کے دو معنی فرض کیے ہین کہ {قبول گاہی باینمعنی ست کہ
این روایت را صحیح میدانیم و آنچہ دران مذکور ست آنرا حجت میگیریم و گاہی باینمعنی کہ چون بآن بعض مطالب
خود احتجاج میکنیم پس ما این امر قبول کردہ ایم نہ باینمعنی کہ خصم بآن برما احتجاج نماید} لیکن انھین معنی
فرضی پر مقولہ مضمون الشعر فی بطن الشاعر صادق ہی اس لیے کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ اس کتاب
کی روایتونکی نسبت معز الدین اثنا عشری نے لکھا ہی کہ {آنچہ در کتاب مستطاب مذکور ست مقبول
طبائع موافق و مخالف ست} اور جب مقبول فریقین ہونا اُسکا ثابت ہوا تو پھر یہ کہنا کہ ہمنے اس لیے
قبول کیا ہی کہ ہم حجت پکڑین نہ کہ اس لیے کہ مخالف ہمپر حجت پکڑے محض نادانی ہی اِسکی مثال علی بعینہ
ایسی ہی کہ ایک شخص کسی قبالہ اور دستاویز کی صحت کا اقرار کرے اور اس امر کو قبول کرے کہ جو کچھ
اِسمین لکھا ہی خواہ وہ میرا لکھا ہو یا دوسرے فریق کا وہ سب مجھے مقبول اور منظور ہی اور پھر جب
کسی عبارت پر اُس دستاویز کی دوسرا فریق گرفت کرے تب وہ قبول کرنیوالا دستاویز کا کہے کہ یہ عبارت
لکھائی ہوئی دوسرے فریق کی ہی مینے تو اس لیے اِسکو قبول کیا تھا کہ اُسپر حجت پکڑونگا نہ کہ اس لیے
کہ وہ مجھپر حجت پکڑے پس منصف کیا فیصلہ کریگا یعنی کیا فتوی دیگا اور چونکہ صاحب استقصاء بھی
منصف ہین اور اُنکے والد ماجد مفتی تھے اِس لیے وہ خود ہی براے خدا اِسکا انصاف کرین اور اس امر کو فیصل فرماوین +
تیسرے اگر یہ امر تسلیم کرلیا جاوے کہ روایت کا قبول کرنا اپنے واسطے حجت لانے کے لیے ہی
نہ کہ دوسرے کی حجت کرنے کے واسطے تو سب جھگڑا ہی طی ہو جاوے کوئی فریق کسی دوسرے پر
کسی روایت کی سند نہین لا سکتا اور یہی جواب دے سکتا ہی جیسا کہ صاحب استقصاء نے دیا ہی کہ {چون
بآن بعض مطالب خود احتجاج میکنیم پس ما این امر قبولش کردہ ایم نہ باینمعنی کہ خصم بآن برما احتجاج کنند} +
چوتھے عام قاعدہ ہی کہ جب کسی فریق کی روایت یا خبر کی صحت تسلیم کیجاوے تو اُسکی جوابدہی

صحت کے تسلیم کرنیوالے پر ایسی ہی ہوتی ہی جیسی کہ اصل روایت کرنے والے پر چنانچہ قطع نظر معاملات دنیاوی کے ہم دینی سند بیان کرتے ہین کہ اکثر باتین توریت وانجیل کی ہماری کتابون مین مذکور ہین اور ہم اُنکو قبول و منظور کرتے ہین پس جب اُن روایتونکی صحت ہم نے تسلیم کرلی تو اُسکی جوابدہی ہمارے ذمے بھی ویسی ہی ہی جیسے کہ یہود اور عیسائیون کے ذمے پس اگر کسی روایت یا خبر کی نسبت جسکو ہمنے تسلیم کرلیا ہی کوئی اعتراض کرے تو اُسکا ہم یہ جواب دے سکتے ہین جیساکہ صاحب استقصاء نے دیا ہی کہ {چون بآن بر بعض مطالب خود احتجاج میکنیم پس برے این امر قبولش کردہ ایم نہ باینمعنی کہ خصم بآن بر ما احتجاج کند} حقیقت مین ہم ایسا جواب نہین دے سکتے اور اگر دین تو کوئی مخالف اسکو تسلیم نہین کرسکتا+

پانچوین اگر کسی فریق مخالف کی کوئی روایت ہم نقل کرین اور اُسکو قبول کرنے سے کوئی غرض خاص ہووے اور اُس مین کوئی امر ایسا ہو جسکو ہم قبول نہ کرتے ہون ہمکو لازم ہوگا کہ ہم اُسکے مطلب کو جوکہ ہمارے مفید ہو لیکر باقی عبارت کو چھوڑ دین یا اُسکی نسبت صاف لکھ دین کہ اس روایت کا اسقدر مضمون ہمکو تسلیم ہی اور باقی سے انکار ہی اگر ہم ایسا نکرین اور اُس روایت کو بلا انکار اُسکے کسی جزو کے قبول کرلین تو پھر ہم اُسکی قبولیت سے انکار نہین کرسکتے اسی طرح پر اگر مؤلف کتاب کشف الغمہ کا اس روایت کو کسی خاص مطلب کے واسطے قبول کرتا تو اُسکو اُسکا مطلب ہی کہدینا کافی تھا یا اصل روایت لکھکر اُسکے جزو نامقبول پر اشارہ کردینا لازم تھا جب اُسنے ایسا نہین کیا تو اب بعد چندین سال توجیہ صاحب استقصاء کی کچھ بکار آمد نہین ہوتی+

چھٹے یہ قول صاحب استقصاء کا کہ {کلام زردستانی محمول بر اصول و مقاصد آن کتاب ست نہ آنکہ آنچہ مقصود بالذات نیست آنہم مقبول ست} یہ فقط قول ہی قول ہی نہ اِسکی کچھ سند نہ اس پر کچھ حجت ہی ایسا دعوی بلا دلیل لائق سماعت کے نہین ہی اگر مؤلف موصوف یہ لکھدیتا کہ جو اصول اور مقاصد اس کتاب کے ہین وہ مقبول ہین نہ وہ جوکہ مقصود بالذات نہین ہین وہ بھی مقبول ہین تو بیشک ہم تسلیم کرتے لیکن جب کہ اُسنے یہ قید نہین کی اور اپنے کلام کو بہ نسبت کتاب کے مطلق چھوڑ دیا تو ہم بھی اُس سے فرد کامل مراد لین گے یعنی جو کچھ اُس کتاب مین ہی خواہ مقصود بالذات ہو یا نہو وہ سب مقبول ہی+

ای حضرات شیعہ تمکو خدا کی قسم ہی کہ ذرا غور کرو اور انصاف کو دخل دو کہ اس بحث مین تمھارے علما کس گرداب بلا مین پڑ گئے ہین اور کیسے بدست و پا ہو رہے ہین اور ہر چند ہاتھ پانون مارتے ہین مگر مقصود کے کنارے تک پہونچنے نہین پاتے کوئی تو اس روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کرتا ہی کوئی موجود ہونے کا تو اقرار کرتا ہی لیکن اُسکو سنیون کے علما سے نقل کرنا بیان کرتا ہی کوئی اُسکو قبول ہی نہین کرتا کوئی قبولیت کے معنی گڑھ گڑھکر بیان کرتا ہی اور حقیقت مین کوئی اپنا مقصد

حاصل نہین کرسکتا اور مثل الغریق یتشبث بکل حشیش پر عمل کر رکھا ہی **دوسرا قول** بعضون نے اس روایت سے
یہ جواب دیا ہی کہ اگر صحت اسکی تسلیم کیجاوے تو امام کا ابوبکر کی نسبت صدیق کہنا بنظر تخصیص اور تمیز مخاطب کے
ہوگا بغیر تصدیق اُسکے مضمون کے جیساکہ احقاق الحق مین قاضی نوراللہ شوستری نے لکھا ہی {اقول ذکر الصدیق
لاجل التخصیص والتمییز للمخاطب من غیر تصدیق بمضمونہ} لیکن یہ قول باطل ہی اس لیے کہ اگر امام حضرت ابوبکر رضی اللہ
تعالی عنہ کے نام کے بعد انکا لقب صدیق کہکر سکوت فرماجاتے تو حضرات شیعہ کو اس تاویل کی گنجایش تھی
لیکن یہ تخصیص مخاطب کی بغیر تصدیق اُسکے مضمون کے آیندہ کے فقرے سے باطل ہوتی ہی اس لیے کہ جب
سائل نے متعجبانہ سوال کیا کہ یاحضرت آپ بھی انکو صدیق کہتے ہین تو امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور کہا کہ
نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق کہ ہان وہ صدیق ہین ہان وہ صدیق ہین ہان وہ صدیق ہین اور پھر
اسپر بھی قناعت نہ کی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ {من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ} کہ جو انکو صدیق
نہ کہے اُسکی خدا دنیا وآخرت مین تصدیق نہ کرے اگر ایسے کلمات پر بھی حضرات شیعہ یہ فرماوین کہ امام نے صرف
مخاطب کے سمجھنے کے لیے صدیق کہا تھا اور اُسکے مضمون کو تصدیق نہ کیا تھا تو یہ اُنھین کو زیبا ہی

تیسرا قول جب حضرات شیعہ نے یہ خیال کیا کہ یہ تاویل بھی باوجود موجود ہونے جملہ من لم یصدقہ فلا صدق
اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ کے نہین بنتی تب تیسری تاویل شروع کی کہ شاید حضرت امام علیہ السلام نے
ابوبکر صدیق کی نسبت جو کچھ فرمایا ہی وہ بنظر استہزا کے فرمایا ہوگا جیساکہ احقاق الحق مین لکھا ہی {او الاستہزاء
کما فی قولہ ذق انک انت العزیز الکریم} یعنی امام نے ابوبکر کو صدیق بنظر استہزا اور ٹھٹھے کے فرمایا جیسا
کہ خدا نے دوزخیون کی نسبت بھی عزیز اور کریم فرمایا ہی اور بنظر استہزا کے اُنکی شان مین قرآن مین کہا ہی کہ
چکھو تم بڑے عزیز اور کریم ہو مگر یہ قول بھی باطل ہی اس لیے کہ الفاظ کو معنی حقیقی سے پھیرنے کے لیے کوئی
قرینہ چاہیے ورنہ بغیر قرینے کے بلا قیاس الفاظ سے معنی حقیقی مراد نہ لینا جائز نہین ہی پس آیہ کریمہ مین
وہ قرینہ موجود ہی کہ اوپر سے ذکر زقوم اور عذاب دوزخ کا ہی اور خطاب بھی دوزخیون سے ہی اور چونکہ
دوزخی اول آپ کو بڑا عزیز اور کریم جانتے تھے اس لیے اُنسے خطاب کیا گیا کما قال اللہ تبارک وتعالی
اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْاَثِيمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ اِلٰى سَوَاءِ الْجَحِيمِ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ
رَاْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ اور اس روایت کے کسی مقام سے کوئی ایسا قرینہ
پایا نہین جاتا جس سے معلوم ہو کہ امام نے بنظر استہزا اور ٹھٹھے کے یہ فرمایا ہو اس لیے کہ اول تو سائل شیعہ
تھا اُسکے سامنے استہزا کرنے کا کیا موقع تھا دوسرے اُسنے اپنی طرف سے کچھ استفسار بہ نسبت
حضرت صدیق کے نہ کیا تھا بلکہ اُسنے ایک مسئلہ فقہی پوچھا تھا کہ آیا حلیہ سیف کا جائز ہی یا نہین امام نے

اسکو جائز فرمایا اور اُسکی سند مین حضرت ابوبکر صدیق کا ذکر کیا جب اُس سائل کو تعجب ہوا تو اُسکے تعجب دور کرنے کے لیے حضرت نے کلمہ نعم الصدیق مکرر سہ کرر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تو یہ محل اور موقع کسی طرح بر استہزا کر نیکا نہ تھا اور لو فرضنا کہ کلمہ نعم الصدیق بھی بنظر استہزا کے ہو لیکن بعد اسکے جو حضرت نے فرمایا کہ من لم یصدقہ الخ یہ کلمہ استہزا اور ٹھٹھے پر کس قرینے سے محمول کیا جاویگا اور اگر بغیر قرینہ بلا قیاس کے ایسے کلمات طیبات استہزا اور سخریہ پر محمول کیے جاوین تو ہر ملحد و زندیق آیات اور حدیث کی نسبت ایسا ہی کہہ سکتا ہی فما ہو جوابکم فہو جوابنا+

چوتھا قول   جب حضرات نے دیکھا کہ یہ تاویل بھی نہین بنتی اور امام کی نسبت استہزا اور سخریہ کے منسوب کرنے سے کام نہین نکلتا تب اپنے اُس معمولی تاویل سے پناہ لی جو سنیون کے ہر حملہ کے لیے سپر بنائی گئی ہی اور جو ناصبیون کے ہر حربے کے واسطے ڈھال مقرر کی گئی ہی یعنی تقیہ جیسا کہ احقاق الحق مین بر سبیل تنزل لکھا ہی {او للتقیة عن السائل} اور مجتہد صاحب نے بھی اخیر پر طعن الرماح مین فرمایا ہی {ولو نزلنا عن ذلک پس محمول بر تقیہ خواہد بود} لیکن اس تاویل کی بھی گنجایش نہین ہی اس لیے کہ الفاظ عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ سائل مومنین اور محبین سے تھا ورنہ جب امام نے حضرت ابوبکر کو صدیق کہا تو اُسے کچھ تعجب نہوتا اور وہ یہ استفسار نکرتا کہ آپ بھی ایسا کہتے ہین سائل کا تعجب کرنا اور امام کا غصہ ہو کر جواب دینا صاف اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ سائل سنی نہ تھا جس سے ضرورت تقیہ کرنے کی ہوتی اور اگر سائل سنی بھی ہوتا تب بھی امام کا تقیہ کرنا اور سنی سے ڈر کر خلفاء جور کی تعریف کرنا خلاف شان امامت کے تھا اس لیے کہ امام باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام تقیے سے ممنوع تھے اور اُنکو تقیہ کرنا جائز ہی نہ تھا اور جو صحیفہ خدا نے انپر بھیجا تھا اسمین اُنکو علوم کے منتشر کرنے اور مسائل شرعی کو بلا خوف و خطر ظاہر کرنے کی تاکید تھی اُنکو خدا نے مطمئن کر دیا تھا اور اُنکے حق مین {فانک فی حرز و امان} فرما دیا تھا پس ایسی حالت مین امام کا ایک سنی سے ڈر جانا اور اُسکے خوف سے ایک غاصب بلکہ کافر کو صدیق کہنا اور باوجود اطمینان خدا کے جان و عزت کا اندیشہ کرنا تعجب کا مقام ہی علاوہ برین امام کی حالات پر بھی نظر کرنا اور اُنکے طور اور طریقے کو بھی دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ ہمیشہ سنیون سے ڈر جاتے تھے اور ناصبیون کے خوف سے جھوٹھی تعریف صحابہ کی کیا کرتے تھے یا کبھی اپنی امامت کے جلال پر بھی آ جاتے تھے اور اپنی شان صدق گوئی کو بھی ظاہر فرماتے تھے اگر یہ ثابت ہو کہ کبھی کسی سنی کے مقابلے مین حضرت نے اپنے عقیدے کو ظاہر نہین کیا اور ہمیشہ ہر ایک سنی کے روبرو تقیے کو کام فرمایا تو خیر اس حدیث کی نسبت بھی ہم عذر تقیۃ کو تسلیم کر سکتے ہین اور اگر یہ امر معلوم ہو کہ امام نے بڑے بڑے سنیون کے سامنے اظہار حق فرمایا ہی اور بلا خوف اُنکے جو کچھ دل مین تھا اُسکو ظاہر کر دیا ہی

توپھر کیونکر ہم اِس حدیث کی نسبت عذر تقیے کو قبول کرین اب ہم امر دوم کو کتب شیعہ سے ثابت کرتے
ہین ملا باقر مجلسی کتاب حق الیقین مین لکھتے ہین کہ { در زمان حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام
کہ اواخر زمان بنی امیہ و اوائل دولت بنی عباس بود ازان دو بزرگوار آن قدر از مسائل حلال و حرام و علم تفسیر و
کلام و قصص انبیا و سیر و تواریخ ملوک عرب و عجم و غیر آنہا از غرائب علوم منتشر گردید کہ عالم را فرا گرفت
و محدثان شیعہ در اطراف عالم منتشر گردیدہ و پیوستہ در مناظرات و مباحثات علما بر جمیع فرق غالب بودند
و چہار ہزار کس از علمای مشہور از حضرت صادق روایت کردہ اند و چہار صد اصل در میان شیعہ بہم رسید کہ
اصحاب باقر و صادق و کاظم علیہم السلام روایت کردہ بودند (الی قولہ) و بہ طریق معتبرہ منقولست کہ
قتادہ بصری کہ از مفسرین مشہورۂ عامہ ست بخدمت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام آمد حضرت فرمود
توئی فقیہ اہل بصرہ گفت بلی حضرت فرمود وای بر تو ای قتادہ حق تعالی خلق آفریدہ است کہ ایشان را
حجتہای خود گردانیدہ است بر خلق خود پس ایشان میخہای زمین اند و خازنان علم الہی اند پس قتادہ مدتے
ساکت شد کہ یارای سخن گفتن نداشت پس گفت بخدا سوگند کہ در پیش فقہا و خلفا و بادشاہان و ابن عباس
نشستہ ام و دل من نزد ایشان مضطرب نشدہ چنانچہ نزد تو مضطرب شدہ است حضرت فرمود میدانی
کہ کجائی در پیش خانہ نشستہ کہ حق تعالی در شان ایشان فرمودہ است کہ (فی بیوت اذن اللہ ان
ترفع ویذکر فیہا اسمہ) قتادہ گفت راست گفتی } پس جب کہ بڑے بڑے مفسرین اور مشہور فقہا
اور نامی علما کے مقابلے مین امام تقیہ نہ کرین اور اُنکو برا بھلا کہین اور وائے بر تو اور مثل اُسکے اور
کلمات عتاب کے فرمانے مین کچھہ تامل نفرماوین اور اُنکے شاگرد اور حاضر باش بڑے بڑے مجلسون
مین سنیون سے مباحثہ کرین اور اُنکو ہراوین اور ہزارون عالم اور سیکڑون فقیہ اُنسے تعلیم پاوین تو
کیونکر ہم اس امر کو مانین کہ ایسے زبردست امام جنکے مجلس مین آنے سے بڑے بڑے عالمون کے
بدنمین لرزہ پڑجاوے اور صورت دیکھنے سے اُنکا دل کانپنے لگے ایک سنی کے سامنے آنے
سے ڈر جاوین اور خلفاء جور کی ایسی ٹری تعریف کرنے للگین کیا وہ سائل جسنے حلیہ سیف کا سوال
کیا تھا قتادہ بصری سے بھی بڑھکر تھا یا کوئی لشکر اور فوج لیکر امام سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا کہ امام
قتادہ سے تو نہ ڈرے اور اُسپر تو عتاب کیا اور سائل سے ڈر کر ابو بکر کو صدیق صدیق صدیق
کہنے لگے ہمارے نزدیک تو اگر کوئی بادشاہ اور امیر بھی آتا تب بھی امام کلمہ حق کہنے سے درگذر
نفرماتے اور جو کچھہ اُنکے دل مین ہوتا اُسکے خلاف ہرگز کچھہ بھی زبان سے نہ نکالتے اور یہ صرف
ہمارا خیال ہی خیال نہین ہی بلکہ اسکا ثبوت شیعونکی کتابون سے ہوتا ہی چنانچہ ملا باقر مجلسی حق الیقین

مین لکھتے ہین کہ { در روایت دیگر معتبر وارد شدہ ہست کہ در سالیکہ ہشام بن عبد الملک بحج رفتہ بود در مسجد الحرام دید کہ مردم نزد حضرت امام محمد باقر ہجوم آوردہ اند واز امور دین خود سوال کنند عکرمہ شاگرد ابن عباس از ہشام پرسید کہ کیست اینکہ نور علم از جبین او ساطع ست میروم کہ او را خجل کنم چون نزدیک حضرت آمد وایستاد لرزہ بر اندام او افتاد ومضطرب شد وگفت یا ابن رسول اللہ من در مجالس بسیار نزد ابن عباس ودیگران نشستہ ام این حالت مرا عارض نشدہ حضرت ہمان جواب را فرمود پس معلوم شد کہ از معجزات امام وشواہد امامت آنست کہ حقتعالی محبت ایشان را در دل دوستان ومہابت ایشان را در دلہای دشمنان می افگند } پس جب کہ ہشام ابن عبد الملک سے ظالم بادشاہ کے موجود ہونے پر امام کا رعب دشمن پر ہو جاوے اور امام کے خوف سے اُنکے بدن پر لرزہ آجاوے تو تعجب ہی کہ پھر امام ایک سنی کے رعب مین آجاوین اور ایک ادنی آدمی سے ڈر جاوین + مین ہر چند غور کرتا ہون اور بہت سوچتا ہون لیکن حضرات شیعہ رحمہم اللہ کی باتین میری سمجھ مین نہین آتین امامت کی حقیقت تو فرشتے اور انبیا بھی نہین سمجھے وہ تو مین کیا سمجھ سکتا ہون لیکن اُسکے ظاہری شواہد بھی میرے ذہن مین نہین آتے کہ کبھی تو حضرات شیعہ امامون کو ایسا شجاع اور ذی رعب بنا دیتے ہین کہ بادشاہون اور ظالمونکو بھی مجال گفتگو کی اُنکے سامنے نہ تھی اور عالمون اور فقیہونکو بھی جرأت بات کرنے کی اُنسے نہوتی تھی سبکو بُرا بھلا کہتے تھے اور لوگ چپ چاپ سنا کرتے تھے اور سوائے درست اور بجا کے امام کے سامنے کسی کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلتا تھا اور کبھی حضرات شیعہ امامونکو ایسا خوف زدہ اور جبان ونعوذ باللہ منہ بنا دیتے ہین کہ وہ ایک ادنی آدمی سے ڈر جاتے تھے اور اگر انکی مجلس مین ایک سنی بھی آجاتا تھا تو وہ چپ ہو جاتے تھے اور اُسکا ایسا رعب اُنپر چھا جاتا تھا کہ ایک بات بھی ایسی کہ جو اُس سنی کے عقیدے کے خلاف ہوتی تھی نہ فرماتے تھے حقیقت مین یہ سب تہمتین شیعونکی امامون پر ہین وہ تو نبی زادے اور رسول کے جان و جگر تھے اُنکی رگ رگ مین اُنکے جد کی عادات اور اخلاق کا اثر تھا اُنکی بات بات مین اُنکے نانا کے کلام کا جلوہ ظاہر ہوتا تھا جسطرح اُنکا ظاہری جمال نمونہ پیغمبر صاحب کے حسن کا تھا اسی طرح اُنکا باطنی کمال سے کمالات نبوی کا ظہور ہوتا تھا اُنکا دل اُنکی زبان حضرت پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے مانند یکسان تھی نفاق اور جھوٹھ اور حیلہ اور تقیہ اُنکے کمالات کے حق مین ایک سخت عیب تھا کیونکر خدا ایسے لوگونکو جو سراسر نور کے پتلے تھے ایسی کثافتون سے پاک نرکھتا اور کس لیے اُن پاک امامونکو جو سراپا طہارت کی صورت تھے ایسی نجاستون سے دور نہ رکھتا اسی حضرات شیعہ جنکی شان مین آیہ تطہیر نازل ہوئی ہو جنکی پاکی پر پاکی نے قسم کھائی ہو جنکی

صداقت پر صدق کو ناز ہو جنکی صورت اور سیرت پیغمبر کیسی ہو جنکے گہوارہ جنبانی جبرئیل امین کے تعلق ہو جنکی زیارت کو ملائکہ عرش بریں آتے ہوں جنکے قول و فعل پر دین و مذہب کا مدار ہو اُنھیں پر تم ایسی تہمتیں کرو اور خوف اور جھوٹھ اور حیلے کو ان پاک اماموں کیطرف نسبت کرو اہی بھائیو کیا محبت کے یہی معنی ہیں جو تم رکھتے ہو اگر امامت کی یہی شان ہی تو مسلمانوں کا کیا ذکر ہی گبر و ترسا بھی نفرت کرینگے اور ایسی باتوں کو سنکر سب الامان الامان پکارینگے اگر تمکو یہ شبہہ ہو کہ ہمارے علما اور محدثین نے ایسی روایتوں کو لکھا ہی اور ایک گروہ نے فقہا کے اُسکو نقل کیا ہی تو یہ شبہہ ذراسی غور سے رفع ہو سکتا ہی یعنی تم اُن لوگوں کے حالات پر غور کرو جو راوی تمھارے یہانکی روایتوں کے ہیں اور مدار تمھارے مذہب کے احادیث کا ہی کہ وہ سب کے سب جھوٹھے تھے اور امام اُنپر لعنت کیا کرتے تھے کہ اسکو ہم تمھاری ہی کتابوں سے اپنے موقع پر آیندہ ثابت کرینگے تب تمکو معلوم ہوگا کہ امام کا ظاہر باطن ایک تھا جو اُنکے دل میں ہوتا تھا وہی زبان سے ارشاد فرماتے تھے اگر تم ہمارے کہنے کو غلط سمجھو تو اپنے ہی علما کے اقوال پر نظر کرو کہ انھوں نے بھی ایمہ کرام کیطرف سے ایسا ہی لکھا ہی اور خود ایمہ کی حدیث کو لکھکر اس بات کو صاف کر دیا ہی چنانچہ محدثین شیعہ امام جعفر صادق علیہ السّلام کی حدیث میں لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہی {لا تذکروا سرنا بخلاف علانیتنا ولا علانیتنا بخلاف سرنا حسبکم ان تقولوا ما نقول وتصمتوا عما نصمت الخ} کہ ہمارا ظاہر و باطن ایک ہی ہمارے باطن کو برخلاف ہمارے ظاہر کے ہرگز نہ کہو اور نہ ہمارے ظاہر کو مخالف باطن کے کہو یہی تمھارے واسطے کافی ہی کہ جو ہم کہتے ہیں وہی تم بھی کہو اور جس سے ہم چپ رہتے ہیں اُس سے تم بھی خاموش رہو پس اہی حضرات شیعہ اگر حقیقت میں تم امام کے حکم پر عمل کرتے ہو اور اُنکے کہنے پر چلتے ہو تو اُنکے قول کو سنو اور اُسپر عمل کرو جیسا انھوں نے حضرت ابو بکر کو صدیق کہا ویسا ہی تم بھی چپ چاپ اُنکو صدیق صدیق کہو اور سوائے اِسکے وہ بات جس سے امام نے سکوت فرمایا تم بھی اُس سے خاموش رہو +

پانچواں قول بعض حضرات شیعہ یہ فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام ابو بکر کو کس طرح صدیق کہتے اِس لیے کہ یہ لقب خاص جناب امیر علیہ السلام کا ہی کہ خود حضرت امیر نے فرمایا ہی {انا الصدیق الاکبر لا یقول بعدی الا کذاب} کہ میں صدیق اکبر ہوں جو کوئی بعد میرے اِس لقب کو اپنی نسبت کہیگا وہ جھوٹھا ہی لیکن یہ فرمانا بھی حضرات کا اُنکے لیے چند دلیلوں سے مفید نہیں +

(پہلی دلیل) حضرت امیر کے اِس قول سے خود اُنکا جواب ظاہر ہی اِس لیے کہ حضرت نے یہ فرمایا کہ بعد میرے کوئی شخص صدیق نہوگا اور جو کوئی اُسکا دعوی کرے وہ جھوٹھا ہی اور یہ فرمانا دلالت اسپر کرتا ہی کہ حضرت امیر کے پہلے کوئی صدیق گذرا ہی اور وہ کون ہی حضرت ابو بکر صدیق ہیں رضی اللہ تعالی عنہ +

(دوسری دلیل) اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ سوائے حضرت علی کے اُنسے پہلے بھی کوئی صدیق نہین ہوا تو اسکا جواب ہم اُنھین کی کتابون سے دے سکتے ہین وہ یہ ہی کہ عیون اخبار الرضا وغیرہ کتب حدیث مین اُنکے موجود ہی کہ {ابوذر صدیق ہذہ الامۃ} پس جب ابوذر کی نسبت لفظ صدیق کا مذکور ہی تو تخصیص مرتضوی باقی نہی+

(تیسری دلیل) یہ امر قابل دیکھنے کے ہی کہ آیا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ حضرت علی سے پہلے بلقب صدیق کے بین الصحابہ مشہور تھے یا نہین اور لوگ حضرت امیر کے سامنے بلکہ پیغمبر خدا کے روبرو اُنکو صدیق کہتے تھے یا نہین چنانچہ بلفظہ اسکا ثبوت خود شیعونکی کتابون سے ہوتا ہی چنانچہ ایک عالم شیعی منہج المقال مین فضیل سے روایت کرتا ہی کہ {قال سمعت اباداؤد یقول حدثنی بریدۃ الاسلمی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ان الجنۃ مشتاق الی ثلثۃ فجاء ابوبکر فقیل لہ یا ابابکر انت الصدیق وانت ثانی اثنین اذہما فی الغار فلو سألت رسول اللہ من ہؤلاء الثلثۃ} کہ بریدہ اسلمی روایت کرتے ہین کہ مینے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ حضرت نے فرمایا کہ جنت تین آدمیونکی مشتاق ہی کہ اسمین ابوبکر آئے لوگون نے اُنسے کہا کہ ای ابوبکر تم صدیق ہو اور تم ثانی اثنین اذہما فی الغار ہو تم پوچھو حضرت سے کہ وہ تین کون ہین فقط پس یہ روایت اس امر کی ثبوت کے لیے کافی ہی کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے زمانے مین سب اصحاب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کو صدیق جانتے تھے اور اسی خطاب سے اُنکو یاد کیا کرتے تھے گویا صدیق اور ثانی اثنین اذہما فے الغار اُنکا خطاب اور لقب ہو گیا تھا+

اگر کسی شیعہ کو ان روایات سے بھی سیری نہووے اور وہ اس روایت کی تائید امام کے دوسرے قول سے چاہین اور یہ پوچھین کہ سوائے اس روایت نعم الصدیق کے اور بھی کبھی کسی امام نے ابوبکر کو صدیق کہا ہی تو اوسکا بھی ہم ثبوت دے سکتے ہین اور جب تک کہ اچھی طرح پر حضرات شیعہ کو اطمینان نہو جاوے ہم اُنکی تسکین اور تسلی کے واسطے روایت انھین کی کتابون سے لانے سے باز نہین رہتے چنانچہ ہم اسکا ثبوت دیتے ہین کہ اسی کتاب کشف الغمہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک دوسری حدیث موجود ہی جسمین حضرت ابوبکر صدیق کے نام کے ساتھ امام نے صدیق کا لفظ فرمایا ہی اور وہ یہ ہی کہ امام فرماتے ہین {ولدنی ابوبکر الصدیق مرتین} اور طرفہ یہ ہی کہ قاضی نور اللہ شوستری نے اگرچہ پہلی حدیث کے موجود ہونے سے کشف الغمہ مین انکار کیا تھا لیکن اس حدیث کے موجود ہونے پر سکوت ہی فرمایا اور کچھہ زبان مبارک سے نہ نکالا اور حقیقت مین کہانتک تکذیب کرتے اور آفتاب پر کہانتک خاک ڈالتے آخر انکار کرتے کرتے تھک گئے اور سکوت اختیار کیا+

اگر اس روایت کے بعد بھی کچھہ تشنگی باقی رہے تو حضرات شیعہ کو لازم ہی کہ خود جناب امیر علیہ السلام کے

اقوال پر نظر کرین اور اُنکی زبان سے حضرت ابوبکر کی نسبت خطاب صدیق کا سنین احتجاج طبرسی مین
علامہ طبرسی جو کہ معتمدین علماء شیعہ سے ہین لکھتے ہین کہ حضرت امیر فرماتے ہین کہ {کنا معہ ای مع النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی جبل حراء اذ تحرک الجبل فقال لہ قر فانہ لیس علیک الا نبی وصدیق وشہید}
کہ ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھہ جبل حراء پر تھے کہ یکایک پہاڑ نے حرکت کی تب پیغمبر خدا نے
فرمایا کہ قرار پکڑ کوئی نہین ہی تجھپر سوائے نبی اور صدیق اور شہید کے اور دیکھنے کتب شیعہ سے
ظاہر ہی کہ اُسوقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھہ ابوبکر صدیق اور علی مرتضی تھے پس حضرت نے
اپنی ذات کے لیے نبی اور حضرت ابوبکر کی نسبت صدیق اور حضرت علی کے حق مین شہید فرمایا اگر کوئی
متعصب شیعہ کہے کہ امام کے اقوال سے اگرچہ حضرت ابوبکر کی نسبت لفظ صدیق کا معلوم ہوتا ہی
لیکن اُسمین خیالات استہزاء اور تقیہ وغیرہ کے ہین اس لیے اُنسے خاطر خواہ اطمینان نہین ہوتا
اگر خدا کی کتاب سے اُنکی نسبت اِس خطاب کا ہونا ثابت کر دیا جاے تو پھر کچھہ شبہہ نہ رہے چنانچہ
ہم ایسے متعصب سخت کی بھی خاطر شکنی گوارا نہین کرتے اور اُسکے (لیطمئن قلبی) کے کہنے پر
اُسکا ثبوت خدا کی کتاب سے بہ تصدیق مفسرین شیعہ کے پیش کرتے ہین واضح ہو کہ تفسیر مجمع البیان
طبرسی مین جو نہایت معتبرین تفسیر شیعہ سے ہی لکھا ہی کہ {قال اللہ تبارک وتعالی وَالَّذِی جَاءَ بِالصِّدْقِ
وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ} کہ جو شخص آیا ساتھہ صدق کے اور جسنے تصدیق کی اُسکی وہی متقی
ہین اِسکی تفسیر مین علامہ موصوف لکھتا ہی کہ {قیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق ابوبکر
عن ابی العالیۃ والکلبی} کہ جو شخص آیا ساتھہ صدق کے اُس سے مراد رسول خدا ہین اور جس نے
تصدیق کی اُنکی اُس سے مراد ابوبکر ہین فقط اور جس نے پیغمبر خدا کی سچے دل سے سب سے زیادہ تصدیق
کی ہو اُسی کا لقب صدیق ہی پس بفضلہ تعالی خدا کی کتاب سے بھی ابوبکر صدیق کا صدیق ہونا ثابت ہوگیا (والحمد للہ علی ذلک)
اب بھی اگر حضرات شیعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو صدیق نہ جانین اور باوجود موجود ہونے
ثبوت اُنکی صدیقیت کے خدا کی کتاب اور رسول کے کلام اور امام کے اقوال سے اُنکی صدیقیت
کی تصدیق نہ کرین اور خدا کی کتاب اور رسول اور ائمہ کے اقوال سے روگردانی کرین تو اب سوائے اسکے کہ
ہم بھی اُنکی نسبت وہی کہین جو امام نے فرمایا ہی کیا چارہ ہی اس لیے ہم اول تو نہایت منت
اور عاجزی سے حضرات شیعہ کی خدمت مین عرض کرتے ہین کہ اَی بھائیو ابوبکر صدیق کو صدیق
سمجھو اُنکو پیغمبر صاحب کا دوست اور ثانی اثنین اذ ہما فی الغار جانو اور جس لقب سے اُنکو ائمہ کرام علیہم السلام
نے یاد کیا ہی اُسی لقب سے تم بھی یاد کرو اگر اسپر بھی وہ کچھہ نہ سنین اور اُنکو صدیق نہ کہین تو ہم پھر

امام کی وعید کو انھین سنائے دیتے ہین اور اُنکو رسوائی دنیا وآخرت سے ڈرائے دیتے ہین کہ ہزار برس پہلے سے امام فرما چکے ہین کہ (من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ)

نوین شہادت بیان حضرت عمر کے نکاح کا ساتھ جناب ام کلثوم کے

یہ بات ازروے کتب معتبرہ شیعہ و اہل سنت کے ثابت ہی کہ حضرت عمر کا نکاح ساتھ حضرت ام کلثوم کے ہوا جو کہ خاص بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کی تھین اس امر کے ثبوت سے چند فائدے ظاہر ہوتے ہین +

(اول) اس نکاح سے یہ امر ظاہر ہوتا ہی کہ باہم حضرت علی اور حضرت عمر فاروق کے کچھہ عداوت نہ تھی بلکہ نہایت ہی دوستی تھی اگر دوستی نہوتی تو حضرت علی اپنی بیٹی کا وہ بھی وہ بیٹی جو کہ خاص حضرت فاطمہ کے بطن سے تھین نکاح حضرت عمر کے ساتھہ نکرتے اور دشمن کو اپنے خاندان مین نہ لیتے +

(دوسرے) اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ حضرت عمر کافر یا منافق یا مرتد نہ تھے ورنہ حضرت علی مرتضی شیر خدا غالب علی کل غالب مطلوب کل طالب مظہر العجائب والغرائب اپنی ایسی پیاری بیٹی کا نکاح اُنکے ساتھہ نکرتے اور اگر اُنکے ایمان و عبادت اور زہد اور پرہیزگاری پر اطمینان کامل حضرت امیر کو نہوتا تو وہ کبھی اُنکو اپنا داماد نہ بناتے +

(تیسرے) اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عمر نے کبھی کسی قسم کا رنج اور صدمہ جناب امیر کو یا حضرت فاطمہ علیہا السلام کو نہین دیا اور کبھی کسی قسم کی دشمنی یا عداوت اُنکے ساتھہ نہین رکھی ورنہ ممکن نہ تھا کہ حضرت امیر ایسے شخص کے ساتھہ جسنے اُنکو یا حضرت فاطمہ کو رنج دیا ہوتا اس نکاح کا ہونا جائز رکھتے +

بہرحال یہ امر اخلاص و اتحاد اور محبت پر باہم جناب امیر اور حضرت عمر کے ایسا شاہد عادل ہی کہ کسی طرح پر بعد ثبوت اس امر کے شیعونکی زبان پر عداوت کا نام نہین آسکتا اور باوجود ہزار سعی باطل کے کوئی عذر و حیلہ اُنکا اِس معاملے مین پیش نہین جاتا کسی معاملے مین ایسے دق اور زچ نہین ہوے جیسے کہ اس معاملے مین ہوے ہین حقیقت مین یہ بحث لائق غور سے دیکھنے کے ہی کہ حضرات شیعہ نے عبد اللہ بن سبا کے زمانے سے لیکر جناب قبلہ و کعبہ کے وقت تک اِس معاملے مین کیا کیا رنگ بدلے ہین اور کیسی کیسی توجیہات لاطائل کی ہین کسی نے اِس نکاح کے ہونے ہی سے انکار کیا ہی کوئی ام کلثوم کے بنت مرتضوی ہونے ہی کا منکر ہوا ہی کسی نے نکاح پر غصب کا اطلاق فرمایا ہی کوئی بعد نکاح کے ہم بستر ہونے سے ساتھہ حضرت عمر کے منکر ہوا ہی کوئی کہتا ہی کہ جنیہ بشکل حضرت ام کلثوم کے حضرت عمر کے پاس آئی تھی اور وہ

ہمخواب ہوتی تھی کسی نے اِسکو جناب امیر کے اعلیٰ درجے کے صبر کا نتیجہ کہا ہی کسی نے اِسکو تقیتے پڑا لاہی پھر حال
ہر شخص کا جدا ترانہ اور ہر متنفس کا نیا فسانہ ہی جسکے سننے سے فقط ایک ہمین محو حیرت نہین بلکہ آنکی نغمہ سرائی اور
ترانہ سنجی کو سنکر ایک عالم اپنے قابو سے نکلا جاتا ہی اور وجد مین آ آکر مرحبا اور حسنت پڑھتا ہی شعر

	اک ہم ہی تیری چال سے پستے نہین صنم	پامال کبک بھی تو ہوے کوہسار مین	

اب مین علماء شیعہ کے اقوال مختلفہ کو بیان کرتا ہون ∵

(پہلا قول) بعض متعصب شیعون نے اِس نکاح کے ہونے ہی سے اِنکار کیا ہی اور اس روایت کو بے اصل محض کہکر اسناد دامن چھوڑایا ہی جیساکہ مجتہد صاحب قبلہ وکعبہ اپنے ایک رسالے مین لکھتے ہین {و انتساب تزوج حضرت ام کلثوم با بن الخطاب بہ ثبوت نرسیدہ و مثل سید مرتضیٰ کہ قریب العہد از زمان ائمہ معصومین بود و غیر الشان انکار بلیغ ازان نمودہ اند} لیکن یہ دعوی مجتہد صاحب کا چند دلائل سے غلط معلوم ہوتا ہی∵

(پہلی دلیل) جناب قبلہ وکعبہ کا یہ ارشاد فرمانا کہ جناب سید مرتضیٰ نے جو کہ ائمہ کے زمانے سے قریب تھے نکاح کے ہونے سے انکار کیا ہی صحیح نہین ہی اس لیے کہ سید مرتضیٰ دو ہین ایک ابو القاسم ثمانینی برادر رضی دوسرا سید مرتضیٰ رازی صاحب تبصرۃ العوام پہلے سید صاحب تو قدماے متکلمین اور فقہاء شیعہ سے ہین اور موافق تحریر شہید ثالث کے جو مجالس المومنین مین کی ہی ۳۵۵ہجری مین پیدا ہوے اور دوسرے میر صاحب اُنسے بہت پیچھے ہوے ہین پس وہ سید مرتضیٰ جنکی نسبت مجتہد صاحب فرماتے ہین کہ {قریب العہد از زمان ائمہ معصومین بود} منکر روایت نکاح نہین ہین اور انکی تالیفات مثل شافی اور تنزیہ الانبیاء والائمہ اسپر شاہد ہین معلوم نہین کہ اُنکی طرف انکار روایت نکاح کو مجتہد صاحب نے کیونکر منسوب فرمایا اور اگر دوسرے سید مرتضیٰ مراد ہین اور شاید اُنھون نے اِنکار کیا ہو تو انکی نسبت مضمون اس فقرہ کا کہ {قریب العہد از زمان معصومین بود} صحیح نہین ہوتا∵

اب ہم اُن سید مرتضیٰ کی تالیفات کو جو کہ زمانہ معصومین کے قریب تھے مجتہد صاحب کے قول کی تکذیب کے لیے پیش کرتے ہین واضح ہو کہ سید صاحب موصوف نے دو کتابون مین اِسکا ذکر کیا ہی ایک کتاب شافی مین مفصلا دوسرے تنزیہ الانبیاء والائمہ مین مجملا چنانچہ ہم نزہۃ اثنا عشریہ سے جو جواب تحفہ کا ہی آنکے قول کو نقل کرتے ہین {سید مرتضیٰ علم الہدی در کتاب تنزیہ الانبیاء میفرماید فاما انکاحہ فقد ذکرنا فی کتاب الشافی الجواب عن ہذا الباب مشروحًا و بینا انہ علیہ السلام ما اجاب عمر الی نکاح ابنتہ الا بعد توعد وتہدد و مراجعۃ و منازعۃ وکلام طویل ماشور اشفق معہ من سوء الحال وظہور مالا ایزال بخفیہ الخ} یعنی نکاح عمر کا ساتھ ام کلثوم کے جسکو اہل سنت عمر کی فضیلت مین شمار کرتے ہین

جواب ہمنے اپنی کتاب شافی مین تفصیل دیا ہی اور وہان ہمنے بیان کیا ہی کہ حضرت امیر نے عقد اپنی بیٹی کا
عمر کے ساتھہ بہ طیب خاطر قبول نہین فرمایا بلکہ یہ عقد بعد اسکے ہوا ہی کہ عمر نے بار بار حضرت امیر سے
درخواست کی اور نوبت منازعت اور تخویف و تہدید کی پونہچی جب حضرت امیر نے دیکھا کہ کار دین
وملت فاش ہوتا ہی اور دامن تقیہ ہاتھہ سے نکلا جاتا ہی اور حضرت عباس نے بھی بخیال فتنہ و فساد
کے سمجھایا تب بلا رضا۔ اور بغیر اختیار کے جناب امیر نے یہ نکاح کر دیا فقط اِس تحریر کو سید مرتضی کے
کوئی شخص جناب قبلہ وکعبہ کی تحریر سے ملاوے اور اس فقرے کو کہ مثل جناب سید مرتضی کہ قریب العہد
از زمان ائمہ معصومین بود انکار بلیغ ازان نمودہ تنزیہ الانبیاء کی عبارت مذکورہ سے مقابل کر کے جناب اجتہاد مآب کے
صداقت کی داد دے + اگر کوئی شخص اس تحریر پر بھی مجتہد صاحب کی صداقت مین شبہہ نہ کرے تو
خود اُنکے والد ماجد کی زبان سے اُنکی تکذیب ہم ثابت کرتے ہین جناب مولوی سید دلدار علی صاحب قبلہ
مواعظ حسنیہ مین فرماتے ہین کہ سید مرتضی نے فرمایا ہی کہ تزویج ام کلثوم حضرت امیر کے اختیار سے
نہین ہوئی اور بہت سے احادیث انھون نے اِس قول کے ثبوت مین بیان کیے ہین اور جب کہ
باختیار حضرت امیر کے نکاح کا ہونا ثابت نہین ہوا تو پھر محل اشکال باقی نہ رہا چنانچہ محصل کلام مواعظ حسنیہ کا
کما نقل فی ازالۃ الغین یہ ہی 《سید مرتضی گفتہ است کہ تزویج ام کلثوم باختیار حضرت امیر واقع نشدہ واحادیث
بسیار مؤید قول خود ذکر کردہ وہر گاہ باختیار حضرت امیر واقع نشدہ محل اشکال نیست》 پس ان تحریرات سے
صاف ظاہر ہی کہ بیچارہ سید مرتضی حضرت عمر کے نکاح کا منکر نہین ہی بلکہ اُسکا ہونا قطعی اور یقینی جانتا
ہی ہان اُسکا ہونا بخوشی خاطر جناب امیر کے اور برضامندی اُنکے بیان نہین کرتا اور یہ امر آخر ہی اور
انکار وقوع اصل واقعہ سے دوسرا امر ہی ہگرہ قربان صداقت پر جناب قبلہ وکعبہ کے کہ ایسے دعوی کے
کرنے مین جسکا غلط ہونا محتاج بہ بیان نہین ہی باین تقدس و اجتہاد کچھہ لحاظ وخیال نہ فرمایا +
غرضکہ یہ قول مجتہد صاحب کا کہ سید مرتضی نے وقوع نکاح سے انکار کیا ہی خود سید مرتضی کی تحریر سے
اور خود اُنکے والد ماجد کی تقریر سے غلط ٹھہرا لیکن یہ قول اُنکا کہ سوا اُنکے اوروں نے بھی انکار
کیا ہی کسی قدر صحیح ہی چنانچہ منجملہ منکرین اس قصہ کے اگلے علماء شیعہ مین سے ایک قطب الاقطاب راوندی
مؤلف خرایج وجرایح ہین کہ انھون نے دعوی کیا ہی کہ اس نکاح کا ہونا پایۂ ثبوت کو نہین پونہچا چنانچہ
اُنکے قول کو جناب مجتہد صاحب قبلہ نے کتاب مواعظ حسنیہ مین نقل کیا ہی اور ترجمہ اُسکا یہ ہی جسکو
ہم ازالۃ الغین سے نقل کرتے ہین 《گفت عرض نمودم بخدمت حضرت صادق علیہ السلام کہ مخالفین
بر ما حجت می آرند ومیگویند کہ چرا علی دختر خود را بخلیفۂ ثانی داد پس حضرت صلوات اللہ علیہ تکیہ کردہ

نشستہ بودند درست نشستہ فرمودند کہ آیا چنین حرفہا می گویند بدرستیکہ قومے چنین زعم میکنند لایہتدون سواء السبیل} لیکن یہ دعوی قطب الاقطاب صاحب کا سراسر باطل ہی اور بروایات ائمہ کرام نکاح کا ہونا ثابت ہی چنانچہ ہم اُسکو انکے کتب احادیث اور فقہ اور کلام سے ثابت کرتے ہین

ثبوت نکاح حضرت ام کلثوم کا ساتھ حضرت عمر فاروق کے

(پہلا ثبوت) قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین اس نکاح کا اقرار کیا ہی اور ان لفظون سے اُسکی صحت کو اظہار فرمایا ہی {اگر نبی دختر بہ عثمان داد ولی دختر بہ عمر فرستاد}

(دوسرا ثبوت) شرائع جو مشہور کتب فقہیہ شیعہ سے ہی اُسکا شارح ابو القاسم قمی شرح شرائع مین جسکا نام مسالک ہی صاحب شرائع کے اس قول کے نیچے کہ {یجوز نکاح العربیۃ بالعجمی والہاشمیۃ غیر الہاشمی وبالعکس} فرماتا ہی کہ {زوج علی بنتہ ام کلثوم من عمر} کہ نکاح کیا علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا ساتھ عمر کے

(تیسرا ثبوت) ابو الحسن علی بن اسماعیل شیعی اثنا عشری جسکی نسبت امام اعظم امامیہ کے خلاصۃ الاقوال مین فرماتے ہین کہ وہی پہلا شخص ہی جسنے موافق قاعدۂ علماء کلام کے مذہب اہل بیت کے اثبات مین گفتگو کی ہی وہ بھی اس نکاح کے ہونے کا مقر ہی چنانچہ اُسکے اس قول کو قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین نقل کیا ہی اور ہم ازالۃ الغین سے اُسکو نقل کرتے ہین {و از انجملہ مقدمۂ نکاح خلیفہ ثانی ست جواب داد کہ دادن دختر بہ عمر کہ جناب امیر المومنین را اتفاق افتاد باین جہت بود کہ اظہار شہادتین مینمود و بزبان اقرار بہ فضیلت رسول می کشود و در ان باب غلظت و فظاظت او نیز مسطور بود}

(چوتھا ثبوت) مجالس المومنین مین لکھا ہی کہ بعد وفات حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے ام کلثوم کا دوسرا نکاح ساتھ محمد بن جعفر طیار کے ہوا وہذہ عبارتہ {محمد بن جعفر الطیار بعد از فوت عمر بن خطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر المومنین مشرف گشتہ ام کلثوم را کہ از روی اکراہ در حبالہ عمر بود تزویج نمود}

(پانچوان ثبوت) تہذیب مین جو نہایت معتبر کتاب حدیث کی مذہب امامیہ مین ہی لکھا ہی کہ حضرت عمر کی اولاد ام کلثوم کے بطن سے ہوئی اور ایک بیٹا پیدا ہوا جسکا نام زید بن عمر تھا اور یہ روایت بہ سند ائمہ کرام کے اُس محدث نے بیان کی ہی کما قال {عن محمد بن احمد بن یحیی عن جعفر بن محمد القمی عن القداح جعفر عن ابیہ علیہم السلام قال ماتت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام وابنہا زید بن عمر الخطاب فی ساعۃ واحدۃ ولا یدری ایہما ہلک قبل فلم تورث احدہما من الآخر وصلی علیہما جمیعا}

(چھٹا ثبوت) قول سید مرتضی کا جو شافی اور تنزیہ الانبیاء مین لکھا ہی اور جسکو کشمیری نے

اپنی کتاب نزہہ مین بجواب تحفہ کے اور مجتہد صاحب نے مواعظ حسنیہ مین نقل کیا ہی اور جسکو ہم اوپر بیان کر چکے {انہ علیہ السلام ما اجاب عمر الی نکاح ابنتہ الا بعد توعد وتہدد الخ}

(ساتوان ثبوت) کتاب کافی مین ملا یعقوب کلینی لکھتے ہین کہ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس نکاح کا حال پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ {ہو اول فرج غصبت منا} کہ یہ پہلی شرمگاہ ہی جو ہم اہل بیت مین سے غصب کی گئی ہی +

(اٹھوان ثبوت) مصائب النواصب مین لکھا ہی کہ محدثین کا اقرار ہی کہ یہ نکاح جبر اور اکراہ سے ہوا +

غرض کہ روایت نکاح حضرت ام کلثوم شیعہ کی کتب احادیث اور اخبار اور فقہ اور کلام مین اس کثرت سے مذکور ہین کہ کسی طرح پر اُس سے اِنکار نہین ہو سکتا اور ایسی متواتر خبر کو کوئی جھٹھلا نہین سکتا اہل انصاف اس فرقے کے تعصب و عناد کو دیکھین اور اُنکی کج مج بیانی کو ملاحظہ فرماوین کہ باوجودیکہ خود ہی ائمۂ کرام علیہم السلام سے اِس روایت کی صحت کا اقرار کرین اور اپنی احادیث کی کتابون مین سند اُسکو روایت کرین اور اپنے فقہی مسائل کا اُس سے استخراج فرماوین اور نہ ایک شخص بلکہ خلفاً عن سلفٍ واباً عن جدٍ بطور میراث کے اِس روایت کی صحت بہ سند صحیح نقل کرتے آوین اور اُسکی توجیہات سے سیکڑون ورق سیاہ کرین اور پھر بھی بعض حضرات غیرت اور انصاف کو چھوڑ کر بیساختہ اس روایت کے غلط ہونیکا دعوی کرین اور اصل واقعہ کے منکر ہو جاوین اور یہ نہ خیال کرین کہ اگر ایکدن یا ایک ہفتہ یا ایک مہینہ حضرت ام کلثوم نکاح مین حضرت عمر کے رہتین اور کسی کو خبر نہوتی اور اُسکی شہرت بدرجۂ تواتر نہ پہونچتی تو شاید کوئی موقع انکار یا تکذیب کا ہوتا لیکن جب سالہا سال حضرت ام کلثوم زینت افزای خانۂ فاروق ہوئی ہون اور تا حیات اُنکی اُنکے نکاح مین رہی ہون اور اُنسے اولاد بھی ہوئی ہو اور اُنکے بیٹے کا نام بھی زید بن عمر خطاب رکھا گیا ہو اور بعد حضرت عمر کے مرنیکے اُنکا نکاح جعفر طیار سے ہوا ہو تو ایسے متواتر اخبار کو کون چھپا سکتا ہی اور آفتاب روشن کو کف دست سے کون پوشیدہ کر سکتا ہی ہمنے یہ جو کچھ بیان کیا اسمین نہ اپنے عالمون کے اقوال کو نقل کیا ہی نہ اپنی کتابونکی سند لائے ہین جو کچھ حضرات شیعہ نے فرمایا اور جو کچھ اُنکے محدثین اور علماء نے تحریر کیا وہی ہمنے نقل کیا اور اُسی سے ثبوت نکاح کا دیا بس اگر باوجود اِن ثبوت کے بھی کوئی اِس نکاح سے انکار کرے تو وہ تواتر کا منکر ہی

(دوسرا قول) جب کہ علماء اعلام شیعہ نے دیکھا کہ انکار کرنا اس روایت سے آفتاب پر خاک ڈالنا ہی اور اُسکو غلط اور جھوٹھہ کہنا مقولہٗ (دروغ گویم برروی تو) پر عمل کرنا ہی اس لیے اُسکی توجیہ پر توجہ فرمائی اور دوسرے طور سے اس فضیلت کے ابطال پر کمر ہمت باندھی اگرچہ اُن بزرگون نے نہایت ہی

سعی و کوشش کی اور ہر طرح کی توجیہ و تاویل فرمائی لیکن اُس سے بجاے فائدے کے نقصان ہی ہوتا گیا اور بعوض قائم رہنے اصول مذہب تشیع کے اسمین خلل ہی بڑھتا گیا کاش وہ انکار ہی کرتے جاتے اور گو اُنکے محدثین و علما جھوٹھے ہوتے بلا سے مگر کبھی اُسکی صحت کا اقرار نفرماتے تو بہتر ہوتا اس لیے کہ جو توجیہات اِس نکاح کے معاملے مین کی گئی ہین اُنکے دیکھنے سے ہر شخص مذہب تشیع سے نفرت کرتا ہی اور اُنکے سننے سے ہر مسلمان کے دلمین ایک جوش غیرت کا پیدا ہوتا ہی اور طرفہ یہ ہی کہ جتنی زیادہ توجیہات کرتے ہین اور جسقدر زیادہ تاویلات بیان فرماتے ہین اُتنے اُنھین کے اصول عقائد کی بُرائیکا اور ثبوت ہوتا جاتا ہی **شعر**

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی

اور زیادہ تر تعجب اسپر ہی کہ باوجود اِسکے کہ خود اُنکے دلون مین یقین اِسکا ہی کہ یہ توجیہات باطل اور تاویلات لاطائل اُنکے دین کی بُرائی ثابت کرنیوالے اور لوگونکو اُنکے مذہب سے نفرت دلانیوالے ہین مگر با اینہمہ علم و فضل اُس سے باز نہین رہتے اور باین تقدس و اجتہاد ہل من مزید ہل من مزید کہکر اور بڑھاتے جاتے ہین اور اپنے معائب کو ظاہر کرتے جاتے ہین ہمکو اُنکے علما اور فضلاء کی تقریرون اور تحریرون کو دیکھکر نہایت ہی حیرت ہوتی ہی کہ بار خدایا اُنکی عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا اُنکے حیا و غیرت کو کون لیگیا کہ ایسے بے غیرتی کے کلمات زبان پر لانے سے شرم نہین کرتے اور ایسی عار و ننگ کی باتونکو ائمہ کیطرف منسوب کرنے سے لحاظ نہین فرماتے دین محمدی کو تو خراب ہی کر چکے مذہب اسلام کو بھی بگاڑ چکے اصحاب نبوی کو بھی کافر اور منافق کہہ چکے ایک اہل بیت رہ گئے تھے جنکے مزید محبت کا دعوی کرتے تھے جنکے فضائل کا اقرار فرماتے تھے اُسکو بھی در پردہ کھو دیا اُنکے فضائل کو بھی ایسی بے غیرتی کے کلمات کو اُنکی طرف منسوب کرکے معائب سے بدل دیا اور یہ سب کچھہ تو کر چکے اور ہنوز ایمان کے دعوی مین ثابت قدم ہین معلوم نہین کہ انکا ایمان اور محبت کیا کیا نتیجے دکھلاتے گی **شعر**

دل بردی و دین و جان شیرین
وین طرفہ کہ باز در کمینے

اب ہم اُس قول کو بیان کرتے ہین جو حضرات شیعہ نے بعد قبول کرنے صحت نکاح کے ارشاد فرمایا ہی اور اُسکو ائمہ کرام کیطرف (وحاشا جنابہم عن ذلک) منسوب کیا ہی وہ قول یہ ہی کہ حضرات فرماتے ہین کہ نکاح ام کلثوم کا ساتھہ حضرت عمر کے جناب امیر کی رضا اور خوشی سے نہین ہوا بلکہ عمر فاروق نے جناب امیر کو تنگ کیا اور اُنکو ڈرایا اور ہر قسم کا خوف دیا اور اُنپر نہایت درجہ تشدد کیا یہانتک کہ قریب تھا کہ نوبت خونریزی کی پہونچے تب حضرت عباس پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے چچا نے حضرت امیر علیہ السلام کو دباکر بخیال نہونے فتنہ و فساد کے یہ نکاح کر دیا پس اس نکاح سے برائی عمر کی ثابت ہوتی ہی +

چنانچہ اس قول کے ثبوت مین ہم چند سندین علماء شیعہ کی بیان کرتے ہین + (پہلی سند) سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کتاب تنزیہ الانبیا مین فرماتے ہین {فاما انکاحہ فقد ذکرنا فی کتاب الشافی الجواب عن ہذا الباب الخ} یعنی حضرت امیر علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح ساتھہ عمر کے منظور نہین کیا مگر بعد اسکے کہ عمر نے انکو دق کیا اور ڈرایا اور جھگڑا مچایا جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ فتنہ و فساد ہوا چاہتا ہی تب حضرت امیر سے اس کام کو اپنے اختیار مین لے لیا اور ام کلثوم کا نکاح ساتھہ عمر کے کردیا اور یہ ہم بیان کرچکے ہین کہ شرع مین ہرگز ممنوع نہین ہی کہ بجبر و اکراہ لڑکی کا نکاح اُس شخص کے ساتھہ کردیا جاوے جسکے ساتھہ حالت اختیار مین جائز نہو تا خصوصًا عمر جیسے آدمی کے ساتھہ کہ وہ اسلام بھی ظاہر کرتا تھا اور تمام شریعت کا پابند تھا (دوسری سند) مواعظ حسنیہ مین مجتہد صاحب فرماتے ہین کما نقل فی ازالۃ الغین {کہ تزویج ام کلثوم باختیار حضرت امیر واقع نشد الی قولہ بالفرض اگر باختیار ہم باشد عقل این را قبیح نمی داند کہ نکاح با مخالفین جائز باشد بلکہ عقل تجویز میکند کہ حضرت حقتعالی مباح سازد برای ما نکاح کردن را با کفار چہ قباحت نکاح با کفار عقلی نیست مثل قباحت ظلم و قتل و امثال آن وچہ گونہ عقلی باشد و حالانکہ معلوم ست کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دختر خود را با کفار تزویج کردہ و ہرگاہ حقیقت حال چنین باشد پس چہ قباحت ست درینکہ جناب امیر علیہ السلام تزویج نمایند دختر خود را با کسیکہ بہ ظاہر مسلمان باشد} (تیسری سند) قاضی نور اللہ شوستری مصایب النواصب مین لکھتے ہین کہ صاحب استغاثہ فرماتے ہین کہ ایک مخالف نے پوچھا کہ کیا سبب ہی کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح عمر بن خطاب سے کردیا ہم کہتے ہین کہ ہمکو خبر دی ہی ایک جماعت نے ہمارے مشایخ ثقات سے جنمین سے جعفر بن محمد بن ملک کوفی ہین انھون نے احمد بن فضل سے انھون نے محمد بن ابی عمیر سے انھون نے عبد اللہ بن سنان سے کہ مینے سوال کیا امام جعفر سے بابت نکاح ام کلثوم انھون نے جواب دیا کہ {ہو اول فرج غصبت منا} کہ یہ پہلی فرج ہی جو ہمسے غصب کی گئی ہی اور یہ خبر مطابق اُس خبر کے ہی جسکو ہمارے مشایخ نے بابت نکاح ام کلثوم کے ساتھہ عمر کے روایت کیا ہی اور وہ یہ ہی کہ عمر نے عباس کو حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ نکاح ام کلثوم کا اُنکے ساتھہ کردیا جاوے حضرت امیر نے انکار کیا جب حضرت عباس یہ خبر عمر کے پاس لائے تب عمر نے کہا کہ اگر علی میرے ساتھہ نکاح اپنی بیٹی کا نکردینگے تو مین اُنکو قتل کرونگا تب پھر حضرت عباس حضرت علی کے پاس آئے انھون نے تب بھی انکار کیا یہانتک کہ آخر حضرت عباس نے حضرت علی سے کہا کہ اگر تم نکاح نہین کرتے ہو مین کیے دیتا ہون اور تمکو قسم دیتا ہون کہ میرے قول فعل کے خلاف نکرنا اور یہ کہکر حضرت عباس عمر کے پاس گئے

اور کہا کہ نکاح ہمارا ام کلثوم کے ساتھہ ہوا جاتا ہی پس عمر نے آدمیون کو جمع کیا اور کہا کہ یہ عباس چچا علی کے ہین اور علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم پر انکو اختیار دیا ہی اور انکے نکاح کر دینے کو ساتھہ میرے اجازت دی ہی پس حضرت عباس نے نکاح ام کلثوم کا ساتھہ عمر کے کر دیا اور بعد تھوڑی مدت کے انکو عمر کے گھر بھیج دیا فقط اس روایت کو لکھکر قاضی صاحب اسی کتاب مین فرماتے ہین کہ اصحاب حدیث اس روایت کو قبول نہین کرتے لیکن ہمین خلاف نہین ہی درمیان انکے کہ عباس نے ام کلثوم کا نکاح ساتھہ عمر کے کر دیا بعد بہت سے جھگڑے قصے کے پس مین کہتا ہون کہ جس کسی نے اس حکایت سے انکار کیا ہی اسکا مطلب یہ ہی کہ حضرت عباس نے ام کلثوم کا نکاح ساتھہ عمر کے نہین کیا مگر بسبب اسکے کہ جسکو ہمارے مشائخ نے روایت کیا ہی اور وہ مطابق اس روایت کی ہی جو کہ امام صادق علیہ السلام سے مروی ہی کہ حضرت امام نے فرمایا {ہو اول فرج غصبت منا} کہ یہ پہلی شرمگاہ ہی جو ہماری غصب کی گئی +

الحاصل ان روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت علی نے اپنی خوشی سے نکاح نہین کیا بلکہ حضرت عباس نے بزبردستی نکاح کر دیا لیکن یہ قول باطل ہی چند دلیلون سے +

(پہلی دلیل) اگر ہم تسلیم کرین کہ حضرت علی نے خود نکاح نہین کیا بلکہ حضرت عباس کو اختیار دیدیا اور انھون نے نکاح کر دیا لیکن اس سے اصل نکاح کے ہونے مین کچھہ شبہہ نہ رہا اگر حضرت امیر ام کلثوم کے باپ تھے تو حضرت عباس بھی ام کلثوم کے دادا ہوتے تھے اگر باپ نے نکاح نکیا یہی سہی انکی اجازت سے دادا نے نکاح کر دیا اصل مطلب جو ہم ثابت کرتے ہین وہ ثابت ہو گیا +

(دوسری دلیل) حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ لائق زوجیت ام کلثوم کے تھے یا نہ تھے اگر لائق زوجیت کے نہ تھے تو حضرت عباس پر جو کہ حضرت علی مرتضی جناب سید الانبیاء کے چچا تھے معاذ اللہ سخت الزام عائد ہوتا ہی کہ انھون نے فاطمہ کی بیٹی پیغمبر خدا کے پوتی کا نکاح ساتھہ ایسے شخص کے کر دیا جو کہ صلاحیت زوجیت کی نہین رکھتا تھا اور جو ایمان اور زہد و تقوی سے بھی بری تھا پس جو الزام حضرت علی کی ذات (وحاشا جنابہ عن ذلک) موافق اصول شیعہ کے ہوتا ہی وہی حضرت عباس انکے چچا پر ہو گا +

(تیسری دلیل) وکیل اور مختار ہونا حضرت عباس کا حضرت علی کیطرف سے معاملہ تزویج مین ان روایات سے بھی ثابت ہوتا ہی پس شرعا و عرفا فعل وکیل عین فعل موکل ہی اس لیے جو فعل حضرت عباس کا ہی وہی فعل حضرت علی کا سمجھنا چاہیے پس گو یہ نکاح حضرت عباس نے کر دیا ہو مگر جب کہ وہ وکیل اور مختار جناب امیر کے ہوے تو یہ نکاح باجازت جناب امیر کی سمجھنا چاہیے اور اگر حضرت علی نے حضرت عباس کو اجازت نہین دی اور وکیل نہین بنایا تو بلا اجازت انکے حضرت عباس کا

وکیل اور مختار ہونا جائز نہ ٹھہرا اور اس سے سخت الزام حضرت عباس پر آتا ہی اور غصب کرنے مین معین اور مددگار
ہونا انکا ثابت ہوتا ہی اور پھر نکاح کا ہونا بلا اجازت ولی کے لازم آتا ہی اور اُسکا عدم جواز شرعاً و عرفاً ظاہر ہی
اور اس سے جو کچھہ نتیجہ حاصل ہوتا ہی وہ عقلا کو معلوم ہی + خدا حضرات شیعہ کو ذرا عقل و انصاف عطا فرماوے
اور تھوڑی سی غیرت اور شرم عنایت کرے کہ وہ ان اقوال کے نتائج پر غور کرین اور جو جو خرابیان اُنمین ہین اُنپر
نظر فرماوین بار خدایا یہ کیسے دوست اہل بیت کے ہین اور اُنکی فضیلت اور بزرگی کے کیسے قائل ہین کہ ایسی
باتین اُنکی طرف منسوب کرتے ہین اور محبت کے پردے مین اُنکی برائیان بیان کرتے ہین خدا کے لیے
کوئی انصاف کی آنکھہ کھولکر دیکھے کہ وہ کیا کیا تہمتین ائمہ کے اوپر کرتے ہین اور ذرا گوش
ہوش سے پنبۂ غفلت نکال کر سنے کہ یہ حضرات کیسی برائیان اہل بیت اطہار کی بیان کرتے ہین
(نعوذ باللہ من ہفواتہم و من سوء عقیدتہم اللہم احفظنا من شرور انفسہم و من سیئات اعمالہم)
(چوتھی دلیل) اگر ہم تسلیم کرین کہ حضرت علی دل سے راضی نہ تھے کہ نکاح ہووے لیکن حضرت عباس کے
سمجھانے سے راضی ہوے اور وہ رضامندی بھی کچھہ خوشی سے نہ تھی بلکہ مجبوری سے تو اس سے بھی وہی
الزام حضرت علی پر عائد ہوتا ہی جسکے بچانے کے لیے یہ بناوٹ کی گئی ہی یعنی خوف سے جان کے
حضرت عباس کے کہنے کو بہ مجبوری قبول کر لیا اور جان بچانے کے لیے عزت دینا گوارا فرمایا (ونعوذ باللہ
من ذلک) اور اگر خوف جان نہ تھا تو ایسے معاملے مین جسمین عزت و آبرو کی ہتک ہووے اور جس سے
خاندان اہل بیت کو بٹہ لگے کہنا حضرت عباس کا ماننا ضرور نہ تھا بلکہ لازم تھا کہ اپنے انکار پر اصرار فرماتے اور
ہزار عباس سمجھاتے ایک بات بھی اُنکی نہ سنتے بلکہ صاف کہتے کہ چچا تمکو باین بزرگی کیا ہوا ہی جو ایسی
سفارش کرتے ہو اور ہمیشہ کے لیے اہل بیت اطہار مین داغ لگاتے ہو عمر ایک کافر یا منافق یا مرتد یا غاصب
یا خائن ہی کیونکر مجھسے ہو سکتا ہی کہ اپنی بیٹی وہ بھی فاطمہ کے بطن سے جسکی اولاد کو پیغمبر خدا نے اپنی اولاد فرمایا
ہی اور جسکے بیٹون بیٹیونکو سرور انبیاء نے اپنا بیٹا بیٹی کہا ہی ایک کافر یا منافق کو دے دون اور پیغمبر خدا
اور فاطمہ زہرا کی روح کو ایذا دون اور اگر عمر فاروق نہ مانتے اور جبر کرنے ہی پر آمادہ ہوتے تو لازم تھا
کہ اسد اللہی دکھلاتے ذوالفقار کو میان سے باہر نکالتے عرش سے اُتری ہوئی تلوار کے جوہر دکھلاتے
مرحب و عنتر کیطرح غصب کرنیوالون کے ایک ایک وار مین دو دو ٹکڑے کرتے آخر وہ تلوار جسنے جبریل امین
کے پر کاٹے اور وہ ذوالفقار جسنے جعفر جنی کے دو ٹکڑے کیے کسدن کے لیے تھی اور وہ شجاعت
و مردانگی جو بدر و حنین مین کفار کو دکھلائی اور وہ قوت جو جنگ خیبر مین ظاہر فرمائی کس روز کے واسطے
رکھہ چھوڑی تھی برائے خدا کوئی اس عقل کے دشمن فرقے سے پوچھے کہ اس سے زیادہ شیر خدا کے حق مین

دوسری ہتک اور بیحرمتی کی بات کیا ہوگی کہ اُنکی بنات طیبات کو بجبر و اکراہ کافر فاسق لینے پر مستعد ہون اور شیر خدا سرور اولیا سند الاصفیاء سید اوصیاء اسد اللہ الغالب امام المشارق و المغارب امیر المومنین علی بن ابیطالب کافرون کے قتل کرنیوالے خیبر کے فتح کرنیوالے دشمنونکے ایک نگاہ مین ہلاک کرنیوالے ہزار جنون کو ایک دو دستی مین زیر و زبر کرنیوالے جنکی ذات خدا کی قدرت کی نشانی جنکا وجود اللہ کے جلال و عظمت کا نمونہ جنکے نام سے کفار عجم لرزان جنکی صورت سے شجاعان عرب ترسان کیسے علی خدا کے شیر رسول کے بھائی بتول کے شوہر نامدار حسنین کے پدر بزرگوار اشعار

وصی نبی جفت پاک بتول — فروزندۂ شمع دین رسول — فشانندۂ جان براہ خدا
نمایندۂ کفر از دین جدا — درآرندۂ عمر و مرحب زپای — برآرندۂ باب خیبر زجای
رہانندۂ موسی از رود نیل — دمانندۂ گل ز نار خلیل — بساحل رسانندۂ فلک نوح
کشایندۂ بابہاے فتوح — ہواخواہ او جبرئیل امین — بفرمان او آسمان و زمین

نہ کس جز نبی ہم ترازوی او — قوی دست قدرت زبازوی او

باینہمہ شجاعت و ہیبت اور باین جلال و عظمت ایک عمر کے ڈرانے سے ڈر جاوین اور کچھہ چون و چرا نہ کرین اور عار و ننگ کو اپنے اوپر گوارا کرلین اور بلا رضامندی اپنے اُسکے گھر اپنی بیٹی لخت جگر نور نظر کو جانے دین تف ایسے عقیدے پر اور نفرین ایسی تہمت پر شعر

گر مسلمانی این ست کہ حافظ دارد — وای گر از پس امروز بود فردائی

(پانچوین دلیل) دیکھنے سے کتب معتبرۂ شیعہ کے ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ صلاحیت وکالت جناب امیر کی نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ حضرت علی کے نزدیک خوار و ذلیل تھے اگرچہ ہمارا یہ لکھنا حضرات شیعہ کو ناگوار گذرے گا اور ناواقفونکو باعث حیرت و تعجب ہوگا لیکن ہمارا قصور نہین ہی ہم یا ہمارے علما معاذ اللہ اُنکی نسبت ایسا نہین کہتے بلکہ حضرات شیعہ کے محدثین اور مجتہدین اُنکا حضرت علی کے نزدیک خوار و ذلیل ہونا بیان کرتے ہین چنانچہ علامۂ طبرسی علماء شیعہ سے اپنی کتاب احتجاج مین حضرت علی مرتضی سے روایت کرتے ہین کہ {ذہب من کنت اعتضد بہم علے دین اللہ من اہل بیتی و بقیت بین حضرین قریبتی العہد بجاہلیۃ عقیل و عباس} کہ وہ لوگ میرے اہل بیت کے جاتے رہے جنکی قوت کا خدا کے دین مین مجھے بھروسا تھا اور اب صرف دو خوار و ذلیل قریب زمانۂ جاہلیت کے رہ گئے ہین یعنی عقیل اور عباس پس حضرت علی اُنکو خوار و ذلیل کہتے اور اُنکو جاہل سمجھتے تو کیونکر اُنکو اپنا وکیل ایسے

ہم معاملے مین کرتے اور کس لئے انکی بات ایسے بڑے معاملے مین سنتے اور کیون کر انکے کہنے پہ چلتے
شاید حضرات شیعہ نے اسیواسطے حضرت عباس کے اوپر بار نکاح کرا دینے کا رکھدیا ہی کہ وہ بقول انکے قصوری
خوار و ذلیل تھے اسیواسطے ایسی فلت کی باتین کیا کرتے مگر تعجب ہی حضرت امیر علیہ السلام سے کہ آنھون نے
ایسی فلیلیون کی بات کیون سنی اور کیون انکے کہنے پہ عمل فرمایا اور یہ کوئی شیعہ خیال نکرے کہ فقط خوار و ذلیل
کہدینے پر جناب امیر نے قناعت کی ہی بلکہ اگر انکے کتب معتبرہ سے ڈھونڈھا جاوے تو معلوم ہوتا ہی کہ حضرت
امیر نے اپنے اور پیغمبر کے چچا عباس کو صاف گالیان سنائی ہین اور معاذ اللہ معاذ اللہ توبہ توبہ نقل کفر کفر نباشد
جناب امیر نے حضرت عباس کو ولد الزنا بتایا ہی اگر کسیکو شک ہووے تو وہ روضۂ کلینی اور حیوۃ القلوب کو بلاحظہ کرے +
مولانا و بالفضل اولانا مولوی علی بخش خانصاحب اپنے ایک سالے مین اسکی نقل کرتے ہین اُس سے ہم
منتخب کرکے مشتاقین کو سناتے ہین وہو ہذہ ملا باقر مجلسی نے حیاۃ القلوب مین لکھا ہی ﴿کہ ابوجعفر طوسی
بسند معتبر روایت کردہ از امام صادق کہ فضیلہ مادر عباس کنیز مادر زبیر و ابوطالب و عبداللہ ابنای
عبدالمطلب بود عبدالمطلب با او مقاربت کرد کہ عباس ازان بہم رسید زبیر با عبدالمطلب دعوی کرد و بہ بر خاش
برآمد کہ این کنیز از مادر ما بما میراث رسیدہ است تو بی رخصت او با او مقاربت کردی و این فرزند کہ بہم رسید
یعنی عباس بندۂ ما ست پس عبدالمطلب اکابر قریش را بہ شفاعت نزد وی فرستاد کہ تا آنکہ زبیر راضی شد کہ دست
از عباس بدارد بشرطیکہ نامہ نوشتہ شود کہ عباس و فرزندانش در مجلسی کہ ما و فرزندان ما نشستہ باشند نہ نشینند و در
ہیچ امری با ما شریک نشوند و حصّہ نہ برند بہمین مضمون نامہ نوشتہ شد و اکابر قریش مہر کردند و این نامہ نزد ائمہ علیہم السلام بود﴾
پس اس روایت سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت عباس معاذ اللہ معاذ اللہ کنیزک زادے اور توبہ توبہ
ولد الزنا تھے اور انکی کنیزک زادگی وغیرہ کی سند مہری دستخطی ائمہ کے پاس موجود تھی شاید اسی سبب سے حضرت
عباس نے حضرت علی کو ایسا ذلیل کیا کہ انکی بیٹی ام کلثوم کا بہ جبر و اکراہ نکاح عمر کے ساتھ کردیا +
اور جب کہ بروایت اہل تشیع حضرت عباس کی نسبت ولد الزنا ہونا (وحاشا جنابہ عن ذلک)
ثابت ہوا تو لامحالہ انکا دشمن اہل بیت ہونا بھی لازم ہوا اس لیے کہ ہزارہا احادیث اور اقوال سے ثابت
ہی کہ نہ ولد الزنا کا کوئی عمل مقبول ہی نہ وہ کبھی دوستی ساتھ اہل بیت کے رکھے گا کہ اسکو ہم بحار الانوار
اور علل الشرائع اور احتجاج طبرسی اور تالیفات قاضی نور اللہ شوستری سے آیندہ ثابت کرینگے انشاء اللہ تعالی
لیکن یہ بات ایسی مشہور رہی کہ عوام و خواص مومنین اس سے واقف ہین انکے بچونکی زبان پر یہی کلمہ جاری ہی کما قال قائلہم شعر

محبت شہ مردان مجو ز بی پدری
کہ دست غیر گرفتہ است پای مادر او

کوئی صاحب مومنین سے یہ شبہہ نہ کرین کہ یہی ایک روایت حضرت عباس کی نسبت ہوگی بلکہ علاوہ اسکے

بہت سے احادیث واخبار آنکی شان مین موجود ہین چنانچہ ملا باقر مجلسی حیات القلوب مین بہ سند معتبر فرماتے ہین ﴿کہ حضرت امام زین العابدین فرمود کہ در حق عبد اللہ بن عباس و پدرش این آیہ نازل شد من کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرة اعمی﴾ پس اب تو صاف باپ بیٹے دونون کا دنیا و عاقبت مین اندھا ہونا آنکی کتابون سے نکل آیا بلکہ خدا کی شہادت سے اُن دونون یعنی عباس اور آنکے بیٹے عبد اللہ کا اعمی اور بے بصیرت ہونا ثابت ہوگیا استغفر اللہ استغفر اللہ تشیع بھی عجیب مذہب ہی جسکی تیر ملامت سے کوئی نہین بچا اصحاب کو تو کافر او منافق پہلے ہی بنا چکے اہل بیت رہ گئے تھے وہ بھی لعن وطعن سے نہ بچے خدایا تشیع دین مذہب ہی یا الحاد و زندقہ ہی جسکے بانی نہ رسول کا خیال کرتے ہین نہ اہل بیت کا لحاظ رکھتے ہین نہ اصحاب کو برا بھلا کہنے سے چھوڑتے ہین نہ حضرت کے قریبونکو لعن و ملامت سے محفوظ رکھتے ہین پس جو سامنے آیا اُسی کو برا بھلا کہنا شروع کیا جسکا ذکر آیا اُسی پر تبرا کرنے لگے کسیکو صراحتًا کافر بنایا کسیکو اشارتًا منافق کہا کسیکو تقیتًا فاسق ٹھہرایا کسیکو ولد الزنا کسیکو اندھا فرمایا واہ کیا دین ہی اور کیا مذہب جسکے طعن و تشنیع سے کوئی نہ بچا تو ایسے باحیا فرقے کی شکایت ہم صرف اصحاب کے برا بھلا کہنے پر کیا کرین **شعر**

گھائل ترے نظر کا بنوع دگر ہر ایک		زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ ہی نہین	

اگر کوئی مومن حضرت عباس کے اور فضائل اور کمالات کو اس روایت کے معارضہ مین پیش کرے اور اس زخم پر مرہم رکھے تو اُسکو چاہیے کہ اس خیال محال سے درگذرے اور ملا باقر مجلسی کے فیصلے کو جو حیات القلوب مین اُنھون نے کردیا ہی دیکھ لے کہ وہ فرماتے ہین ﴿کہ بدانکہ درباب احوال عباس و مدح و ذم او احادیث متعارض ست واکثر علما بخوبی او میل نمودہ اند وانچہ از احادیث ظاہر میشود آنست کہ او در مرتبہ کمال ایمان نبودہ است﴾ پس ملا صاحب نے سب جھگڑا قصہ ہی طی کردیا اور حضرت عباس کے ناقص الایمان ہونے پر فتوی دیدیا شاید آنکے نقص ایمان کا سبب سب سے زیادہ یہی تصور کیا گیا ہو کہ انھون نے ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر کے ساتھ کرادیا[+]

(چھٹی دلیل) اگرچہ حضرات شیعہ نے واسطے جواز نکاح کے اسلام ظاہری سے حضرت عمر کے اقرار کیا اور آنکو متمسک بکمال شریعت قرار دیا لیکن (ولا یصلح العطار ما افسدہ الدہر) جو رخنہ حضرت عمر کے ایمان مین آنکے بزرگون نے ڈالا ہی وہ اب آنکے بند کرنے سے بند نہین ہوتا اور بغیر ترک مذہب تشیع کے اور اقرار فضیلت حضرت عمر کے اس نکاح کا جواز موافق اصول مذہب شیعہ کے ثابت نہین ہوسکتا اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ موافق عقائد شیعون کے ایمان اور اسلام سے بے بہرہ تھے اور معاذ اللہ منافق اور مرتد تھے اور وہ دشمن اہل بیت کے اور ناصبیون کے پیشوا تھے اور ناصبیون کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز ہی نہین ہی پس نکاح حضرت عمر کا کہ جو کفر اور نفاق اور عداوت اہلبیت مین سب سے

بڑھکر تھے ساتھ ام کلثوم کے جو عزت اور بزرگی ور سیادت مین تمام جہان سے بہتر تھین کیونکر جائز ہوتا چنانچہ ان دونون امرون کو ہم کتب شیعہ سے ثابت کرتے ہین امر اول حضرت عمر کا مومن نہونا امر دوم ناصبی کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز نہونا۔ (امر اول) کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ مطابق اصول شیعہ کے مومن نہ تھے کافر اور منافق اور دشمن اہل بیت کے تھے ایسا صاف کھلا ہوا ہی کہ حاجت سند اور دلیل اور شاہد کی نہین ہی لیکن عبرۃً للناظرین دو ایک روایتین اُنکے یہانکی بیان کرتے ہین۔

(روایت اول) زاد المعاد مین ملا باقر مجلسی حذیفہ بن یمان سے نقل کرتے ہین کہ جب مین نے فضائل روز قتل عمر کے حضرت پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی زبان سے سنی تب سے مین اُنکے کفر پر یقین رکھتا تھا چنانچہ عبارت اُس کتاب کی بلفظہ یہ ہی {حذیفہ گفت پس برخاستم و برخاست حضرت رسول خدا و بخانۂ ام سلمہ رفت من برگشتم و صاحب یقین بودم در کفر عمر تا آنکہ بعد از وفات حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدم کہ او چہ فتنہا برانگیخت و کفر اصلی خود را اظہار کرد و از دین برگشت و دامان بیحیائی و وقاحت برای غصب امامت و خلافت برزد و قرآن را تحریف کرد و آتش در خانۂ وحی و رسالت زد و بدعتہا در دین خدا پیدا کرد و ملت پیغمبر را تغیر داد و سنت آنحضرت را بدل کرد و نصاری و مجوس را از خود راضی کرد و نور دیدۂ مصطفی را بخشم آورد و تدبیر کشتن امیر المومنین کرد و جور و ستم در میانہ مردم علانیہ کرد و ہرچہ خدا حلال کردہ بود حرام کرد و ہرچہ حرام کردہ بود حلال کرد} الی آخر ہذیانات المجلسی ÷ غرض کہ اس روایت سے صاف کفر حضرت عمر کا (ونعوذ باللہ من ذلک) ثابت ہوا اور اُنکا کفر اصلی کا ظاہر کرنا اور مرتد ہوجانا اور قرآن کا تحریف کرنا اور نصاری اور مجوس کو راضی کرنا ثابت ہوا تو اب وہ دعوی جو بعض مجتہدین نے کیا تھا کہ وہ اسلام کے دائرے سے خارج نہین ہوا باطل ہو

(روایت دوم) ملا باقر مجلسی رسالۂ رجعتیہ مین لکھتے ہین کہ امام مہدی علیہ السلام نے ایک سائل کے جواب مین فرمایا کہ ابوبکر و عمر بظاہر کلمہ گو تھے اور بطمع دنیا اسلام کے مظہر ہوے تھے جب اُنھون نے دیکھا کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے اُنکو کوئی حکومت نہ دی تب پیغمبر صاحب کے قتل و ہلاک پر آمادہ ہوے وہو ہذہ عبارتہ بلفظہ {ایشان (یعنی ابوبکر و عمر) از روی گفتۂ یہود بظاہر کلمتین گفتند از برای اینکہ شاید ولایتی و حکومتی حضرت بایشان بدہد و در باطن کافر بودند چون در آخر مایوس شدند با منافقان بربالای عقبہ رفتند و دہنہای خود را بستند کہ کسی ایشان را نشناسد و دبہا انداختند کہ شتران حضرت را رم دہند و حضرت را ہلاک کنند پس خدا جبرئیل را فرستاد و پیغمبر خود را از شر ایشان حفظ کرد} پس اس قول سے شیعون کے امام مہدی کے ثابت ہوا کہ شیخین پیغمبر کے سامنے ہی بسبب مایوسی کے درپی قتل رسول ہوگئے تھے اور حضرت کے ہلاک کرنے کی تدبیر کرچکے تھے تو جو شخص پیغمبر خدا کے قتل پر مستعد ہووے اس سے

زیادہ کفر اور کسکا ہوگا اور جب یہ جرم حضرات شیخین پر امام مہدی فرضی کی زبان سے ثابت ہوگیا تو امام کے قول کو کون رد کر سکے گا (روایت سوم) ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین ایک حدیث کافی کی نقل کی ہی جس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ جو نص جلی امامت مرتضوی کا منکر ہی وہ کافر ہی اور واجب القتل ہی چنانچہ ہم اس حدیث کو استقصاء الافحام سے نقل کرتے ہین {بیان قولہ علیہ السلام من ان یرتدوا عن الاسلام ای عن ظاہرہ والتکلم بالشہادتین فابقاؤہم علی ظاہر الاسلام کان صلاحا للامۃ لیکون لہم اولادہم طریق الی قبول الحق والی الدخول فی الایمان فی کرور الازمان وہذا لاینافی مامر وسیأتی ان الناس ارتدوا الا ثلثۃ لان المراد فیہا ارتدادہم عن الدین واقعا وہذا محمول علی بقاءہم علی صورۃ الاسلام وظاہرہ وان کانوا فی اکثر الاحکام الواقعیۃ فی حکم الکفار وخص ہذا بمن لم یسمع النص علی امیر المومنین علیہ السلام ولم یبغضہ ولم یعادہ فان من فعل شیئا من ذلک فقد انکر قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکفر ظاہرا ایضا ولم یبق لہ شیٔ من احکام الاسلام ووجب قتلہ} انتہی بلفظہ یعنی یہ فرمایا ہی حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام نے کہ جناب امیر علیہ السلام نے دعوی امامت کا اس خوف سے نہ کیا کہ ایسا نہو کہ اصحاب اسکو نہ قبول کرین اور اسلام چھوڑ دین اور مرتد ہو جاوین اور مرتد ہو جانے سے غرض یہ ہی کہ ظاہر اسلام کو چھوڑ دین اور کلمہ شہادت سے منکر ہو جاوین اس لیے انکا اسلام ظاہری پر باقی رکھنا امت کے حق مین بہتر تھا تاکہ شاید وہ یا انکی اولاد مین سے کوئی حق کو قبول کرے اور کسی آیندہ زمانے مین مومن ہو جاوے اور یہ مخالف اس روایت کے نہین ہی کہ سب اصحاب مرتد ہو گئے تھے مگر تین اس لیے کہ مراد اس ارتداد سے ارتداد واقعی ہی اور ارتداد جسکا ذکر امام نے کیا نہ پھرنا انکا ظاہری اسلام کی نظر سے ہی اگرچہ وہ اکثر احکام واقعی مین حکم کفار مین داخل تھے لیکن یہ اسلام ظاہری بھی صرف انھین لوگونکی نسبت ہی جنھون نے نص امامت امیر المومنین علیہ السلام کو نہین سنا اور انسے دشمنی اور عداوت نہین رکھی اور جسنے نص امامت سنکر اس سے انکار کیا یا عداوت رکھی تو اسنے پیغمبر خدا صلوات اللہ علیہ کے قول سے انکار کیا اور ظاہر مین بھی کافر ہو گیا اور کوئی حکم اسلام کا اسکے لیے باقی نہین رہا اور اسکا قتل کرنا واجب ہو گیا فقط اور صاحب استقصاء الافحام اس حدیث کے لکھنے کے بعد خود یہ فرماتے ہین کہ {اگر غرض از نقل این عبارت محض اثبات این معنی ہست کہ صاحب بحار ثلثہ واتباع ایشان را کافر و مرتد میداند پس البتہ این معنی بسر و چشم مقبول ست اصلا جای استنکاف و انکار نیست} پس باقرار صاحب بحار الانوار اور صاحب استقصاء کے کافر ہونا خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم کا ثابت ہوا اور انکا اسلام ظاہری بھی انکے قول سے جاتا رہا تو اب درمیان ایمان وکفر کے کوئی واسطہ تیسرا جسکو اسلام کے نام سے تعبیر کرتے ہین باقی نرہا اور جب کافر ہونا انکا نعوذ باللہ ثابت ہوا

تو نکاح ام کلثوم کا کافر کے ساتھہ لازم آیا تو اب کہان رہا قول سید مرتضی علم الہدی کا جو انھون نے
شافی اور تنزیہ الانبیا مین فرمایا ہی کہ حضرت عمر مظہر اسلام اور متمسک بتمام شریعت تھے اس واسطے
اُنکے ساتھہ نکاح کر دینے مین کچھہ خلل دینی نہ تھا اور باطل ہوگیا قول صاحب نزہہ اثنا عشریہ کا جو انھون نے
جواب مین تحفہ کے فرمایا ہی کہ کسی امامیکا یہ قول نہین ہی کہ حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹی کافر کو دی ہو
بلکہ بدعتی اور مظہر اسلام اور منافق کو دی ہی اور ممنوع اور حرام نکاح کرنا ساتھہ مشرک کے ہی نہ کہ بدعتی
اور منافق کے اس لیے کہ اُنکے امام فرضی کی زبان سے موافق روایت بحار الانوار کے صاف کفر خلفاء
ثلثہ کا اور واجب القتل ہونا اُنکا ثابت ہوتا ہی عجب حال ہی علماء شیعہ کا کہ جب جیسا موقع ہوتا ہی
ویسا ہی کہنے لگتے ہین جیسی ضرورت ہوتی ہی ویسی ہی حدیثین بنا لیتے ہین کبھی تو حضرت عمر کو کافر اور
منکر اسلام اور واجب القتل کہتے ہین کبھی اُنکو مظہر اسلام اور متمسک سائر الشریعت فرماتے ہین ؛
جو کہ امر اول یعنی کفر حضرت عمر کا ونعوذ باللہ منہ موافق روایات صحاح اہل تشیع کے ثابت ہوگیا اب
ہمکو اس امر کی ضرورت باقی نہین رہی کہ ہم اس مسئلے کو ثابت کرین کہ نکاح مومنہ کا ساتھہ
ناصبی کے گو وہ مظہر اسلام ہو جائز نہین ہی لیکن تا کہ وہ لوگ جو ان روایات کو غلط سمجھین اور کفر ظاہری کے قائل ہون
اور اسلام کا حکم حضرت عمر پر جاری کرین موافق اپنے اصول کے اس نکاح کو جائز نہ سمجھین ہم اس مسئلہ کو بھی بیان کرتے ہین ؛

(امر دوم) یعنی نہ جائز ہونا نکاح مومنہ کا ساتھہ ناصبی کے {روی الکلینی عن الفضیل بن یسار قال
سألت اباعبداللہ عن نکاح الناصب فقال لا واللہ ما یحل قال فضیل ثم سألتہ مرۃ اخری فقلت جعلت
فداک ما تقول فی نکاحہم قال والمرأۃ العارفۃ قال ان العارفۃ لا توضع الا عند عارف} کلینی مین روایت
ہی کہ فضیل کہتے ہین کہ مینے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ناصبی کا نکاح جائز ہی تو حضرت نے
فرمایا کہ خدا کی قسم ہرگز حلال نہین ہی پھر دوسری مرتبہ مینے پوچھا تو امام نے فرمایا کہ عورت عارفہ ہی
یعنی مومنہ ہی مینے کہا کہ ہان تب امام نے فرمایا کہ عارفہ نہین رہیگی مگر پاس عارف کے یعنی مومنہ کا
مومن کے نکاح مین ہونا چاہیے پس اس روایت سے صاف ثابت ہوگیا کہ حضرت امام کے ارشاد
کے مطابق نکاح عارفہ کا نہین جائز ہی مگر ساتھہ عارف کے پس یا حضرت عمر کو مومن اور عارف کہین یا
حضرت ام کلثوم کو ایمان اور معرفت کے دائرے سے خارج کرین ونعوذ باللہ منہ غرضکہ اب موافق
قول امام کے سوائے اُن دو حالتون کے تیسری حالت منتظرہ باقی نہین رہی حقیقت یہ ہی کہ اس قول
سے امام کے حضرت عمر کا عارف اور کامل الایمان ہونا ثابت ہوتا ہی اس لیے کہ اگر وہ ایسے نہ ہوتے
تو ام کلثوم کا نکاح حضرت امیر اُنکے ساتھہ کسی حالت مین گو کہ اُسکو حضرات شیعہ جبر و اکراہ سے

تعبیر کرین نہوے دیتے کیا جناب امیر اِس آیت کے مضمون سے واقف نہ تھے اَلْخَبِيثَاتُ
لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ
اور کیا حضرت علی اس حدیث سے جو امام جعفر صادق نے فرمائی منکر تھے کہ {العارفة لاتوضع الاعند
عارف} پس با وجود ہونے ایسی آیت اور قول امام کے کیونکر حضرت علی اُسکے خلاف کرتے
جب کہ ہم اس امر کو ثابت کر چکے کہ یہ نکاح بجبر واکراہ نہین ہوا تو ہمکو ضرورت اُس قول ناپاک سے بحث کرنے
کی نہین رہی جسکو علماء شیعہ نے امام کیطرف منسوب کیا ہی کہ امام نے فرمایا کہ {ہو اول فرج غصبت
منا} کہ یہ پہلی شرمگاہ ہی جو غصب کی گئی لیکن عبرتا للسامعین اُسکو بھی بغیر بحث کے چھوڑنا مناسب نہین سمجھتے
پوشیدہ نہ رہے کہ محدثین شیعہ روایت کرتے ہین کہ امام صادق علیہ السلام سے کسی نے اِس نکاح
کی نسبت سوال کیا تو امام نے فرمایا کہ {ہو اول فرج غصبت منا} صاحب تحفہ قدس سرہ اس بحث
مین لکھتے ہین (سبحان اللہ چہ کلمہ الیست کہ از زبان ایشان بر مے آید نزدیک ست کہ آسمان فرو افتد
و زمین بشگافد اول در حق آن سیدۂ پاک بضعۃ الرسول فلذہ کبد البتول چہ فحش و سوء ادب ست و
کدام خصلت خبیثہ را بدامن پاک آن طاہرہ مطہرہ می بندند دیگر در حق حضرت امیر و حضرت حسنین چقدر
بے حفاظتی و بے ناموسی ثابت می کنند و در حق حضرت صادق کہ این کلمہ بر آنجناب تہمت می نمایند
چہ قدر بے حمیتی و بے غیرتی اعتقاد دارند این لفظ را اول بزرگان بزبان نمی آرند علی الخصوص ذکر
این عضو مستور الاسم و المسمی از اقارب بلکہ بزرگان خود امریست کہ اراذل و اوباش نیز ازان احتراز واجب
میدانند) اِسکا جواب علامہ کشمیری نے نزہہ مین چند طرح پر دیا ہی کما قال {مردود ست بچند وجہ
اول آنکہ بر تقدیر تسلیم صحت روایت و محفوظ بودن آن انچہ افادہ فرمودہ تسویل و تخویلی بیش نیست}
اِس عبارت سے علامہ کشمیری کی معلوم ہوتا ہی کہ اِس روایت کی صحت اُنکے نزدیک مسلم نہین ہی
حالانکہ بر تقدیر تسلیم صحت کہنا عوام کو دھوکا دینا ہی اس لیے کہ یہ حدیث چند طرح سے موافق اصول شیعہ کے ثابت ہی
اوّل یہ حدیث کافی کلینی مین جسکو حضرات شیعہ اصح الکتب کہتے ہین بانہین الفاظ سے امام صادق سے مروی ہی[+]
دوسرے قاضی نور اللہ شوستری نے مصائب النواصب مین اس حدیث کو چند جگہ نقل کیا ہی
چنانچہ جہان بحث فاروق و ام کلثوم کی لکھی ہی اُسکی بحث نجم مین چند جگہ اُسکا ذکر کیا ہی اور کسی جگہہ
اُس سے اِنکار نہین کیا چنانچہ ترجمۂ فارسی اُسکا کما ہو منقول فی ازالۃ الغین یہ ہی {واما خامساً بواسطہ آنکہ
قول امام صادق علیہ السلام کہ این اول فرجی ست کہ غصب کردہ شدہ از ما مستلزم وقوع زنا نیست}
اور پھر اسی بحث مین قول صاحب استغاثہ کو نقل کر کے اِس طرح فرماتے ہین و ترجمتہ فی الفارسیۃ ہکذا

{خبر داده اندما را جماعتی از مشایخ ثقات ما از ایشان جعفر بن محمد بن ملک کوفیست از احمد بن فضل از محمد
ابن ابی عمیر از عبداللہ بن سنان گفت سوال کردم جعفر بن محمد صادق علیہ السلام از تزویج عمر از ام کلثوم
پس گفت این اول فرجی ہست کہ غصب کردہ شدہ از ما} اور بعد اسکے پھر قاضی صاحب لکھتے ہین {و مثال
روایتی ہست کہ از صادق علیہ السلام کردہ اند کہ گفتہ کہ این اول فرجی ہست کہ از ما غصب کردہ اند} اور پھر
جہان جناب امیر علیہ السلام کی صبر اور تحمل بر وصیت رسول کا ذکر کیا ہی وہان قاضی صاحب موصوف فرماتے
ہین وترجمتہ فی الفارسیۃ ہکذا {چون عمر خواستگاری ام کلثوم نمود علی متفکر شد وگفت اگر مانع شوم او قصد
قتل من خواہد کرد و اگر قصد قتل من کند و ممانعت کنم او را از نفس خود بیرون روم از اطاعت رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس تسلیم ابنہ درین حال اصلح بود از قتل او و بیرون رفتن از وصیت رسول خدا
پس تفویض نمود امر او را بخدا او دانستہ بود کہ انچہ عمر غصب کرد از اموال مسلمانان و ارتکاب کردہ از انکار حق
او و قعود بجای رسول خدا و تغیر احکام آلہی و تبدیل فرائض خدا چنانچہ گذشت اعظم ست نزد حقتعالی و اقطع
و اشنع ست از اغتصاب این فرج پس تسلیم کرد و صبر نمود} اور علاوہ اسکے اور طرق متکثرہ سے ثبوت
ان الفاظ کا ہوتا ہی پس علامہ کشمیری کا بر تقدیر تسلیم صحت کہنا صرف دھوکا دینا ہی جو کہ شعار قدیم
علماء متقدمین شیعہ کا ہی اگر یہ الفاظ امام نے نہین فرمائے اور انکی کتابون مین مذکور نہ تھے تو چاہیے
تھا کہ صاف انکار کرتے اور اگر مذکور تھے تو اُسکا اقرار کرتے بر تقدیر تسلیم صحت کہنا کیا معنی +
غرض کہ اس حدیث کی صحت مین کچھ شک و شبہہ نرہا اب ہم توجیہ اور تاویل علماء شیعہ کی جو اس لفظ کی
نسبت ہی بیان کرتے ہین علامہ کشمیری نزہہ مین لکھتے ہین کہ {مراد ازین کلام آنست کہ این نکاح
اول نکاحیست کہ از خاندان عالیہ بغیر طیب خاطر اولیا بطریق اجبار و اکراہ بنا بر مصلحت وقت واقع
شدہ و سبب وقوع آن باجبار و اکراہ تعبیر ازان بغصب فرمودہ اند و درینمعنی ہیچگونہ شناعتی نیست و
مع وضوح المرام لاعبرۃ بالالفاظ عقد نکاحیکہ بغیر طیب خاطر باشد اصلا مستلزم زنا نیست} خلاصہ اس
توجیہ کا یہ ہی کہ غصب بمعنی عدم رضا کے ہی اور مطلب {اول فرج غصبت منا} جو امام نے فرمایا ہی
یہ ہی کہ یہ پہلا نکاح ہی کہ خاندان اہل بیت اطہار سے بلا رضامندی ولی کے بجبر و اکراہ ہوا اور لفظ غصبت
مستلزم زنا نہین ہی لیکن یہ توجیہ بجاے خود نہین ہی اس لیے کہ اگر یہ معنی حضرت امام کے دل مین
تھی تو چاہیے تھا کہ اُنھین لفظون مین ادا فرماتے نہ کہ ایسا لفظ کریہ (وحاشا جنابہ عن ذلک)
زبان پر لاتے پس لفظ غصبت کا فرمانا اور عدم رضا مراد لینا بلا وجہ الفاظ کو اُنکے حقیقی معنی سے پھیرنا ہی +
علاوہ برین جو نکاح صحیح نہو وہ مستلزم زنا ہی اور از روے کتب معتبرہ امامیہ کے مثل غنیہ اور تبصرہ

اور کنز العرفان اور غایۃ المرام وغیرہ کے ثابت ہی کہ نکاح مومنہ کا ساتھہ ناصبی کے درست نہین ہی پس جب ایک عام مومنہ کا نکاح ایک عام ناصبی کے ساتھہ درست نہو تو کیونکر نکاح قدوۂ مومنات بنت بضعہ سرور موجودات کا ایک کافر یا منافق کے ساتھہ درست ہوگا + یہ فرمانا علامہ کشمیری کا کہ {در معنی ہیچگونہ شناعتی نیست} انھین کو زیبا ہی بلاشک نزدیک عبد اللہ بن سبا یہودی کے مقلدین کے جو کہ لباس محبت اہلبیت مین چاہتے ہین کہ اصول و فروع شریعت مصطفوی کو برہم کرین اور بیخ اسلام و دین محمدی کو اکھیڑ دین اور خوارج اور نواصب سے بھی گوی سبقت لیجاوین انوخارف دنیوی بپرایۂ مداہنت اور قربت مین تحصیل کرین بیشک یہ امر کب بعید معلوم ہوگا کہ رسول کی پوتی فاطمہ زہرا کی بیٹی حسن مجتبی کی بہن ایک رئیس مرتدین اور سرگروہ منافقین کے گھر مین غصب سے جاوے اور وہ غاصب جو چاہے سو کرے اور پھر بھی نہ شیر خدا نہ حسن مجتبی نہ شہید کربلا کچھہ چون وچرا کرین اور ایسے واقعۂ ہوشربا کا تماشا دیکھتے رہین ورنہ ہمسے ناقص ایمان والونکے تو ایسے سانحے کے سننے سے ہوش پران ہوتے ہین اور ہمارے ضعیف دل زبان حال سے الامان الامان پکارتے ہین ہم حضرات شیعہ کیسی محبت کہان سے لاوین کہ خود ہی امام کی زبان سے {اول فرج غصبت منا} کی روایت کرین اور پھر خود ہی اُسکی نسبت ہیچگونہ شناعتے نیست کا کلمہ زبان پر لاوین اور ایسے الفاظ ناملایم اور نامناسب کو سنکر شادیانے خوشی اور فرحت کے بجاوین اور اپنے دین وایمان کے دعوی مین ثابت قدم رہین اور ہرگز اسکو خلاف شان ائمہ کے نہ سمجھین اور اس سے انکی فضیلت وعزت مین کچھہ خلل کا خیال بھی نہ کرین فقط بعد اسکے علامہ کشمیری فرماتے ہین کہ {ہرگاہ جابرے شخصے را در طلاق دادن زوجہ اش اجبار نماید و عرف میگویند غصبت زوجتہ باوصف آن اگر جابر عقد نکاح باآن زن بکند نزد امام اعظم ابو حنیفہ کوفی زنا متحقق نمیشود وآن جابر زانی نیست} معلوم نہین کہ علامہ کشمیری نے باین علم وعقل اس جملے کے لکھنے سے جواب عبارت تحفہ کا کیا تصور فرمایا ہی اس لیے کہ الزام شاہ صاحب قدس سرہ کا مطابق اصول شیعہ کے ہی نہ موافق اصول حنفیہ کے پس انکو اپنے اصول پر جواب دینا چاہیے امام ابو حنیفہ کے اصول پر نظر کرنے سے کیا حاصل اگر وہ فقہی مسائل مین ابو حنیفہ کے قول پر چلنا چاہتے ہین اور سوائے اسکے دوسرا چارہ اس بلا کے جانکاہ سے نکلنے کا نہین دیکھتے تو دل ما شاد چشم ما روشن وہ فروع حنفیہ کو اختیار کرین اور اُسپر عمل فرماوین لیکن صرف فروع کو لینا اور اصول وعقائد کو چھوڑنا کارآمد نہین ہی پس ایک کلمہ کہکر حنفیہ کے شریک ہو جاوین اور فضیلت فاروقی کا اقرار کرنے لگین پس نہ کچھہ جھگڑا رہے نہ قصہ نکاح کے ہونے کو بھی تسلیم کرلین اُسکے نسبت الطیبات للطیبین پڑھنے لگین ورنہ جب کہ موافق مذہب امامیہ کے نکاح مومنہ کا ساتھہ نواصب کے جائز ہی نہین ہی تو بیچارے ابو حنیفہ کے قول سے اُنکو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اگر کوئی روایات حضرات شیعہ کو دیکھے تو اُسکو شناعت اس فعل قبیح کی جسکو {ہو اول فرج غصبت منا} سے تعبیر کیا ہی معلوم ہووے کہ شیخ صدوق نے معانی الاخبار

وغیرہ مین معاذاللہ معاذاللہ توبہ توبہ نقل کفر کفر نباشد حضرت عمر کو ولد الزنا قرار دیا ہی اور اسکی سند امام
تک پونچائی ہی کما قال فی معانی الاخبار {حدثنا علی بن احمد بن موسی رضی اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن ابی عبد اللہ
الکوفی عن موسی بن عمران النخعی عن عمہ الحسین بن یزید النوفلی عن علی بن ابی حمزۃ عن ابی بصیر قال سألتہ عما روی
عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان ولد الزنا شر الثلثۃ قال علیہ السلام عنی بہ الاوسط انہ شر ممن تقدمہ وممن تلاہ}
یعنی ابی بصیر روایت کرتا ہی کہ مینے امام علیہم السلام سے پوچھا کہ یا حضرت اس حدیث پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام
کے کیا معنی ہین کہ {ولد الزنا شر الثلثۃ} کہ ولد الزنا تینون مین سے بدتر ہی امام نے فرمایا کہ مراد اس سے عمر ہی کہ
وہ اپنے پہلے یعنی ابوبکر سے اور اپنے پچھلے یعنی عثمان سے بھی بدتر ہی اور تینون سے زیادہ برا ہی پس جب ایسے ناپاک
مذہب کے معتقدین ائمہ کیطرف ایسی تہمت کرین اور انکی زبان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا اولاد زنا سے ہونا
بیان کرین ونعوذ باللہ منہ تو اگر بنت فاطمہ کا ایسے شخص کے ساتھہ نکاح ہونے کو امام کی زبان سے بالفاظ {اول
فرج غصبت منا} کے لفظون سے ادا کرے کے مصداق سود الوجہ فی الدارین نہون تو کیا کرین + لیکن اگر
ہم اس امر کو بھی تسلیم کرین کہ موافق اصول شیعہ کے لفظ کفر کا اطلاق حضرت عمر پر نہین ہوتا اور انکا مظہر اسلام اور
متمسک تمام شریعت ہونا ثابت ہوتا ہی اور اس بات کو بھی فرض کرلین کہ انکے مذہب مین نکاح کر دینا ساتھہ
ناصبی کے مومنہ اور عارفہ کا بھی جائز ہی لیکن حضرات شیعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے نفاق و بدعت سے کیونکر
انکار کرینگے اور انکے مومن اور مخلص اور تابع سنت ہونے کو کیونکر قبول کرینگے اگر وہ یہ قبول کرلین کہ حضرت عمر
نہ منافق تھے نہ بدعتی بلکہ سچے مومن اور پکے تابع سنت تھے فنعم الوفاق اگر اسکو نہ مانین تو سب توجیہات
جو علماء نے نکاح ام کلثوم مین کی ہین عبث اور فضول اور بیکار ہوئی جاتی ہین اس لیے کہ جو شناعت نکاح مین
ساتھہ کافر کے ہی اس سے بڑھکر قباحت نکاح مین ساتھہ منافق کے ہی چنانچہ خود صاحب نزہہ اثنا عشریہ نے
اسکا اقرار کیا ہی اور اس مضمون کو ان لفظون سے ادا فرمایا ہی {قال الفاضل الناصب چہارم آنکہ گویند کہ
حضرات بنات و اخوات خود بہ کفرہ فجرہ بزنی میدادند مثل حضرت سکینہ کہ در نکاح مصعب بن زبیر بود و
علی ہذا القیاس دیگر قریبان خود را در عقد کفرہ و نواصب در آوردند چنانچہ در کتاب الٰہیات بہ تفصیل شروح است
اقول وبہ نستعین اگر مراد از کافر دو قول او گویند حضرات بنات و اخوات خود را بہ کفرہ فجرہ میدادند مشرک ست این قول
کذب محض ست چہ ہیچیک از امامیہ قایل باین قول نیست و اگر مراد از ان مبتدع ست بہ بدعتی کہ منجر بہ کفر صاحبش نہ شود
کہ اورا کافر تاویل گویند یا منافق کہ مظہر اسلام و متمسک بہ سائر شریعت باشد مسلم و محذوری ندارد بہ فحوای
ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا الآیہ ممنوع و محرم انکاح با مشرک ست و بر حرمت مطلق انکاح مبتدع کذائی و تزویج
با منافق دلیلی قایم نیست و قیاس یکی بر دیگری مع الفارق چہ منافق اگرچہ جرمش در حقیقت عظیم تر ست و فسادش

درشریعت شدید تر و بہ فحوای ان المنافقین فی الدرک الاسفل درعقبی بعقوبت الیم گرفتار ست لیکن حکمت آلہیۃ داعی
ومقتضی آن شد کہ احکام مشرکین ومنافقین در دار دنیا ازہم ممتاز باشد وازینجاست کہ مشرکین بہ فحوای فاقتلوا المشرکین
حیث وجدتموہم معاقب وماخوذ گردانیدہ منافقین را ازین ورطہ نجات بخشیدہ} اس تحریر پر علامہ کشمیری کی ہم
اُنکا دل وجان سے شکر ادا کرتے ہین اور اپنی ممنونی ظاہر کرتے ہین کہ جو بات ہمکو لکھنی چاہیے تھی وہ خود علامہ ممدوح نے
لکھدی اور جو تکلیف ہمکو کرنی پڑتی وہ خود گوارا فرمائی اور ان فقرونکو لکھکر کہ {منافق اگرچہ جرمش درحقیقت
عظیم ترست وفسادش درشریعت شدید تر} ہماری طرف سے خود ہی جواب دیدیا لیکن ہم محو حیرت
ہین کہ علامہ ممدوح نے صاحب تحفہ قدس سرہ کے اعتراض کے جواب مین اس تحریر سے کیا فائدہ خیال کیا
اس لیے کہ اُنکا اعتراض اسپر ہی کہ شیعون کے نزدیک حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹیان کافرکو دی ہین علامہ
اُسکے جواب مین فرماتے ہین کہ نہین کافرونکو نہین دین بلکہ منافقونکو اسپر ہمارا یہ جواب ہو تا کہ نکاح مومنہ کا
ساتھہ کافر کے حرام ہونے پر کوئی دلیل عقلی نہین ہی بلکہ صرف قباحت شرعی ہی اور وہ قباحت منافق
کے ساتھہ نکاح کرنے مین بھی موجود بلکہ کچھہ زیادہ ہی وہ خود حضرت نے فرمادیا پس اب اہل انصاف
غور کرین کہ اعتراض صاحب تحفہ کا اس سے اور مدلل ہوگیا یا اُنکا اعتراض اس جواب سے اُٹھہ گیا +
باقی رہا یہ امر کہ احکام منافقین کی بہ نسبت کافرون کے ظاہر شریعت مین سخت نہین ہین اُسکا جواب یہ ہی کہ چونکہ
منافق ظاہر مین اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہین اور احکام شریعت ظاہر پر جاری ہین اس لیے وہ قتل وغیرہ
سے محفوظ ہین اور اسکا سبب یہ ہی کہ کوئی شخص سوائے خدا کے علم غیب نہین رکھتا جو دل کا حال جانے پس
شریعت نے نظر بر ظاہر اسلام اُنکے قتل کا حکم نہین دیا لیکن موافق اصول شیعہ کے ائمہ کرام کو علم ماکان وما
یکون حاصل ہوتا ہی اور امور پوشیدہ اُنپر روشن ہوتے ہین اور حالات قلوب بنی آدم اُنپر ظاہر ہوتے
ہین پس اُنکو منافقون سے احتراز کرنا اور اُنکو ذلت دینا اور اُنسے عداوت رکھنا اور اُنسے قرابت نکرنا
بلکہ اگر وہ کسی دینی کام مین مدد کرنا چاہین تو اُنسے اعانت نہ لینا اور اُنکو کسی دینی کام مین شریک نہ کرنا اور اگر
وہ مرجاوین تو اُنپر نماز جنازے کی نہ پڑھنا اور اُنکے لیے استغفار نکرنا واجب ولازم ہی چنانچہ جن منافقون کا
نفاق پیغمبر صاحب کے سامنے کھل گیا تھا یا جنکے نفاق کی خبر خدا سے جلشانہ نے حضرت کو دے دی
تھی اُنکے ساتھہ اسی طرح پر برتاؤ کرنے کے لیے آیات قرآنی نازل ہوئین اور اُنکے لیے سخت احکام
صادر ہوے بلکہ جسطرح پر جہاد کرنے کا حکم اوپر کفار کے ہوا اُسی طرح پر اوپر منافقون کے ہوا
جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہی کہ یا ایھا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم وماواہم جہنم وبئس المصیر
کہ اے پیغمبر جہاد کر اوپر کافرون کے اور منافقون کے اور نہایت سختی کر اوپر اُنکے اور جگہہ اُنکی جہنم ہی +

غرضکہ جب اُن منافقون کا جنکے نفاق کا حال معلوم ہوگیا حال مثل کفار کے ہو اور جہاد بھی اُنپر واجب ہو
اور اُنپر غلظت اور شدت بھی مثل کفار کے کرنے کا حکم ہو تو پھر نکاح مین درمیان کفار کے اور اُن
منافقون کے کیا فرق رہا اب سوائے اسکے کہ یا حضرات شیعہ حضرت عمر کو منافق نہ کہین اور اس کلمۂ کفر کے
کہنے سے باز آوین یا کہ اس نکاح کو حرام جانین دوسرا کوئی علاج نہین ہی + اگرچہ علمار شیعہ نے اس معاملے
مین عوام کے فریب دینے کو اور جاہلون کے سمجھانے کو بہت ابلہ فریبی کی تقریر کی ہی اور حضرت عمر کو
مظہر اسلام کہکر اِس نکاح کا جواز ثابت کیا ہی لیکن یہ فریب ذرا سی بات مین کھلا جاتا ہی اور یہ سب توطیہ
اُنکا ایک ادنیٰ بات مین ہباءً منثورا ہوا جاتا ہی یعنی ہم ایک استفتا کرتے ہین اُسکا فتوی لکھدین اور جو بات
ہم پوچھتے ہین اُسکے جواب مین صرف لا یا نعم فرما دین و ہو ہذہ (کیا فرماتے ہین جناب قبلہ وکعبہ اِن
دو مسئلو نمین جن مین سے پہلا یہ ہی کہ ایک منافق جسنے خدا کی کتاب مین تحریف کی جسنے پیغمبر کی سنت کو
بدلا جسنے حضرت فاطمہ علیہا السلام کا حق غصب کیا جسنے معصومہ کے جسم اطہر پر ایسا صدمہ جسمانی پونہچایا
کہ اس سے معصوم بچہ شہید ہوا اور جسنے سیدۃ النسار کا حق نہ دیا اور اُنکو جھوٹا جانا اور اُنکا دعوی ارث
پدری کا نہ سنا اور جسنے امیر المومنین علی علیہ السلام کا حق غصب کیا اور جسنے اُنپر جبر وظلم کیا وہ ایک
مومنہ عارفہ کے ساتھہ نکاح کرنا چاہتا ہی جائز ہی یا نہین + (دوسرا مسئلہ) ایک مومن نے
جسکو خدا نے ذاتی شجاعت اور شرافت مین یکتای روزگار پیدا کیا ہی اور جسکے بازو کو قوت اور طاقت
قلعہ شکنی کی دی اور جسکو جرأت دس ہزار جنگی سوار کے ساتھہ لڑنے کی دی ہی اپنی بیٹی مومنہ عارفہ کا نکاح
ایک منافق مرتد غاصب خائن کے ساتھہ صرف اُسکی تہدید زبانی پر کردیا اُسکی نسبت کیا حکم شرعی ہی آیا
وہ گنہگار ہوا یا نہین) اور اگر ایسے استفتار پر فتوی دینے مین بھی چون وچرا کو جناب قبلہ وکعبہ دخل دین اور
صاف جواب نہ دین تو اُنسے ہم ایک صاف مسئلہ پوچھتے ہین اُسکو لکھدین (کیا فرماتے ہین علما دین اور
مفتیان شرع متین کہ نکاح مومنہ کا ساتھہ سنی ناصبی کے جائز ہی یا نہین) پس جو کچھہ جواب اِسکا لکھدین
وہی تمام اس بحث کے طی کرنے کے لیے کافی ہی پھر نہ کسی توجیہ کی حاجت ہی نہ کسی
تاویل کی ضرورت ہی ایک دو حرفی فتوے پر مدار اِس تمام قصے جھگڑے کے فیصلے کا ہی
بس ای حضرات شیعہ بنظر عنایت اس سوال کا جواب لکھدو اور اس جھگڑے قصے کو میٹو + شعر

ادا سے دیکھہ لو جاتا رہے گِلہ دل کا	بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہی فیصلہ دل کا

بعد اسکے علامہ کشمیری بجواب تحفہ کے فرماتے ہین { استبعاد ذکر فرج مستور الاسم والمسمیٰ بزبان اکابر
درکمال استعجاب ست و در واقع ز اثر خائیست کہ ہیچ خرنہ نماید چہ در کلام الٰہی کہ چند جا ذکر این عضو مستور الاسم

والمسمی جاری شدہ وحضرت عائیشہ صدیقہ در مجالس ومحافل نام عضو مخصوص حضرت سرور عالم علیہ السلام کہ
مستور الاسم ست بزبان می بروند الخ ÷ اِس تقریر سے مطلب علامہ کشمیری کا یہ ہی کہ شاہ صاحب کا یہ فرمانا
کہ لفظ فرج کا زبان پر امام کے آنا خلاف شان بزرگی کے ہی موجب تعجب ہی اِس لیے کہ خدا کے کلام
مین یہ لفظ مذکور ہوا ہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عضو مستور الاسم کا نام لیا ہی تو پھر امام نے اگر
لیا تو کیا گناہ کیا فقط جواب اِسکا یہ ہی کہ یہ نافہمی اور نادانی حضرت علامہ کی ہی اس لیے کہ آیات اور
احادیث مین اگر نام اِس عضو کا ہی تو مسائل شرعیہ کے بیان مین یا ستایش مومنین کے مقام پر ہی نہ کہ ایسے
موقع ومحل پر جو محل نزاع ہی اور مسائل شرعیہ کے بیان مین ایسے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہی تو اُسکے بیان کا
ایک سبب خاص ہی ہان اگر شاہ صاحب اُن احادیث واخبار امامیہ پر طعن کرتے جنھین واسطے بتانے
مسئلہ شرعی کے اس عضو کا نام لیا گیا ہی تو یہ معارضہ بالتمثیل صحیح ہوتا حالانکہ صدہا احادیث امامیہ مین
ائمہ کرام کی زبان سے اِس عضو کا نام مذکور ہی اور شاہ صاحب نے کسی پر کچھہ اعتراض نہین کیا اور اس محل خاص
پر جو اعتراض کیا اُسکا مطلب یہ ہی کہ اراذل عوام کو بھی اس قدر غیرت اور حیا ہوتی ہی کہ اگر کوئی اُنکی جورو یا بیٹی
کو لیجاوے تو وہ ایسا لفظ زبان پر نہین لاتے اور اپنی جورو یا بیٹی کی نسبت شرمگاہ کے غصب کر لینے کا
لفظ زبان پر نہین لاتے تو کیونکر ممکن ہی کہ جناب امام نے ایسا لفظ زبان سے نکالا ہو بلکہ اگر فی الواقع یہ نکاح
بجبر واکراہ ہوا تھا تو امام کو مناسب تھا کہ وہ سائل کے جواب مین فرما دیتے کہ بضرورت یہ نکاح ہوا تھا
اور بوجہ مظہر اسلام اور متمسک بشریعت ہونے عمر کے شرعًا ایسا نکاح کر دینا جائز تھا نہ کہ اس عبارت
والفاظ کو چھوڑ کر ایسا کریہ لفظ جسکے ہزار معنی بنائے جاوین مگر سمجھنے والے اور ہی کچھہ سمجھتے ہین زبان
پر لاتے اور اِس تقریر کا جواب خدا کے کلام مین اس لفظ کے ہونے یا حضرت عائیشہ کے بنظر
ضرورت مسئلہ شرعی کے اُس لفظ کو زبان پر لانے سے نہین ہوتا این ہذا من ذلک ÷
(تیسرا قول) بعض علمار شیعہ نے یہ خیال کرکے کہ نکاح کے ہونے سے انکار کرنا ہی احادیث
واخبار کی کتابون پر خط نسخ کھینچنا ہی اور روایت {اول فرج غصبت منا} کہ جو خاص کلینی نے
کافی مین امام صادق علیہ السلام کی حدیث کرکے لکھی ہی غیر صحیح کہنا امام کو جھٹلانا ہی اور اُسکو بغیر توجیہ
وتاویل کے تسلیم کرنا عقل اور ایمان اور غیرت سے ہاتھہ اُٹھانا ہی اس لیے کہ اُسکے معنی بنانے اور
الفاظ کو حقیقت سے مجاز کیطرف پھیرنے پر آمادہ ہوئے جب اُسکو بھی بے سود دیکھا اور اُس سے
بھی کچھہ مطلب حاصل نہوا تب دوسری طرح کی تاویلات دور از کار کے جانب توجہ فرمائی
اور صبر اور وصیت اور تقیے سے پناہ لی چنانچہ ہم ہر ایک تاویل کو بتفصیل بیان کرتے ہین ÷

(پہلی تاویل صبر) بعض علمار شیعہ نے فرمایا ہی کہ جو معاملہ جناب امیر کو پیش آیا اکثر انبیا اور اوصیا کو ویسے معاملے پیش آئے ہین اور انھون نے صبر فرمایا ہی اور اس سے اُنکے درجات خدا نے بڑھائے ہین جیسا کہ حضرت لوط پر بھی ایسا ہی واقعہ گذرا ہی چنانچہ حضرت لوط کے پاس جب فرشتے آدمی کیصورت ہو کر آئے اور اُنکو کچھ شبہ ہوا تو انھون نے اپنی بیٹیان اُنکے سامنے کردین اور کہا کہ یا قوم ہٰؤُلَاءِ بَنَاتِیْ ہُنَّ اَطْہَرُ لَکُمْ کہ یہ میری بیٹیان حاضر ہین تمھارے واسطے اور یہ اچھی ہین تمھارے لیے اور بلکہ صاف فرمایا کہ ہٰؤُلَاءِ بَنَاتِیْ اِنْ کُنْتُمْ فَاعِلِیْنَ کہ یہ میری بیٹیان موجود ہین اگر تمکو کچھ کرنا ہی کرو پس تعجب ہی کہ جب حضرت لوط پیغمبر خدا نے اپنی بیٹیان سامنے کردین اور ایسا کلمہ فحش زبان سے کہا کہ اگر کرنا ہی تو یہ بیٹیان حاضر ہین اور اسکا ثبوت آیات قرآنی سے ہوتا ہی تو پھر ناصبیون کا یہ اعتراض کہ حضرت امیر نے کیون اپنی بیٹی عمر کو دے دی تھی سراسر بیجا ہی جو جواب ناصبی حضرت لوط کے معاملے کا دینگے وہی ہم مومنین کیطرف سے خیال کرین فقط چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے مصائب النواصب مین اور اور علمار شیعہ نے اپنی کتابون مین اسکو لکھا ہی اور علاوہ اسکے حضرت ابراہیم اور حضرت آسیہ زن فرعون کی بھی مثالین دی ہین چنانچہ ہم اُن سب کو لکھکر اُسکا جواب دینگے بالفعل بہ نسبت صبر جناب امیر کے جو کچھ حضرات نے فرمایا ہی اُسکو ہم ایک کتاب سیف صارم سے جو بعد ملاحظہ جناب مجتہد صاحب کے سنہ ۱۲۶۷ ہجری مین مطبع جعفریہ یعنی مطبع اثنا عشریہ مین چھپی ہی نقل کرتے ہین گویا مؤلف نے اپنے تمام مجتہدین و علما کے اقوال کا خلاصہ اُسمین لکھا ہی مسلمانونکو چاہیے کہ اُسکو غور سے دیکھین اور اُس بیچارے مؤلف کی اور اُنکے مجتہدین و علمار کی حیا و شرم کی داد دین اور اُنکے حق مین حسنت و آفرین کہین وہو ہذہ بلفظہ {تو اب کالشمس فی وسط النہار ظاہر و ہویدا ہی کہ ایسے صغیر سن معصومہ کا نکاح ایسے شخص مظہر الاسلام اور مظہر اور مقر کلام مرقومہ سے قربت و وصلت کا بھی مفید نہین صرف ظہور اجبار شیخ فانی تھا اور اذیت رسانی اور مضطر کرنا اور بظاہر تہتک پہونچانا نفس رسول کو اور مظہر اتمام حجت اور ثبوت غلبہ غالب کل غالب تھا نفس یہ کہ اگرچہ درحقیقت قربت معصومہ طاہرہ یعنی وقوع اتصال و مواصلت جو کہ ظاہر مین غایت مناکحت ہی بموجب اقرار شیخ فانی اور ہم بسبب صغیرہ ہونے معصومہ کے ممتنع الوجود یقینی تھا اور باعتبار ظاہر کے بھی اور باعتبار باطن کے ازروے علم باطنی کے بھی حضرت مولی پر ہویدا تھا اور مظہر الاسلام بظاہر مقر رسالت و شرائع رسول انام سے قطع نظر اسکے بھی مناکحت ممنوع شرعی نہین تھی لیکن باعتبار ظاہر حال بنظر خواص و عوام البتہ کمال ہتک حرمت ولی خدا ظاہر کہ ایک منگیتر بیٹی ایسی صغیرہ کا باوصف دامادی اور ابن عمی رسول اور ملقب ہونے ساتھ نفس رسول کے اور خیبر گیر اور غالب کل غالب ہونے کے اور مخاطب بہ لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار ہونیکے

ایک شیخ فانی سے نکاح کرنا اور باوجود دورپیشی ہقدر اعتلال و تکرار کے ایسے سید عرب و عجم امیر المومنین کو اس لقب کے
خود صدیق و فاروق و صدیقہ نو صب تک گواہ ہین لوگونکی نظر مین ایک شیخ نومسلم ظاہری سے مغلوب
دکھائی دین اور مجبور کہلاوین حتی کہ بیٹی حوالہ کردین کہ نفس سرکش کسی بشر کا ہرگز باوصف ظہور علت اباحت شرعی
کے بھی اس ہتک کو نہین گوارا کرسکتا سواے انبیا و اوصیاء کے کہ صبر و رضاے حضرات علیہم التحیۃ
والبرکات بعطاے حضرت کبریا انھین پر ختم ہی کہ باوصف عطاے قوت و معجزہ صبر و تحمل بھی ایسا ہی اُنکو عطا ہی کہ یہ استعداد
اور حوصلہ کسی اور بشر کو نہین حاصل کہ نفس پر اتنا غلبہ ہو سکے کہ انتہاے مرتبہ اور غایت کمال ہی غالب کل غالب ہونیکا
اہی مسلمانون کہان ہو کس نیند مین سو رہے ہو ذرا چونکو ہوش مین آؤ اُٹھکر بیٹھو اس بچۂ نادان مولف سیف صارم
اور اُسکے پیران نابالغ یعنی مجتہدین و علماء کی عقل و حیا پر نوحہ کرو اُنکے ایمان و انصاف کے جانے پر مرثیہ
پڑھو اُنکے حال زار پر رحم کرو دیکھو کہ کیسی عقل و حیا اُنکی جاتی رہی ہی کہ عیب کو ہنر کرکے دکھلاتے ہین اور پردے
مین محبت اہلبیت کے اُنکی شان مین کیا کچھ بکتے ہین جسکے سننے سے بدن پر رعشہ جسپر خیال کرنے
سے دل کو لرزہ ہوتا ہی خیال کرو کہ بیغیرتی کو شجاعت کہتے ہین بیحیائی کو صبر سے تعبیر کرتے ہین اہی
یارو یہ کیسے دوست اہل بیت کے ہین کہ اُن حضرات عالی درجات پر جنکی شان مین آیۂ تطہیر نازل ہوئی
جنکی عصمت و عفت پر پاکی نے قسم کھائی اُنکی نسبت کیا کیا کہتے ہین اہی بھائیو صبر اسی کا نام ہی
کہ ایک منافق بیٹی کو غصب کرلے اور بجبر و اکراہ نکاح ناجائز کرالے اور حضرات علیہم السلام بیٹھے بیٹھے
دیکھا کرین اور سواے سکوت کے زبان سے بھی کچھ نفرماوین اور باوصف عطاے قوت معجزہ و کرامات کے
صبر و تحمل کو کام فرماوین خدا کی قسم ہی کہ مین تعصب کو دخل نہین دیتا اپنے مذہب پر خیال نہین کرتا بلکہ
صرف عقل و حیا سے پوچھتا ہون کہ جسکا نام حضرات شیعہ نے صبر رکھا ہی اور جس حالت کو صبر و تحمل سے
تعبیر فرمایا ہی حقیقت مین وہ صبر و تحمل ہی ہی یا اُسکی اور کچھ حقیقت ہی میری سمجھ مین تو یہی آتا ہی
کہ انھون نے وقاحت اور بیغیرتی کا نام صبر و تحمل رکھا ہی اور محبت کے حیلے سے اہل بیت اطہار کو ذلیل
کیا ہی نعوذ باللہ نعوذ باللہ یہ کیا خرافات ہی جو شیعہ لکھتے ہین ابھی کسی ادنی عامی کے گھر جاکر کوئی
شخص گو وہ شجاعت مین بینظیر اور قوت مین لاثانی اور مال و دولت مین لاجواب ہو اُسکی بیٹی سے بجبر
و اکراہ نکاح کرنیکا قصد کرے پھر تماشہ دیکھے کہ وہ عامی چپ چاپ رہتا ہی یا اپنی جان عزت پر
قربان کرتا ہی معلوم نہین کہ حضرات شیعہ نے امیر المومنین یعسوب الدین صاحب ذو الفقار جد ائمہ
اطہار کی عزت اور ہمت اور شجاعت کو ایک ادنی آدمی کے برابر بھی خیال نہین کیا اور وقاحت
کو بنام صبر و تحمل کے قرار دیا ہی اور طرفہ ماجرا یہ ہی کہ ایسی وقاحت کی باتین اُنکی طرف منسوب کرتے جاتے ہین

اور ایسے الزام آنکو دیتے جاتے ہین اور پھر بھی اُنکو غالب کل غالب مطلوب کل طالب امیر البررة قاتل الکفرة والفجرة سید الابرار مخاطب بہ لافتا الا علی لا سیف الا ذوالفقار کہتے جاتے ہین نہ خدا سے شرماتے ہین نہ رسول کا لحاظ کرتے ہین حقیقت مین دین ایمان کو حضرات شیعہ نے بگاڑا اور شریعت محمدی کو انھون نے درہم و برہم کیا اور شیطان کا نام بدنام ہوا یہ باتین شیطان کے دادا کو بھی نہ سوجھی ہونگی جو ان حضرات کو سوجھی ہین ❊ شعر

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقان	مصلحت را تہمتے بر آہوی چین بستہ اند

اب مین قصۂ لوط کا بھی مختصر جواب لکھتا ہون اور آیۂ کریمہ کی تفسیر بیان کرتا ہون پوشیدہ نرہے کہ آیۂ مذکورہ کے یہ معنی نہین ہین جو حضرات شیعہ نے تصور کیے ہین کہ حضرت لوط نے ویسے ہی بلا نکاح اپنی بیٹیان زنا کرنے کے لیے کسی کے سامنے کردی ہون بلکہ مراد حضرت لوط کی پیش کرنے سے یہ تھی کہ تم انسے نکاح کرلو اور چونکہ اُسوقت نکاح کافر کے ساتھہ جائز تھا اِس لیے اُسمین کوئی قباحت شرعی نہ تھی اسیواسطے حضرت لوط کیطرف سے خدا نے یہ الفاظ فرمائے ہین کہ ھُنَّ اَطْھَرُ لَکُمْ کہ حضرت لوط نے یہ فرمایا کہ میری بیٹیان تمھارے واسطے پاک و پاکیزہ ہین اور طہارت بے نکاح کے نہین ہوتی ❊

اگر کوئی شیعہ کہے کہ ہم اس امر کو نہین مانتے لفظ نکاح کا آیہ مین نہین ہی بہ جواب اُسکے ہم کہین گے کہ وہ تفسیرونکو ملاحظہ کرین اور سنیونکی تفسیرونکو نہ دیکھین اپنی ہی تفاسیر سے اِسکی سند لین چنانچہ امین الدین طبرسی مجمع البیان مین جو کہ نہایت معتبر تفاسیر شیعہ سے ہی اور طہران دار السلطنت ایران مین چھپی ہی اِسی آیہ کے ذیل مین فرماتے ہین ﴿قال یاقوم ہؤلاء بناتی ہن اطہر لکم وکان یجوز فی شرعہ تزویج المومنة من الکافر﴾ کہ حضرت لوط کی شریعت مین نکاح مومنہ کا ساتھہ کافر کے جائز تھا ❊ اگر کوئی دانشمند شیعہ یہ کہے کہ گو اِس آیہ کے اِن الفاظ سے مطلب نکاح کا ہو لیکن دوسری آیہ مین تو صاف فعل کرنا مذکور ہی کہ ﴿ہؤلاء بناتی ان کنتم فاعلین﴾ کہ حضرت لوط نے کہا کہ یہ میری بیٹیان ہین اگر تم کرنیوالے ہو تو کرو اِسکے جواب مین بھی ہم اُنھین کی تفسیرون پر رجوع کرتے ہین اور جو اِن آیات کا مطلب انھون نے بیان کیا ہی اُسکو نقل کرتے ہین چنانچہ تفسیر مجمع البیان مذکور مین علامہ موصوف فرماتا ہی ﴿کہ قولہ ان کنتم فاعلین کنایة عن النکاح ای ان کنتم متزوجین﴾ کہ فعل سے مراد نکاح ہی یعنی اگر تم نکاح کیا چاہو تو یہ میری بیٹیان حاضر ہین ❊ اگر حضرات شیعہ کو ایک تفسیر پر اطمینان نہو تو دوسری تفسیر کی عبارت بھی سنین کہ فاضل کاشانی علماء شیعہ سے خلاصة المنہج مین اُسی آیہ کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ ﴿گفت لوط ای گروہ من اینہا دختران من اند ایشان را بخواہید کہ ایشان پاکیزہ اند وشمارا تزویج دختران بشرط ایمان نبوده یا در شریعت او تزویج مومنات بکفار جائز بود﴾ اصل قصہ لوط سے اور واقعہ نکاح ام کلثوم سے

کیا مناسبت ہی دونون مین بڑا فرق ہی حضرت لوط کی شریعت مین نکاح مومنہ کا ساتھہ کافر کے
جائز تھا اور اُنکا کہنا زنا کے لیے نہ تھا بلکہ نکاح کے واسطے تھا اور پیغمبر خدا کی شریعت مین اخیر کو نکاح
ساتھہ کافر کے حرام ہوگیا تھا اور مطابق اصول شیعہ کے دشمن اہلبیت اور ناصبی کے ساتھہ بھی نکاح حرام تھا
علاوہ برین حضرت لوط کی بیٹیونکو کوئی غصب کرکے لے نہین گیا نہ اُنکی عفت وعصمت مین خلل آیا اور
یہان تو معاملہ برعکس ہی کہ حضرت عمر نے نکاح بھی بجبر کرالیا جو کہ شرعًا جائز نہ تھا اور پھر ام کلثوم کو اپنے
گھر لیگئے اور چند سال تک رکھا اور اُنسے اولاد پیدا ہوئی پس دونون شخصونمین زمین وآسمان کا فرق ہی +
اہی حضرات شیعہ کہان تک باتین بناؤ گے کیا کیا تاویلین کروگے جو کچھہ کہوگے اسمین جھوٹھے
ٹھہروگے جو کچھہ تاویل کروگے اسی سے اہلبیت پر الزام دوگے اِس بحث کو اوّل سے آخر تک دیکھو
کہ جو کچھہ ہم کہتے ہین وہ سچ ہی یا جھوٹھہ ہی اب لاف محبت اہل بیت نہ مارو اور صاف صاف اُنکی دشمنی کا اقرار
کرو اور اپنے ہر عقیدے اور ہر مسئلے پر غور کرکے انصاف کرو کہ اُس سے محبت اہل بیت کی ظاہر ہوتی ہی یا
عداوت اگر محبت اہلبیت ہوتی تو کیا اُنکے جناب پاک کی نسبت ایسی ایسی وقاحت کی باتین منسوب
کرتے اُنکی شان مین ایسی ایسی بغیر تیان بیان کرتے استغفر اللہ استغفر اللہ شعر

جامی چہ لاف میزنی از پاک دامنی
بر خرقہ تو این ہمہ داغ شراب چیست

جو کہ حضرت لوط کے قصے کا بھی جواب بخوبی ہوچکا اب مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کا کچھہ بیان کرتا ہون
بعض حضرات شیعہ نے فرمایا ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی بی بی سارہ کو بھی نمرود نے زبردستی چھین لیا
تھا اور اُسوقت حضرت ابراہیم سے سوائے صبر و دعا کے کچھہ نہوا چنانچہ مؤلف سیف صارم
اِس مضمون کو اِس عبارت سے بیان کرتا ہی وہو ہذہ بلفظہ { علاوہ اِسکے تفسیر عزیزی سے ایک اور
مختصر مضمون مقام حاجت ہم لکھتے ہین زیادہ تفصیل تفسیر مذکور مین وہ دیکھہ سکتے ہین کہ اُنکے پیر عزیزی کی
ہی الغرض کہ سارا بی بی حضرت ابراہیم کی کہ بہت خوبصورت تھین بسبب ظلم وجور اشقیا کے اپنے خاوند
ابراہیم کے ساتھہ سر بصحرا نکلین جب مصر مین پونہچین تو وہانکا بادشاہ نہایت جبار تھا اُسکی عادت تھی
کہ جو عورت خوبصورت ہوتی تھی اُسکے خاوند کو مار ڈالتا تھا اور بھائی بند ہوتا تو اُس سے چھین لیتا تھا غرض
انپر بھی وہی نوبت پونہچی کہ پیادے ظالم کے حضرت پاس آئے اور پوچھا کہ یہ عورت تمہاری کون ہی
حضرت نے کہا کہ بہن ہی یعنی مراد حضرت کے دل مین یہ تھی کہ دینی بہن ہی اور اولاد آدم منصف
فہم اس جگہہ سے طریقۂ تقیہ اور شعار انبیا ایسے مقام مجبوری واضطرار مین خیال کرسکتا ہی کہ اوصیا کو
اُسوۃ واقتدا با انبیا ہوتی ہی اور مومنین کو اُسوۃ اُنسے تو ناصح صاحب کو اگر کچھہ بھی قوت منفعلہ ہو تو

سوچین اور شرم کرین کہ اِنکے پیر عزیز خود کیا لکھتے ہین غرض پیادگان شاہ مذکور نے ابراہیم کو تو چھوڑ دیا اور حضرت
سارہ خاتون کو زبردستی لے گئے حضرت ابراہیم نے جب یہ حال دیکھا تو نماز و دعا مین مشغول ہوے اور حضرت
سارہ جب اُس شقی کے پاس پہونچین وہ شقی عاشق ہوگیا اور چاہا کہ بے ادبی کرے بالجملہ حضرت سارہ نے دعا کی کہ اُسکا
حال یہ ہوا کہ دونون ہاتھ خشک ہوگئے بدحال ہوا انجام کو حضرت سارہ نے دعا کی اچھا ہوگیا پھر بدذاتی کی
پھر وہی حال ہوا غرض تیسری دفعہ حضرت سارہ کو رخصت کیا اور ہاجرہ حوالہ کین کہ ہم اس تحریر پر بھی آفرین و مرحبا
کہتے ہین اور اس قصے کے اس موقع پر ذکر کرنے پر شاباش شاباش کہکر مؤلف کا دل بڑھاتے ہین کہ اسنے ایسے
قصے کو چھیڑا جس سے ہمارا مطلب حاصل ہوتا ہی اور ہمکو ایک حجت انبر ہوتی ہی لیکن سخت حیرت
اُنکی عقل اور سمجھ پر ہی کہ اسمین اُنھون نے اپنا کیا فائدہ تصور کیا ہی یعنی خلاصہ اس قصے کا یہی ہی کہ حضرت
ابراہیم کی بی بی سارہ کو نمرود کے آدمی پکڑ لے گئے اور جب اُس شقی نے بیحرمتی چاہی حضرت ابراہیم نے
خدا سے دعا کی خدا نے نمرود کا ہاتھ خشک کردیا اور اُنکی بی بی کی عصمت کو بچا دیا بلکہ ایسا معجزہ دکھلایا کہ جسکے سبب سے
اُسنے ایک لونڈی ہاجرہ اور نذر کی اب کوئی اس قصے کو حضرت ام کلثوم کے حال سے ملاوے کہ مطابق
ہی یا مخالف اگر حضرت ام کلثوم کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا کہ جب حضرت عمر اُنکو اپنے گھر لے گئے تھے
تب حضرت علی خدا سے دعا کرتے اور اللہ جلشانہ حضرت ابراہیم کیطرح اُنکی عصمت بچانے کے لیے عمر کا
ہاتھ خشک کردیتا اور اُنکو ڈرا دیتا اور وہ معجزہ دیکھکر صحیح و سالم ام کلثوم کو حضرت علی کے گھر بھیجدیتے
بلکہ اپنی طرف سے ایک لونڈی اور پیشکش کرتے اور تقصیر اپنی معاف کراتے تو بیشک قصہ ابراہیم
و سارہ کا مطابق اُنکے حال کے ہوتا حالانکہ برخلاف اُسکے حضرت عمر نے زبردستی ام کلثوم کا نکاح کرلیا
اور اپنے گھر آٹھ دس برس تک اُنکو رکھا اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی بھی اُنسے پیدا ہوئی اور اُنکے جیتے جی
حضرت ام کلثوم اُنکے گھر رہین اور بعد اُنکی وفات کے حضرت جعفر طیار کے بیٹے کے ساتھ اُنکا نکاح
ہوا پس تعجب ہی کہ خدا نے حضرت سارہ کی عصمت بچانے کے لیے تو معجزات دکھلائے نمرود کا ہاتھ
بھی خشک کردیا اور حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول کے غصب کا جب ایک منافق مرتد نے ارادہ
کیا تو نہ خدا کے دریاے غیرت کو جوش ہوا نہ اُسکا قہر و جلال ظاہر ہوا نہ اُسنے کوئی معجزہ دکھلایا نہ اُس غاصب
کا ہاتھ خشک کیا نہ کسی اور طرح پر اپنے رسول کی پوتی کو بچایا پس سوا اِسکے کیا کہا جاوے کہ شیعون کا
خدا بھی عمر سے ڈر گیا اور اُسنے بھی خوف کے مارے کچھ دم نہ مارا یا آنکہ اپنے رسول کے وصی کیطرح اُسنے بھی صبر کیا اور تحمل فرمایا جو
ادنی آدمیونکو ایسے معاملات مین بے صبری ہوجاتی ہی اور وہ جان دینے پر آمادہ ہوجاتے ہین مگر چونکہ امام اور وصی کا رتبہ
اور درجہ سب سے بڑا ہوتا ہی اس لیے انھون نے ایسے معاملے مین بھی صبر کیا (نعوذ باللہ من ہفواتہم و من سوء عقیدتہم)

اِس قصّے مین ایک شبہہ جاہلانہ اور رہا جاتا ہی جسکا رفع کرنا بھی مناسب ہی وہ یہ ہی کہ تواریخ و سیر سے ثابت ہی کہ جب حضرت ابراہیم کی بی بی کو نمرود شقی نے پکڑوا بلایا حضرت ابراہیم نے خدا سے دعا کی اُس دعا پر خدا نے معجزہ دکھلایا اور نمرود کا ہاتھہ خشک کیا اور حضرت علیؑ نے بعد جانے ام کلثوم کے دعا نہین کی کہ خدا اُسکو قبول کرتا اور معجزہ دکھلاتا فقط بیشک یہ سچ ہی کہ حضرت علیؑ نے دعا نہین کی اور یہ بھی درست ہی کہ جب خود حضرت امیر جنکی بیٹی غصب کی گئی خاموش ہو گئے تو خدا کیا کرتا وہ بغیر دعا و سوال کے کیون اپنا قہر نازل کرتا لیکن حضرت امیر کو دعا کا مانع کون تھا انھون نے کیون سکوت فرمایا اور دعا کے لیے انھون نے اپنے گھر مین رات کیوقت کیون دروازہ بند کر کے ہاتھہ نہ بڑھایا اگر مقابلہ کرنے مین خوف جان کا اور لڑنے مین اندیشہ قتل کا تھا تو خیر ایک مجبوری تھی جسکے باعث سے خاموش ہو گئے لیکن گھر مین رات کے وقت کسکا ڈر تھا جسکے سبب سے دعا تک نہ مانگی شاید خیال حضرت عمر کا ہو گا کہ وہ اکثر رات کو بھی گشت کے لیے نکلا کرتے اور لوگونکی خبر لیا کرتے تھے اگر کہین حضرت امیر کو دعا کرتے سن لیتے تو شاید اُنکو تکلیف دیتے اور پھر وہی امر پیش آجاتا جسکے لحاظ سے حضرت امیر ساکت ہو گئے تھے یعنی خوف قتل مگر خیال اُسوقت کرنا ضرور تھا جبکہ دعا کے لیے چلانا ضرور ہوتا حالانکہ جہر دعا کے لیے ضرور نہین ہی خدا دل کی دعا کو بھی ایسا ہی سن لیتا ہی جیسا کہ زبان سے چلانے کو سنتا ہی بس دل ہی سے دعا کرتے اور زبان سے کچھہ نہ فرماتے غرض تو مطلب حاصل ہونے سے تھی بس حضرت امیر کے مقابلہ نہ کرنیکا سبب تو ہمنے مانا کہ خوف جان کا تھا اور آواز سے دعا نہ کرنے کے لیے بھی ہمنے معذور تصور کیا کہ اندیشہ عمر کے سن لینے کا تھا لیکن دل سے دعا نہ کرنیکا کوئی سبب سمجھہ مین نہین آتا کاش کوئی شیعہ ہمکو یہ بتا دے اور ہمارا شبہہ دور کر دے + اگر کوئی دانشمند یہ فرماوے کہ جب نکاح کر دیا تو پھر دعا مانگنے کی کیا ضرورت تھی معاذاللہ معاذاللہ عمر زانی اور فاسق نہ تھے جنکے ساتھہ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے سے حضرت علی کچھہ لحاظ فرماتے تو بس یہی قول ہمارا ہی پھر روایت {اول فرج غصبت منا} کو کیا کرینگے اور اُن صدہا اوراق کو جو اِس نکاح کی توجیہ کے لیے علمانے سیاہ کیے ہین کس آنکھہ کے پانی سے دھووینگے اگر نفس الامر یہی ہی کہ حضرت علی حضرت عمر سے راضی اور حضرت عمر حضرت علی سے خوش تھے اور دونون ایمان اور اخلاص مین ایک دوسرے پر بھروسا رکھتے تھے اس لیے اپنی خوشی سے نکاح کر دیا تو بس جھگڑا طے ہوا لیکن مذہب تشیع کا بطلان کالشمس فی نصف النہار ثابت ہوا اگر حقیقت مین یہ بات جو ہمنے بیان کی حضرات شیعہ تسلیم کر لین تو اُنکو سوا اپنے مذہب کے چھوڑنے کے دوسرا چارہ نہین ہی اور اسی واسطے اُنکے علمانے ہزارون قسم کی تاویلات فرمائین جنکی ضرورت نہ تھی لیکن اصل حقیقت کے بیان کرنے سے چشم پوشی کی کسی نے عذر خوف جان کا بیان کیا کسی نے اُسکو صبر و تحمل پر

محمول کیا کسی نے اُسکے معارضے مین حضرت لوط کے قصے کو پیش کیا کسی نے حضرت ابراہیم کی بی بی سارہ کے پکڑے جانے پر بطور نظیر کے بیان کیا کسی نے حضرت ام کلثوم کی شکل پر جنیہ کی شکل ہونے کا دعوی کیا بہرحال یہ سب نظیرین اور مثالین او رحکایتین بیان کرنا اور اُسکے عذرات اور وجوہات پیش کرنا بلکہ اِس نکاح کو مثل مردار کے کھانے کے جو ضرورتا شرعاً حلال ہو جاتا ہی سمجھنا کس لیے ہی اس لیے تاکہ یہ ثابت نہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ لائق زوجیت حضرت ام کلثوم کے تھے اور حضرت علی نے خوشی سے آنکے ساتھہ نکاح کیا بس ایک حضرت عمر کی فضیلت سے انکار کیواسطے کیا کیا توجیہات کی ہین اور کیسے کیسے الزام حضرات اہل بیت پر دیے ہین کہ کچھہ ہو خواہ اہل بیت بدنام ہون خواہ آنکی بنات طیبات مغصوبہ ٹھہرین خواہ اُنکے اولیا پر وقاحت کا الزام آوے سب کچھہ منظور اور قبول ہی لیکن حضرت عمر کی فضیلت کا اقرار نہ کیا نہ کرتے ہین نہ کرینگے*

(دوسری تاویل وصیت) جوکہ ہم اوپر صبر و تحمل کی تاویل سے جواب دے چکے اب دوسری تاویل کو بیان کرکے آشکار کرتے ہین۔ جبکہ حضرات شیعہ نے خیال کیا کہ صبر کی تاویل درست نہین ہی اور بغیر کسی وجہ خاص کے ایسے نازک معاملے مین تحمل کا عذر صحیح نہین اس لیے اُسکی تائید دوسری طرح سے کی اور اُسکے لیے ایک وجہ خاص پیدا کی یعنی وصیت کرنا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کہ حضرت سرور کائنات اپنے وصی اور امام اول کو وصیت فرما گئے تھے کہ وہ سوائے صبر کے کچھہ نہ کرین اور جو جو ظلم و ستم خلفاء جور کرین آن سب کی برداشت کرین اور جو جو واقعے پیش آنیوالے تھے سب حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب امیر سے کہہ چکے تھے اور ہر ایک واقعہ پر صبر و تحمل کی وصیت کر گئے تھے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ وصی نبی کے حکم کے خلاف کرتے اور صبر کو چھوڑ دیتے چنانچہ اِس مضمون کو قاضی نور اللہ شوستری نے اپنے مصائب مین بیان کیا ہی جسکا ترجمہ فارسی ازالۃ الغین مین مذکور ہی کہ اُسکو ہم نقل کرتے ہین وہو ہذہ { و بعضے از جہال ایشان گفتہ اند کہ چہ گنجایش دارد کہ علی تسلیم نکاح کند ابنۂ خود را برینگہ شما وصف کردید و ما میگوئیم کہ این سخن جہل ست بہ وجود تدبیر و بیان این آنست کہ چون رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وصیت کرد علی را بانچہ محتاج بود در وقت وفات و معلوم او گردانید جمیع آنچہ جاری خواہد شد از امر مستولین و احداً بعد واحد پس علی گفت مرا بچہ امر میکنی آن حضرت فرمود صبر کن تا مردم رجوع کنند بسوی تو از روی طوع پس آن ہنگام قتال کن با ناکثین و قاسطین و مارقین و با احدی از ثلثہ منازعت مکن تا خود را بدست خود در تہلکہ نیندازی و مردم از نفاق بشقاق برگردند پس علی علیہ السلام حافظ وصیت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بود و بواسطۂ حفظ دین تا مردم بہ جاہلیت برنہ گردند و چون

ع جیسا کہ صاحب ترجمہ نے لکھا ہی کہ تجویز تزویج در مقام ضرورت و اضطرار از باب رخصت ست چنانچہ تجویز تناول میتہ در حالت مخمصہ و اضطرار"

عمر خواستگاری ام کلثوم نمود علی متفکر شد وگفت اگر مانع شوم او قصد قتل من خواہد کرد واگر قصد قتل من کند ومانعت کنم اورا از نفس خود بیرون روم از اطاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومخالف وصیت او بکنم وداخل میشود در دین انچہ مذکور میگردد از ان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس تسلیم اہنہ درین حال اصلح بود از قتل او وبیرون رفتن از وصیت رسول خدا پس تفویض نمود امر او بخدا ودانستہ بود کہ انچہ عمر غصب کرد از اموال مسلمانان وارتکاب کردہ از انکار حق او وقعود بجاے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتغیر احکام الہی وتبدیل فرائض خدا چنانچہ گذشت اعظم ست نزد حقتعالی واقطع واشنع ست از اغتصاب این فرج پس تسلیم کرد وصبر نمود چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امر نمودہ بود ﴾ خلاصہ اسکا یہ ہی کہ حضرت امیر کو پیغمبر خدا نے وصیت کی تھی کہ تم خلفاء ثلثہ کے عہد مین کچھ نہ کہنا اور نہ کچھ کرنا جو ظلم وستم وہ چاہین کرین سر نہ ہلانا جو کچھ چاہین وہ غصب کرلین کچھ نہ بولنا اسیواسطے حضرت علی نے اصل معاملہ امامت وخلافت مین کچھ دم نہ مارا اور سکوت کامل اختیار فرمایا حالانکہ عمر کے خلیفہ ہونے سے جو کچھ خرابیان ہوئین وہ ظاہر ہین پس خلافت کا غصب کرنا اور مسلمانون کے مال پر متصرف ہونا اور جناب امیر کو الگ کرکے خود پیغمبر خدا کی جگہہ پر بیٹھنا خدا کے نزدیک بہت قبیح اور شنیع تھا بہ نسبت غصب کرنے فرج ام کلثوم کے پس جب ایسے بڑے قبیح اور شنیع معاملے مین یعنی غصب خلافت مین حضرت پیغمبر خدا کی وصیت کے سبب سے حضرت علی نے صبر کیا تو پھر ایک بیٹی کی شرمگاہ غصب کرنے پر صبر فرمایا تو کیا تعجب ہی اور اس تقریر لطیف کو لکھتے لکھتے قاضی نور اللہ شوستری مصائب النواصب مین اپنے حیا وشرم کے جوہر دکھلاتے ہین اور فرماتے ہین کہ دعوی کرنا خلافت کا جو عمر نے کیا اور بیٹھنا مسند رسول پر خدا کے نزدیک ہزار فرج کے غصب کرنے سے بھی زیادہ برا تھا چہ جاے فرج واحد کما ذکر ترجمتہ فی ازالۃ الغین ﴿ وانچہ دعوی کرد از برای خود از امامت از روی ظلم وجور وتعدی وخلاف بر خدا ورسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبدفع امامی کہ نصب کردہ اورا خدا ورسول خدا واستیلای او بر امور مسلمانان پس حکم بخلاف خدا ورسول اعظم ست نزد حقتعالی از اغتصاب ہزار فرج از زنان مومنہ چہ جای فرج واحد ﴾ اے مومنین باحیا اور اے شیعیان باصفا تمکو اپنی حیا اور صفا کی قسم ہی کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس تقریر لطیف کی لطافت دیکھو اور اسکے الفاظ اور مضامین کو سوچو کہ ائمۂ اطہار اور بنات طیبات کی نسبت کیا کچھ فرمایا ہی اور نکاح ام کلثوم کو کن لفظوں سے تعبیر کیا ہی سبحان اللہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کی محبت کا دعوی بھی کرنا اور انکی بنات طاہرات پر ایسی تہمت بھی کرنا اور ایسی بے ادبی کے الفاظ

انکی شان مین زبان سے نکالنا قریب ہی کہ زمین شق ہووے و آسمان سے بجلی قہر کی گرے کہ کس مونہہ سے کسکی شان مین کیا کہتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ ام کلثوم اُس معصومہ کی بیٹی ہین جسکی صورت کسی نے نہین دیکھی جسکی عفت کی عصمت نے قسم کھائی جب قیامت کے دن میدان محشر مین اُنکا گذر ہوگا تب منادی ندا کریگا کہ (غضوا ابصارکم) یعنی سب اپنی آنکھین بند کرلو کہ رسول کی بیٹی عفیفہ معصومہ گذرتی ہی کسی کی اُسپر نظر نہ پڑے غرضکہ جسکے مان کی عصمت کی خدا کے نزدیک یہ قدر و منزلت ہووے اُسکے جگر گوشہ کی حضرات امامیہ ایسی فضیحت و رسوائی بیان کرین اور جو باتین ایک عامی کی نسبت کسی کی زبان سے نہ نکلین اُنکو ایسی جناب کی شان مین بیان کرین رہا عذر وصیت رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا کا یہ ایسا عذر ہی کہ نہ عقلاً لائق تسلیم ہی نہ نقلاً عقلاً اس لیے کہ پیغمبر خدا واسطے ہدایت خلق کے مبعوث ہوے تھے اُنکا کام تھا خود وہ کام کرنا جسمین لوگ گمراہی سے بچین اور اورون سے خصوصاً اپنے جانشینون اور وصیون سے وہ کام کرانا جسمین خلق خدا ضلالت سے محفوظ رہے پس کیونکر عقل قبول کرے کہ پیغمبر خدا نے یہ وصیت حضرت امیر کو کی ہو کہ گو خلفا ثلثہ خلافت غصب کرین اور تمھارا حق چھین لین اور لوگون کے مال پر متصرف ہووین اور خدا کی کتاب مین تحریف کرین اور میری سنت کو بدل لین اور تمھاری بیٹیونکو چھین لیجاوین مگر دم نہ مارنا اور چپ رہنا اور یہ سب جور و ستم اپنے نفس پر گوارا کرنا بھلا کسی کی سمجھ مین یہ بات آویگی کہ پیغمبر خدا نے ایسا فرمایا ہو نعوذ باللہ منہ اس سے بڑھکر اور کیا تہمت پیغمبر خدا پر ہوگی رہا یہ عذر کہ یہ اس واسطے پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ لوگ ظاہر اسلام نہ چھوڑ دین اور علانیہ کفر و شرک نہ کرنے لگین تو یہ امر بھی عقل کے خلاف ہی اس لیے کہ اگر وہ لاکھون آدمی جنھون نے برسون پیغمبر خدا کی صحبت پائی ہو اور جنھون نے ابتداے اسلام سے اُسکی ترقی کے وقت تک وقتاً فوقتاً ایمان قبول کیا ہو اور جنھون نے جہاد اور لڑائیون مین اپنی جان دینے مین دریغ نہ کیا ہو اور جنھون نے اپنی آنکھ سے ہزارہا معجزات دیکھے ہون اور جنکی شان مین خدا نے آیات فضیلت نازل کی ہون وہ سب کے سب الا قلیلا منہم ایسے منافق اور ناقص الایمان ہون کہ وہ صرف حضرت علی کے مقابلہ کرنے سے ساتھ خلفاء ثلثہ کے ظاہری اسلام کو بھی چھوڑ دین اور اپنے کفر اصلی کو ظاہر کر دین اور علانیہ مشرک ہو جاوین اور باوجودیکہ حضرت امیر حق پر ہون اور صرف مسلمانونکی جانون اور مالون کو اُنکے دست تعدی سے محفوظ رکھنے اور خدا کے دین کو تغیر و تبدل سے بچانے اور لوگون کے گمراہ نہونے کیواسطے وہ اُنکا مقابلہ اور اُنسے مقاتلہ کرین اور پھر بھی کوئی مسلمان اُنکا ساتھ نہ دے بلکہ ساتھ دینا کیسا اپنی قصور مین حضرت علی کو چھوڑ دین اور ظاہری اسلام سے ہاتھ اُٹھا کر بت پرستی اختیار کر لین تو ایسی جماعت کے ایمان اور اسلام سے کیا فائدہ تھا اور بلکہ اُنکا مسلمان رہنا اور کافر ہو جانا برابر تھا تو پھر پیغمبر خدا

علیہ التحیۃ والثنا کا وصیت فرمانا اور حضرت علی کو بخیال کا فرہونے اُن لوگون کے صبر پر تاکید کرنا کیا ضرور تھا اِس لیے کہ جس امر کا اندیشہ تھا کہ لوگ ایمان و اسلام سے نہ پھر جاوین وہ موجود ہی تھا اور وہ سب کے سب ایمان واسلام سے ہاتھہ اُٹھائے ہوے تھے ورنہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر حضرت علی اس بات پر کہ اُنکی خلافت خلفا جور نے غصب کی اور لوگون کے مالون پر تصرف کیا اور سنت نبوی کو تغیر دیا اور رسول کی بیٹی کو غصب کر لے گئے اُن خلفا سے مقابلہ کرتے اور اصحاب رسول سے مدد چاہتے تو وہ بجاے مدد دینے کے کلمہ شہادت سے بھی منکر ہو جاتے اور خدا کی توحید اور رسول کی رسالت کا بھی انکار کرنے لگتے تو پھر اُنکے اسلام کا لحاظ کیا ضرور تھا اگر ایسے دلی کافر ظاہری مسلمان ظاہر مین کلمہ گو رہتے تو کیا اور بت پرست ہو جاتے تو کیا صرف اُنکے ظاہری اسلام کے لحاظ سے اس قدر ظلم وستم اُٹھانا اور خدا کے دین کو غارت ہونے دینا اور بیٹیونکو چھین لیجانے دینا کیا معنی اور ایسے لوگونکی خاطر وصیت کرنا پیغمبر خدا کا اور صبر و تحمل پر ثابت قدم رہنے کے اپنے وصی کو تاکید کرنے سے کیا حاصل تھا + اجی حضرات یہ معاملہ نکاح ام کلثوم کا ایسا آسان نہین ہی کہ ﴿اول فرج غصبت منا﴾ کہکر اُسکو ٹال دو اور اُسکو ایسی پوچ لچر باتونمین بہلا دو ذرا انصاف کرو کہ اگر کسی شخص کا غلام یا خدمتگار یا ملازم جسنے چند ہی روز اپنے آقا کا نمک کھایا ہو وہ دیکھے کہ بعد مرنے اُس آقا کے کوئی شخص اُسکے مال کو غصب کرتا ہی یا اُسکے خاندان کی کسی لڑکی کی عزت لیتا ہی بلکہ غصب کرنا کسکا عزت لینا کیسا وہ یہ سمجھے کہ ایسا ارادہ بھی رکھتا ہی تو اگر وہ نمک حلال ہوگا تو ضرور اپنی جان دینے پر مستعد ہوگا اور اپنے جیتے جی اپنے آقا کی حرمت و عزت مین داغ نہ آنے دیگا پس کیا چار لاکھہ اصحاب رسول مین ایک بھی ایسا نہ تھا کہ وہ حضرت علی کا شریک ہوتا اور پیغمبر خدا کے خاندان کی عصمت و عفت بچاتا اصحاب رسول کو جانے دو اُن سب کو مرتد اور منافق سمجھو کیا بنی ہاشم مین بھی کوئی شخص نہ تھا جو اپنی بیٹیونکی عزت بچاتا اور دست تعدی سے ایک منافق کے اُنکو محفوظ رکھتا شاید اسکا جواب حضرات شیعہ یہ دینگے کہ پیغمبر خدا نے وصیت صبر کی کی تھی اور فرما دیا تھا کہ گو کوئی شخص کتنا ہی ظلم کرے اور گو تمھاری لڑکیونکو غصب کر لیجاوے اور جو چاہے سو کرے مگر کوئی دم نہ مارنا تب ہم کہین گے کہ وہ وصیت جنگ شام اور صفین مین کیون بھلا دی گئی اور کس لیے ہزارون آدمی کا خون کرایا تب شاید یہ فرماوین کہ اُس وصیت مین یہ بھی تھا کہ خلفا ثلثہ کے زمانے مین کچھہ نہ کرنا مگر معاویہ سے لڑنا تب ہم کہین گے کہ وصیت پیغمبر خدا کی کیا ٹھہری مرزا دبیر اور میر انیس کا مرثیہ ٹھہرا کہ جو مضمون اُنکے ذہن مین آیا اُسیوقت ایک روایت اپنی طرف سے جھوٹھی سچی بنالی اور اپنی شاعری دکھلا دی آخر اس وصیت کا کچھہ سبب کوئی وجہ بھی ہی یا نہین اگر یہ وجہ ہو کہ نوبت خونریزی کی نہ پونہچے تو جنگ معاویہ مین وہ وجہ موجود تھی کہ ہزارہا آدمی کے

قتل کی نوبت آئی اور اگر یہ سبب ہو کہ کوئی اصحاب مین سے شریک نہوگا ناحق علی کی جان جاوے گی تو
اُسکا حال جنگ معاویہ مین کھل گیا کہ تمام مہاجرین اور انصار اور اہل حل و عقد اور بزرگان دین حضرت علی کے
ساتھ تھے اور ہزارون اُنکی اعانت مین شہید ہوے تو کیا وہ لوگ جنھون نے حضرت علی کو پیچھے مدد دی پہلے
مدد نہ دیتے اور جسطرح معاویہ کے ساتھ لڑے اُس طرح خلفاء کے ساتھ نہ لڑتے پس صاف ظاہر ہی
کہ یہ وصیت کا مضمون صرف بنایا ہوا ہی اور ناحق تہمت رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا پر ہی اگر شک ہو تو ہم اُسکو
نقلا بھی ثابت کرتے ہین پوشیدہ نرہے کہ قطع نظر دلائل عقلی کے جس سے بطلان اِس وصیت کا ثابت ہوا ہی
اگر ہم احادیث واخبار پر کتب شیعہ کے غور کرتے ہین تو اُس سے بھی غلط ہونا اِسکا معلوم ہوتا ہی اِس لیے
کہ ماحصل وصیت کا یہ ہی کہ حضرت علی خلفاء ثلثہ کے زمانے مین صبر و تحمل کرین اور اُنکے کسی ظلم و ستم پر کچھہ
نہ بولین پس اگر حضرت علی اُنکے زمانے مین صابر اور شاکر رہے ہون اور اُنکے ساتھہ سختی اور درشتی کے ساتھہ
پیش نہ آئے ہون اور اُنکا مقابلہ نکیا ہو تو بیشک ہم بھی تسلیم کرسکتے ہین کہ شاید ایسی وصیت ہوئی ہو
لیکن اگر یہ امر ثابت ہوجاے کہ حضرت علی نے اپنے جلال و قہر کو کام فرمایا اور خلفاء ثلثہ سے بسختی پیش آئے
اور اُنسے مقابلہ کیا اور اُنکو ہر طرح پر ڈرایا اور اُنکے قتل پر آمادہ ہوے تو کیونکر ہم قبول کرین کہ پیغمبر خدا نے
وصیت کی تھی اس لیے کہ اگر وصیت کرتے تو ضرور حضرت علی اُسپر عمل کرتے اور کسی امر مین چون و چرا نفرماتے
لیکن چھوٹی چھوٹی باتون مین تو حضرت امیر اُنکا مقابلہ کرین اور مرنے مارنے پر مستعد ہوجاوین اور وصیت نبوی کو
بھلا دین اور ایسے بڑے معاملے مین مثل غصب ام کلثوم کے صبر و تحمل کرین اور وصیت پر عمل فرماوین یہ امر
ہماری ناقص فہم کی سمجھہ سے باہر ہی اِس دقیق مضمون کو حضرات شیعہ ہی سمجھتے ہونگے +
اب ہم چند احادیث و اخبار کتب معتبرہ شیعہ کی نقل کرتے ہین جس سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت
علی ذرا ذرا سی بات پر مقابلہ خلفا کا کرتے اور اُنکے قتل پر مستعد ہوتے تھے +
(پہلی روایت) کشف الغمہ مین محمد بن خالد سے ایک روایت لکھی ہی جسکا مضمون یہ ہی کہ ایک روز
حضرت عمر نے اثناء خطبے مین لوگون سے کہا کہ اگر مین چاہون کہ تمکو معلومات دینیہ اور معتقدات یقینیہ اور
احکام شرعیہ محمدیہ سے پھیرون اور یہ کہون کہ اسکو چھوڑ کر اُن قاعدون پر چلو جو جاہلیت کے زمانے
مین تھے تو تم میری اطاعت کروگے یا نہین کسی نے کچھہ جواب نہ دیا جب تین مرتبہ اسی طرح پر حضرت
عمر نے پوچھا تو حضرت علی نے فرمایا کہ اگر یہ حالت تمھاری ہم دیکھین اور تمکو خدا کے دین سے پھرا ہوا
پاوین تو دوسرا نائب ہم طلب کرین اور اگر تم توبہ کرو تو تمھاری توبہ قبول کرین اگر توبہ نکرو تو ہم تمھاری گردن
مارین حضرت عمر نے یہ سنکر کہا کہ الحمد للہ کہ ہمارے دین مین ابھی ایسے آدمی ہین کہ اگر مین منحرف ہوجاون

تو وہ مجھے راہ راست پر لاسکتے ہین فقط پس جب حضرت علی حضرت عمر کے پوچھنے پر ایسا سخت جواب دین
اور اُنکے قتل کرنے اور گردن مارنے پر اپنی مستعدی ظاہر کرین تو اگر حقیقت مین حضرت عمر دین سے پھر جاتے
اور احکام شرعیہ محمدیہ کو بدل دیتے تو حضرت علی اپنے قول کو پورا کرتے اور ضرور اُنکو مار ہی ڈالتے پس حضرت
علی سے مستبعد کیونکر حضرت عمر کو اپنی بیٹی لیجانے دیتے اور کچھ چون وچرا نکرتے اصل ترجمہ بلفظہ اُس حدیث کا
یہ ہی {روایت ست از محمد بن خالد الضبی کہ روزی عمر بن خطاب در اثنا خطبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر
من خواہم کہ شمارا از معلومات دینیہ و معتقدات یقینیہ و احکام شرعیہ محمدیہ صرف نمایم و گویم کہ از معتقدات
برگردید و رجوع نمائید بقواعدے کہ در زمان جاہلیت بود شما با من چہ خواہید کرد آیا تابع من دران خواہید شد
یا مخالف من مردمان ہمہ خاموش شدند و ہیچکس جواب نگفت عمر دیگر بار ہمین سخن را اعادہ کرد از ہیچکس جوابی نشنید
پس دیگر بار ہمین مقالہ اعادہ کرد شاہ ولایت فرمود کہ ہرگاہ از تو این حالت مشاہدہ گردد و ترا از دین مصطفی منحرف
یا ہم نایب دیگر طلب کنیم و اگر توبہ کنی توبۂ ترا قبول کنیم و اگر نکنی ترا گردن زنیم عمر چون این سخن از شاہ اولیا شنید
گفت کہ در دین ما مردان ہستند کہ اگر منحرف شویم مارا بطریق مستقیم مقیم و ثابت دارند} انتہے بلفظہ
(دوسری روایت) ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب مین ایک حدیث طویل نقل کی ہی جسکا خلاصہ یہ ہی
کہ عمر فاروق کے دل مین اسقدر خوف اور ہیبت شاہ مردان کی تھی کہ بمجرد دیکھنے کے لرزہ آجاتا تھا
چنانچہ بعد لکھنے ایک قصہ طول طویل کے اِس مضمون کو ان لفظون سے ادا کیا ہی {علی ابن ابراہیم از ابوذر ثلثہ
روایت کردہ است کہ گفت روزی با عمر بن خطاب براہی میرفتیم ناگاہ اضطرابے در راہ یافتم و صدای از
سینۂ او شنیدہ شد مانند کسیکہ از ترس مدہوش شود گفتم چہ میشود ترا ای عمر گفت مگر نہ بینی شیر بیشۂ شجاعت
و معدن کرم و فتوت را و کشندۂ طاغیان و باغیان و زبیندۂ شمشیر را و علمدار صاحب تدبیر را چون نظر
کردم علی بن ابی طالب را دیدم (الی قولہ) تا این ساعت ترس او از دل من بدر نرفتہ است و ہرگاہ کہ او را
می بینم چنین ہراسان میشوم} فقط پس اب اس حدیث سے زیادہ اور کیا سند چاہیے جس سے معلوم ہوتا ہی
کہ حضرت عمر حضرت علی کی صورت دیکھنے سے ڈر جاتے تھے اور اُنکے بدن پر ہیبت سے لرزہ ہونے
لگتا تھا اور بہت دیر تک ہوش وحواس اُنکے درست نہوتے تھے پس جب کہ حضرت علی کے دیکھنے سے
یہ حال حضرت عمر کا ہوتا ہو اور اُنکے ہوش وحواس اُنکی صورت دیکھنے سے جاتے رہتے
ہون تو کیونکر قیاس مین آوے کہ پھر اُنکی بیٹی سے بجبر نکاح کرلیا ہو شاید حضرات
شیعہ یہ فرماوین کہ اُسوقت حضرت علی کا جلال جاتا رہا تھا بلکہ معاملہ برعکس ہوگیا تھا +
(تیسری روایت) جناب مولوی سید دلدار علی صاحب قبلہ عماد الاسلام مین لکھتے ہین کہ کتب امامیہ مین

لکھا ہوا ہی کہ حقتعالی نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ سب کے دروازے مسجد سے بند کرین سوا اپنے اور علی کے
دروازے کے بعد چند روز کے حضرت عباس نے عرض کی کہ میرے لیے بھی خدا سے عرض کیجیے کہ میرا
دروازہ کھول دیا جاوے آپ نے کہا ممکن نہین تب حضرت عباس نے کہا کہ ایک میزاب ہی کے لیے
دعا کیجیے حضرت خاموش ہوے اور خدا نے حضرت عباس کی درخواست ثانی کو منظور کیا پس حضرت خود
اُٹھے اور حسب خواہش حضرت عباس کے سقف خانہ پر پرنالہ نصب کیا چنانچہ وہ پرنالہ تین برس تک زمانہ خلافت
عمر مین قائم تھا ایک روز اُس پرنالے کا پانی بہتا تھا کہ عمر کے کپڑون پر گرا انھون نے حکم دیا کہ یہ پرنالہ
اُکھاڑ دیا جاے چنانچہ وہ اُکھاڑ دیا گیا اور عمر نے غیظ و غضب مین آکر کہا کہ اگر کوئی اِسکو پھر لگائیگا تو مین
اُسکی گردن مارونگا حضرت عباس اپنے لڑکون پر تکیہ کر کے اُسی شدت مرض مین حضرت امیر کے پاس فریاد
کو آئے اور کہا کہ مین دو آنکھین رکھتا تھا ایک تو جاتی رہی یعنی پیغمبر خدا دوسری باقی ہی یعنی علی بن ابیطالب مین
نہ جانتا تھا کہ تمھارے جیتے جی مجھپر یہ مصیبت ہو گی حضرت امیر نے فرمایا کہ تم اپنے گھر مین آرام سے
بیٹھو دیکھو مین کیا کرتا ہون {ثم نادی یا قنبر علی بذی الفقار فتقلدہ ثم خرج الی المسجد والناس حولہ وقال یا
قنبر اصعد ورد المیزاب الی مکانہ فصعد قنبر فردہ الی موضعہ وقال علی وحق صاحب ہذا القبر والمنبر لئن
قلعہ قالع لاضربن عنقہ وعنق الآمر لہ بذلک ولاصلبنہما فی الشمس حتی ینفذوا فبلغ ذلک عمر بن الخطاب
فنہض ودخل المسجد ونظر الی المیزاب وہو فی موضعہ فقال لایغضب احد ابا الحسن فیما فعلہ وتکفر عنہ عن الیمین
فلما کان من الغداۃ مضے علی بن ابیطالب الی عمہ العباس فقال لہ کیف اصبحت یا عم قال بافضل النعم مادمت
لی یا بن اخی فقال لہ یا عم طب نفسک وقر عینا فواللہ لو خاصمنی اہل الارض فی المیزاب لخصمتہم ثم لقتلتہم
بحول اللہ وقوتہ ولا ینالک ضیم ولا غم فقام العباس فقبل بین عینیہ وقال یا بن اخی ما خاب من انت
ناصرہ فکان ہذا فعل عمر بالعباس عم رسول اللہ وقد قال فے غیر موطن وصیتہ منہ فی عمہ ان عمی العباس
بقیۃ الآباء والاجداد فاحفظونی فیہ کل فی کنفی وانا فی کنف عمی العباس فمن اذاہ فقد اذانی ومن عاداہ
فقد عادانی فسلمہ سلمی وحربہ حربی وقد اذاہ عمر فے ثلث مواطن ظاہرۃ غیر خفیۃ منہا قصۃ المیزاب ولولا خوفہ
من علی علیہ السّلام لم یترکہ علی حالہ} انتہی بلفظہ پس حضرت امیر نے قنبر کو آواز دی اور کہا کہ میری ذو الفقار
لانا چنانچہ وہ ذو الفقار لایا اور حضرت علی نے اُسکو حمائل کیا اور ہمراہ آدمیون کے مسجد مین آئے
اور قنبر سے کہا کہ پرنالے کو جہان تھا وہان لگا دے چنانچہ قنبر نے لگا دیا بعد اُسکے حضرت امیر نے
فرمایا کہ قسم ہی مجھکو صاحب قبر و منبر کی کہ اگر کسی نے اِس پرنالہ کو اُکھیڑا تو مین اُسکی گردن مارونگا یہ خبر عمر کو
پہونچی تب وہ مسجد مین آئے اور پرنالے کو اپنی جگہ پر دیکھا اور کہا کہ کوئی ابو الحسن یعنی امیر کو غضب مین نلاوے

وقت صبح کے حضرت امیر نے حضرت عباس سے پوچھا کہ کہیے کیا ہوا حضرت عباس نے کہا کہ جب تک تم زندہ ہو چین و آرام سے گذرتی ہی حضرت امیر نے فرمایا کہ قسم ہی خدا کی کہ اگر تمام اہل زمین مجھسے بخصومت پیش آوین مین سب کو قتل کر دون فقط اس روایت کو مطاعن حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ مین لکھکر مجتہد صاحب فرماتے ہین کہ اگر عمر کو علی کا خوف نہوتا تو کبھی پرنالے کو اپنی جگہ پر لگانے نہ دیتے۔ غرضکہ جب ایک خفیف بات یعنی پرنالے کے لگانے پر جناب امیر اسقدر غیظ و غضب مین آجاوین اور قنبر سے ذوالفقار منگا کر مسجد مین آوین اور اپنے سامنے کھڑے پرنالہ نصب کراوین اور باوجودیکہ حضرت عمر کو تین برس گذر چکے تھے اور اُنکی خلافت کا زمانہ شباب پر تھا اور پھر بھی اُنسے نہ ڈرین اور اُنکے قتل کرنے پر مستعد ہو جاوین بلکہ تمام دنیا کے قتل کا بحالت مخالفت دعوی کرین تو کیونکر قیاس قبول کرے کہ پیغمبر خدا نے اُنکو وصیت صبر کی کی ہو گی اگر واقعی حضرت نے وصیت کی ہوتی تو اس واقعہ میزاب مین جناب امیر کیون اُسکو بھول جاتے اور کس لیے ذوالفقار لیکر باہر آتے اور اگر حضرت علی سے حضرت عمر ڈرتے نہ تھے تو کیون وہ چپ ہو جاتے اور کس لیے اُنکے لگائے ہوے میزاب کو اُکھڑوا نہ دیتے عجب حال ہی حضرات شیعہ کا کہ کبھی تو حضرت علی کو ایسا شیر دلیر بنا دیتے ہین کہ ذرا ذرا سی بات پر اُنکے قہر و جلال کے قصے بیان کرتے ہین اور خفیف خفیف معاملات مین اُنکا قتل و قتال پر مستعد ہو جانا ثابت کرتے ہین اور کبھی اُنکو ایسا خائف اور کمزور کر دیتے ہین کہ بڑے بڑے معاملات مین اُنکو صابر شاکر کہتے ہین کیا حضرات شیعہ کے نزدیک حضرت ام کلثوم کا غصب ہونا حضرت عباس کے سقف خانہ کے میزاب کے برابر بھی نہ تھا کہ اُسپر تو اسقدر غیظ و غضب ہووے اور اسپر صبر و سکوت کیا جاوے کاش جناب امیر میزاب کے معاملے مین سکوت فرماتے اور حضرت ام کلثوم کے معاملے مین اپنے جلال و قہر کو ظاہر کرتے اور قنبر سے ذوالفقار لیکر باہر آتے اور عمر کے قتل کرنے اور گردن مارنے پر مستعد ہوتے تو یہ قہر و غضب بجاے خود ہوتا۔ معلوم نہین کہ حضرات شیعہ اس نکاح کو قبل از واقعۂ میزاب کے روایت کرتے ہین یا بعد اُسکے اگر نکاح قبل از واقعۂ میزاب تھا تو حضرت عباس کا جناب امیر کے پاس معاملۂ میزاب مین فریاد کو آنا بعید از قیاس ہی اس لیے کہ حضرت عباس خوب جانتے تھے کہ حضرت عمر کے ڈر سے انھون نے اپنی بیٹی کو دیدیا اور کچھ نہ بولے تو کیونکر حضرت عباس پھر اپنے میزاب کے معاملہ مین اُنکے پاس فریاد کو جاتے کیونکہ جب جناب امیر لڑکی کے معاملہ مین نہ بولے اور صبر کیا تو پھر ایسے خفیف معاملے مین کیا بولتے اور اگر یہ نکاح بعد از واقعۂ میزاب ہوا تو جب حضرت عباس حضرت علی کو سمجھانے گئے تھے کہ عمر آمادۂ فساد ہی تم نکاح ہونے دو ورنہ وہ تمکو تکلیف دیگا تب اگر حضرت عباس اس قصے کو بھول گئے تھے تو جناب امیر یاد دلاتے کہ چچا تمکو یاد نہین ہی کہ تمھارے میزاب کے

معاملے مین مینے کیا کیا اور عمر کو کیسا ڈرا دیا پس کیونکر ایسے بڑے معاملے مین مین اُس سے ڈر جاؤن اور اُسیوقت قنبر سے تلوار منگا کر عمر کے پاس آتے اور اُنکو میزاب کے معاملے کیطرح ڈرا دیتے اگر ایسا کرتے تو پھر کیا مجال عمر کی تھی کہ وہ کچھ بولتے غرضکہ اب تو حضرات شیعہ اِن روایات کو دیکھین اور صبر یا دصیت کا نام زبان پر نہ لاوین اس لیے کہ اِن روایات سے اُنکا ابطال ایسا نہین ہوا ہی کہ کسیکو کچھ کہنے کی گنجایش رہی ہو +

(تیسری تاویل تقیہ) اگرچہ جو کچھ ہمنے صبر اور وصیت کی تاویل مین بیان کیا اُسکا بھی بطلان بخوبی ہوگیا لیکن خاص اس لفظ سے ہم کچھ بحث کرتے ہین + بعض علمار شیعہ نے فرمایا ہی کہ حضرت امیر کو حکم تقیہ کرنیکا تھا اِس لیے وہ معذور و مجبور تھے اور نکاح کر دینے مین وہ بجا آوری فرمان الٰہی کی کرتے تھے اور امتثال امر الٰہی مقتضی اجر ہی چنانچہ اسی مضمون کو باین الفاظ صاحب نزہۂ اثنا عشریہ نے بجواب تحفہ کے ادا کیا ہی { قائلین بہ تقیہ میگویند کہ شارع فعلی اگر بطریق تقیہ واقع شود مقام مامور بہ قرار دادہ پس در بجا آوردن آن امتثال امر الٰہی ست و این معنی مقتضی اجر ست } اور اسی طرح پر سید مرتضی ملقب بہ علم الہدی اور ابن مطہر حلی نے بھی فرمایا ہی کہ یہ تقیہ اُس سے زیادہ نہین ہی جو کہ درباب امامت کے جناب امیر نے کیا اور صاحب نزہہ کی یہ عبارت بعینہ ترجمہ مصائب النواصب کے اعتراض چہارم کا ہی غرضکہ ان روایات سے یہ امر ثابت ہی کہ جناب امیر نے تقیے کے سبب سے نکاح کرا دیا اور چونکہ حضرت امیر مامور بتقیہ تھے اِس لیے اس نکاح مین مستحق اجر ہوے لیکن تاویل تقیے کی باطل ہی چند وجوہ سے +

(وجہ اول) تقیہ خود تہمت حضرات شیعہ کی ہی اہلبیت کرام پر اور کبھی کسی امام نے نہ تقیہ کیا نہ وہ مامور بتقیہ تھے کہ اِسکو ہم بحث تقیے مین ثابت کرینگے انشاء اللہ تعالی +

(وجہ دوم) تقیہ کرنیکے دو سبب خیال مین آتے ہین یا خوف جان یا خوف عزت تو اِس نکاح کے کر دینے سے جاتی ہی رہی پس اُسکا خوف تو باقی ہی نہ رہا جسکے لیے حاجت تقیہ کی ہوتی رہا خوف جان اُسکے سبب سے جناب امیر مامور بتقیہ نہ تھے کہ اِسکو علمار شیعہ نے خود تسلیم کیا ہی جیسا کہ تقلیب المکائد مین علامہ کنتوری لکھتے ہین کہ { شیعیان ہرگز نمیگویند کہ حضرت امیر المومنین بسبب خوف ہلاکت جان خود ترک قتل و قتال ابو بکر کردہ بود بلکہ میگویند کہ حضرت امیر المومنین ہیچ یک از فرائض و واجبات را ترک نکردہ و تقیہ بجہت خوف ہلاکت جان خود نبود بلکہ بجہت خوف ہتک عرض و ناموس بود }

(وجہ سوم) اگر ہم تسلیم کرین کہ حضرت علی کو خوف جان کا تھا تو خود حضرات شیعہ اِسکو قبول نہ کرینگے اِس لیے کہ اُنکے مذہبی روایات سے ثابت ہوتا ہی کہ کئی دفعہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما نے حضرت امیر کے قتل کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ بسبب شجاعت

حضرت امیر کے پورا نہوا جیسا کہ ملا باقر مجلسی حق الیقین مین لکھتے ہین کہ جب حضرت علی نے معاملۂ فدک
مین ابو بکر و عمر کو بہت سخت سست کہا اور آنسے معارضہ کیا تب ابو بکر نے عمر کو بلایا اور کہا کہ تمنے دیکھا کہ آج علی
نے کیا کیا اگر ایک دفعہ اور ایساہی وہ کرینگے تو ہمارے سب کام درہم و برہم ہو جاوینگے یہ سنکر عمر نے کہا
کہ میری صلاح یہ ہی کہ علی قتل کر دیے جاوین اور اس خدمت پر خالد بن الولید کو متعین کیا اور صبح کی نماز کا وقت
آنکے قتل کا مقرر ہوا چنانچہ جب صبح کی نماز کو حضرت علی مسجد مین آئے اور براہ تقیہ ابو بکر کے پیچھے نماز کو کھڑے
ہوے اور خالد تلوار باندھکر حضرت علی کے برابر کھڑے ہوے مگر جب کہ ابو بکر تشہد کے لیے بیٹھے تب
آنکو ندامت ہوئی اور فتنہ و فساد سے ڈرے اور شدت اور سطوت اور شجاعت حضرت امیر کی آنکو معلوم
تھی تب ایسا خوف ابو بکر پر غالب ہوا کہ نماز ختم نہ کر سکے بار بار تشہد پڑھین اور خوف کے مارے سلام نہ پھیرتے تھے
آخر خالد سے کہا کہ جو کچھ مینے تمسے کہا ہی وہ نہ کرنا چنانچہ بعد نماز کے حضرت علی نے خالد سے پوچھا کہ تمسے
ابو بکر نے کیا کہا تھا انھون نے کہا کہ تمھارے قتل کو کہا تھا اور اگر وہ مجھے منع نہ کرتے تو ضرور مین تمکو مارڈالتا
کہ حضرت علی نے غصے مین آکر خالد کو پکڑا اور زمین پر دے مارا جب عمر چلانے لگے اور لوگ جمع ہوگئے تب
حضرت امیر نے خالد کو تو چھوڑ دیا اور گریبان عمر کا پکڑا اور کہا کہ اگر وصیت رسول خدا کی اور تقدیر الٰہی نہوتی
تو تم اسوقت دیکھتے کہ کون ضعیف ہی ہم یا تم اور ایک روایت مین یہ ہی کہ حضرت امیر نے خالد کو ایک انگلی پر
اٹھالیا اور ایسا دبایا کہ اسکی جان نکلنے کے قریب ہوگئی اور خالد نے پاخانہ بھر دیا اور پانون مین رعشہ
پڑگیا اور بات زبان سے نہ نکل سکی اور جو کوئی نزدیک جاتا کہ خالد کو چھڑاوے اسکی طرف شیر خدا ایسی غضب
کی نگاہ سے دیکھتے کہ وہ ڈر کے مارے لوٹ جاتا کہ آخر حضرت عباس آئے اور انھون نے قسم دیکر خالد کو چھڑایا فقط
امی حضرات شیعہ اس روایت کو دیکھو اور شیر خدا وصی رسول کی شجاعت اور مردانگی پر خیال کرو اور پھر معاملۂ نکاح
ام کلثوم پر نظر کرو اور سوچو کہ اگر نکاح بجبر و اکراہ ہوتا اور حضرت امیر کو منظور نہوتا تو عمر کی یا کسی شخص کی
مجال تھی کہ وہ جناب امیر کو ڈراکر انکی بیٹی لے لیتا اور حضرت علی قتل کے خوف سے کچھ نہ کہتے اگر حضرت
امیر کو حضرت عمر نے خوف دیا تھا اور آنکے مارنے کی دھمکی دی تھی تو کیون حضرت علی خاموش ہوگئے
اور کس لیے عمر کو ایک انگلی پر اٹھا کر زمین پر نہ دے مارا اور اگر کوئی انکا حامی ہوا تھا تو کیون اسکی طرف غضب
کی نگاہ سے نہ دیکھا ہم اگر اس روایت کو ملا باقر مجلسی کی قبول کرین تو پھر کبھی ہمارے ذہن مین یہ بات
نہین آسکتی کہ حضرت علی ام کلثوم کے نکاح مین ایسے خوف زدہ اور مضطر ہو جاوین کہ کچھ نہ فرماوین
اور اپنی معصومہ بیٹی کا غصب ہونا پسند کرین اگر اس روایت پر بھی خاطر جمع نہ ہو تو ہم دوسری سند شجاعت
علی مرتضی شیر خدا کی بیان کرتے ہین کہ ملا باقر مجلسی حق الیقین مین لکھتے ہین کہ { بعد از غصب

ف اصل عبارت بحث تقیہ مین نقل ہوچکی ۱۲ منہ

فدک حضرت امیر المومنین بہ ابوبکر نامہ نوشت در نہایت شدت وحدت وتہدید ووعید بسیار دران
درج نمود چون ابوبکر نامہ اخواند بسیار ترسید وخواست کہ فدک را وخلافت را ہر دو رد کند} پس اس سے
بھی ثابت ہوتا ہی کہ حضرت علی کی ایک خفگی کے خط سے حضرت ابوبکر صدیق ایسا ڈر گئے کہ فدک اور
خلافت چھوڑنے پر مستعد ہوے تو حضرت علی کو کون مانع تھا کہ حضرت ام کلثوم کے معاملے مین بھی
حضرت عمر کو ایک نامہ لکھتے اور اپنی شجاعت اور مردانگی کی یاد دلاتے اور جو تہور اور سطوت پہلے حضرت
نے ظاہر کی تھی اُسکا ذکر کر کے ڈراتے حالانکہ یہ بھی کسی روایت سے شیعون کے ثابت نہین ہوتا کہ
حضرت علی نے کوئی خط لکھا ہو یا حضرت عمر کو ڈرایا ہو اگر اور کچھہ نہ ہوتا تو حجت تو تمام ہو جاتی لیکن جناب
امیر کے سکوت اور خاموشی کا سبب ایسے نازک معاملے مین ہماری سمجھہ مین نہین آتا اور تقیہ کرنے کی کوئی وجہ
ایسے بڑے عظیم امر مین ہمکو معلوم نہین ہوتی شاید اس معاملے مین کوئی سر اسرار امامت سے ایسا ہوگا جو
ہماری سمجھہ مین نہین آسکتا اِس لیے کہ اسرار امامت کو سوے ملک مقرب اور پیغمبر مرسل کے اور مومن کامل کے دوسرا
سمجھہ ہی نہین سکتا ہی جیسا کہ ملا باقر مجلسی حق الیقین مین لکھتے ہین کہ {غرائب احوال وخفایای اسرار
ایشانرا خلق نمیدانند وتاب شنیدن آنہا ندارد مگر ملک مقربی یا پیغمبر مرسلی یا مومن کاملی کہ حقتعالی دل اورا
امتحان کردہ باشد وبنور ایمان منور گردانیدہ باشد} مجھے اِس مقام پر ایک حدیث امام محمد باقر علیہ السلام
کی یاد آتی ہی جو کہ کلینی نے بسند معتبر لکھی ہی کہ امام کی دس نشانیان ہین منجملہ اُن نشانیون کے نشانی
نہم مین وہ لکھتے ہین کہ جو فضلہ امام سے جدا ہوتا ہی اُس سے مشک کی بو آتی ہی اور زمین کو خدا نے
موکل کر دیا ہی کہ وہ اُس فضلے کو نگل جاتی ہی فقط پس نہایت تعجب ہی حضرات شیعہ سے کہ باوجودیکہ امام کے
فضلے کی نسبت تو یہ اعتقاد کرین کہ اُسکو زمین نگل جاتی ہی اور اُسمین بدبو نہین ہوتی بلکہ مشک کی بو اُس سے
آتی ہی اور پھر اُسی امام کے جگر کے پارہ اور بدن کے ٹکڑے کی نسبت یہ کہین کہ اِسکو ایک غاصب نے
غصب کر لیا ای حضرات شیعہ ذرا تو سوچو کہ فضلہ امام کا کس لیے زمین کو سپرد ہوا اور خدا نے کیون اُسمین
مشک کی خوشبو رکھی اسیواسطے کہ فضلہ ایک نجس اور ناپاک چیز ہی اگر وہ زمین پر رہیگا کیڑے پڑینگے بدبو پھیلیگی
لوگ دیکھکر نفرت کرینگے اور چونکہ اُسکو ایک تعلق امام سے ہی گو وہ تعلق نہایت تعلقات بعیدہ سے ہی
اِس لیے خدا نے امام کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے فضلے کو زمین کے سپرد کیا کہ وہ نگل جاوے تو کیا حضرت ام کلثوم
جو حضرت سیدۃ النسا کی ایک جزو تھین اور حضرت علی کے جسم کی ایک ٹکڑا تھین خدا کے نزدیک ایسی بے قدر تھین کہ
خدا نے اُنکی کچھہ بھی حفاظت نہ کی اور اُنکو ایک غاصب کے پنجے سے نہ بچایا کیا اُنکو کچھہ بھی نسبت حضرت علی سے
نہ تھی اور کیا اُنکو کچھہ بھی تعلق سیدہ پاک سے نہ تھا اور کیا اُنکی ایسی بے عزتی سے کچھہ لوث دامن پاک پر جناب امیر کے

نہ آتا تھا اور کیا اُنکے غصہ سے کوئی داغ ائمۂ اطہار کی شان مین نہ لگتا تھا اے بھائیو ذرا سوچو اور شرماؤ اور انصاف
کو دخل دو کہ سوا اسکے کہ تم اقرار کرو کہ حضرت عمر صلاحیت زوجیت کی رکھتے تھے اور کسی طرح پر یہ الزام رفع ہو سکتا ہی
یا نہین + (چوتھا قول) جب کہ حضرات شیعہ نے دیکھا کہ نہ تاویل صبر کی درست ہوتی ہی نہ وصیت
اور تقیہ کی توجیہ سے کچھہ مطلب حاصل ہوتا ہی اس لیے بعضون نے ان سب کو چھوڑ کر اور ہی دعوی کیا اور
صحبت اور ہم بستری سے انکار کیا چنانچہ صاحب سیف صارم فرماتے ہین {کہ اگرچہ درحقیقت قربت
معصومۂ طاہرہ یعنی وقوع اتصال و مواصلت جو کہ ظاہر مین غایت مناکحت ہی بموجب اقرار شیخ فانی اور بسبب ہم
صغیرہ ہونے معصومہ کے ممتنع الوجود و یقینی تھا اور باعتبار ظاہر کے بھی اور باعتبار باطن کے از روے
علم باطنی کے بھی حضرت مولی پر ہویدا تھا} اور پھر بعد چند اوراق کے مؤلف مذکور لکھتے ہین کہ {مواعظ حسینیہ
جناب غفران مآب وغیرہا کتب حقہ مین جو اہل ایمان تصریح دیکھا چاہین تو وہان رجوع کر سکتے ہین صاف واضح
ہوگا کہ وصلت و قربت زن و شوے ہرگز نہین وقوع مین آئی بلکہ بطریقۂ اہلبیت طاہرہ روایات صحیحہ
مخبر ہین اس بات کے کہ ظاہر مین یہ رنج و صعوبت بیشک مولاے مومنین نے اپنے سر لیا لیکن حقیقت مین قربت
و مواصلت با معصومہ ہرگز وقوع مین نہین آئی بلکہ از راہ اعجاز بہ عنایت کریم کارساز ایک جنیہ مشکلہ
بشکل جناب معصومہ حوالہ کی گئین اور جناب معصومہ تا حیات شیخ فانی نظر سے لوگون کے غائب کی گئین
فریدالتصریح فی المبسوطات} انتہی بلفظہ جو کہ مؤلف سیف صارم نے بعد اس عبارت کے بڑی بڑی کتابون
پر حوالہ دیا ہی اس سے مشتاقین کو اشتیاق اُنکے دیکھنے کا بھی پیدا ہوگا تاکہ معلوم ہووے کہ اُنکے بڑون نے
کیا نکات و اسرار لکھے ہین اس لیے مین اُنکے علماء اعلام کے قول کو بھی نقل کرتا ہون اور سامعین کے لیے حالت
منتظرہ باقی نہین رکھتا ہون واضح ہو کہ قطب الاقطاب راوندی مؤلف خرائج جرائح نے یہ دعوی کیا ہی
اور جناب مولوی دلدار علی صاحب قبلہ نے مواعظ حسینیہ مین اسکو ان لفظون سے بیان فرمایا ہی {گفت
عرض نمودم بخدمت حضرت صادق علیہ السلام کہ مخالفین ما حجت می آرند و میگویند کہ چرا علی دختر خود را
بخلیفۂ ثانی داد پس حضرت صلوات اللہ علیہ تکیہ کردہ نشستہ بودند درست نشستہ فرمودند کہ آیا چنین حرفہا می گویند
بدرستیکہ قومیکہ چنین زعم میکنند لا یہتدون سواء السبیل سبحان اللہ حضرت امیر را این قدر قدرت نبود کہ حائل
شود میان خلیفہ و دختر خود دروغ میگویند کہ ہرگز چنین نبود بدرستیکہ چون خلیفۂ ثانی پیغام عقد را بحضرت
امیر داد حضرت انکار نمودند پس خلیفۂ ثانی بعباس گفت کہ اگر دختر علی را بمن عقد نمیکنی سقایت و زمزم از دست
تو میگیرم پس عباس بخدمت حضرت امیر آمدہ حقیقت حال را گفت حضرت انکار نمودند چون عباس باز الحاح نمود
حضرت امیر باعجاز خود جنیہ را از اہل نجران طلبیدند و او بود دیہ بعد پس او بموجب امر حضرت ام کلثوم ممثل گردید

وحضرت امیر ام کلثوم را باعجاز خود از نظر ہا مستور گردانید ند پس تا مدت دراز جنیہ پیش او ماند تا اینکہ یک روز بعضے از قرائن دریافت نمود کہ زن او ام کلثوم نیست بلکہ از بنی آدم ہم نیست گفت ندیدہ ام ساحر تر از بنی ہاشم کسے را و چون خواست کہ این امر را اظہار نماید خود کشتہ شد پس جنیہ بخانہ خود رفت و ام کلثوم ظاہر گردید انتہی) ای حضرات شیعہ اپنے قطب الاقطاب اور اپنے قبلہ و کعبہ کے علم و عقل و فہم کی داد دو اور شکر انکے احسان کا ادا کرو کہ ایک نکتے مین بہت مشکلین حل کر دین اور سنیون ناصبیون کے اعتراض کو ایک لطیفے مین دور کر دیا اور معصومہ کی عصمت و عفت بچانے کے لیے انکی مقارنت سے ساتھ حضرت عمر کے انکار کیا اور حضرت امیر کی قدرت اور معجزہ دکھلانے کیواسطے ایک جنیہ کا بشکل ام کلثوم کے متشکل کر دینے کا دعوی کیا حقیقت مین اس تقریر سے تمام اعتراض ناصبیون کے باطل ہو گئے اب نہ کوئی معصومہ کی عصمت پر حرف رکھہ سکتا ہی نہ کوئی حضرت امیر کو عاجز کہہ سکتا ہی نہ کوئی خلیفہ دوم کی فضیلت بیان کر سکتا ہی نہ اہلبیت کے ننگ و ناموس پر کوئی انگشت اٹھا سکتا ہی لیکن ابھی جواب مین یہ امر لائق عرض کرنیکے ہی کہ اگر جنیہ بشکل ام کلثوم کے بنا کر خلیفہ دوم کے پاس بھیجدی گئی تھی تو اولاد بھی اس سے پیدا ہوئی تھی یا کہ وہ ام کلثوم سے اور زید بن خطاب جب بالغ ہو کر مرا مان اسکی وہی جنیہ تھی یا ام کلثوم +

بسم اللہ

تقریظ دلپذیر و تحریر بی نظیر از تازہ افکار طبع نازک خیال نکتہ فہم جادو مقال ناثر عدیم البدل ناظم اکمل مولوی محمد محبوب اللہ صاحب دام بالفیوض و المواہب

حامداً و مصلیاً خاکپای انام محمد محبوب اللہ برای نام شوقین علم کلام کی خدمت مین عرض پیرا ہی مینے بہت رسالے جنمین رد اہل تشیع کے مذہب کا درج تھا دیکھے + بعض مین ایسے لغات نظر سے گذرے جنسے زبان نا آشنا ہی انکے معنی فہم و خیال مین نہین آتے ہین طرح طرح کے خدشات دلمین راہ پاتے ہین + کتب لغت کی ضرورت پیش آتی ہی بعد خرابی بصرہ کاوش فکر و دل سے جاتی ہی مرآت خیال مین عروس یعنی صورت زیب و زینت دکھاتی ہی عاشقین شاہد معنی مراد ولی پاتے ہین + اس تجسس و عرق ریزی مین وقت سعید صرف ہوتا ہی ہر متفحص اپنی عمر کا ایک حصہ مفت کھوتا ہی اس سبب سے دوسرون کو ان کتب کے معاینہ سے نفرت ہوتی ہی اصلا نہین رغبت ہوتی ہی بعض رسالو نمین منشیانہ عبارت لکھی جاتی ہی قافیہ بندی کرکے لیاقت جتائی جاتی ہی مطلب اصلی فوت ہو جاتا ہی مضمون زوائد کیا ضلع کیا جگت آجاتا ہی عوام الناس بسبب پیچیدگی عبارت نہین سمجھتے ہین اس سبب سے کبھی اٹھا کر ان رسالون کو نہین دیکھتے ہین عالم اور فاضل مضمون سمجھہ سکتے ہین انھین ایسے رسالون کے دیکھنے کی ضرورت نہین پڑتی ہی اس زمانے مین رسالے فارسی جو مناظرہ مذہبی مین لکھے گئے ہین بیکار ہین انسے عام و خاص کو فائدہ نہین پہونچتا ہی ہر برنا و پیر بے نیل مرام رہتا ہی + اندنون رسالہ آیات بینات

میری نظر سے گذرا اول سے آخر تک بنظر تعمق دیکھا مضمون زوائد سے خالی پایا بلا تصنع کلمۂ تعریف زبان پر آیا کتاب
لاجواب ہدایت انتساب جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول سید المحدثین سند المتکلمین مولوی سید مہدی علیخان
ادام اللہ ظلہ القوی کی تصنیف ہی مولوی صاحب موصوف نے وہ مضمون جو بڑے بڑے عالمون اور فاضلون نے
بعبارت مشکلہ زبان عربی مین رقم کیے تھے اُنکے حقائق و دقائق و نکات عالم و فاضل سمجھتے دوسرے بے نیل مرام رہتے
عبارت سلیس زبان اردو مین لکھے ہین بول چال روزمرہ بہت درست ہی کوئی فقرہ محاورے سے خالی نہین ہر ادنی
و اعلی بخوبی مضمون سمجھ لیتا ہی فہم مطلب کے لیے وقت بیجا نہین اُٹھاتا ہی مولوی صاحب موصوف پہلے مرزاپور مین عہدۂ
ڈپٹی کلکٹری پر مامور تھے بڑے محنتی اور کارگزار مشہور تھے نواب مختار الملک سالار جنگ مرحوم نے تعریف کارگزاری
سنکر مولوی صاحب ممدوح کو ریاست حیدرآباد مین طلب فرماکر عہدۂ معتمدی مال پر بمشاہرہ ایکہزار آٹھ سو روپیہ
مقرر کیا ہی چشمون مین رتبہ بڑھایا محتشم الیہ نے اضلاع کا دورہ فرماکر محکمۂ بند و بست جاری کیا جس سے سرکار نظام نے
لاکھون روپیہ کا نفع اٹھایا یہ جملۂ معترضہ اسواسطے لکھا گیا تا عام و خاص کو معلوم ہوجائے کہ مولوی صاحب موصوف
کو قطع نظر علم و فضل کے انتظام ملکی مین بڑا کمال ہی اسیوجہ سے دشمنونکی زبان طعن و تشنیع سے لال ہی الغرض اس
کتاب کا پہلا حصہ مرزاپور مین چھپا تھا ہاتھون ہاتھ بکا تھا اندنون باصرار شوقین مولوی صاحب ممدوح نے اجازت طبع کتاب
مذکور حافظ محمد **عبد الواجد خان** خلف جناب خانصاحب والاشان رفیع المکان محمد عبد الواحد خانصاحب مالک
مطبع مصطفائی کو عطا فرمائی ہر شائق نے مونہہ مانگی مراد پائی خانصاحب موصوف نے وقت طبع بڑا اہتمام کیا تصحیح کو بخوبی
سرانجام دیا پہلے اغلاط ایسے مٹائے ناظرین کی زبان کلمۂ تعریف آئے عمدہ اور نفیس کاغذ پر کتاب لاجواب آیات بینات
نے رونق طبع پائی ہر شائق کو صورت دلربائی قامت رعنائی آئینۂ ظہور مین دکھائی حق جل و علا اس کتاب کو پہلے سے زیادہ مقبول فرماوے اور
حضرت مصنف کے روز بروز درجے بڑھاوے اس ہیچمدان کج مج زبان نے طبع کا قطعہ موزون کیا ہی ذیل مین لکھا ہی ٭

قطعۂ تاریخ لراقمہ

از فیض طبع مہدی دین المعی عصر	مطبوع شد رسالۂ بی مثل و لاجواب
نام کتاب و نیز سن طبع ای **مجیب**	آیات بینات رقم ساز با کتاب
	۸۷۵ ۴۲۶ سنہ ۱۳۰۱ھ

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی احسانہ کہ رسالہ آیات بینات مؤلفہ مولوی سید **محمد مہدی علیخان** منیر نواز جنگ
معتمد مالگذاری سرکار حیدرآباد دکن صانہ اللہ عن شر و الفتن جسے مولف نے رجسٹری کروا کے
پہلے مقام مرزاپور مین چھپوایا تھا اور اب اسکی اجازت حافظ محمد **عبد الواجد خان** کو دی
انکی فرمایش سے مطبع مصطفائی مین باہتمام محمد **عبد الواحد خان** طبع ہوا ٭

اشتہار یہ کتاب بموجب قانون ۲۰ سنہ ۱۸۴۷ء وایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء کے رجسٹری کرائی گئی کوئی دوسرا شخص چھاپنے کا مجاز نہین ہی بلا اجازت مؤلف کے ۔

التماس

احقر کی دوکان مین کتب تصنیف و تالیف و محشی جناب مستطاب امام المحققین سراج المدققین حضرت مولانا جامع کمالات حافظ حاجی مفتی واعظ مولوی ابوالحسنات محمد عبد الحی ادخلہ اللہ فی جنۃ النعیم کی اکثر بلکہ ہر علم و فن کی کتابین سلسلہ وار فروخت کے واسطے موجود ہین منجملہ انکے چند کتابون کے نام اس مقام پر مع قیمت بلا محصول لکھے جاتے ہین مثل مصاحف بے بہا و تفاسیر و احادیث و فقہ و دینیات و مناظرہ اور فہرست کتب بھی مرتب ہو رہی ہے جن صاحب کو ضرورت ہو طلب فرمائین۔ ملتمسہ حافظ محمد عبد الواجد ان تاجر کتب چوک لکھنو

مصاحف بے بہا

قرآن شریف اردو سفید کاغذ بارہ پارہ علیحدہ مصطفائی مجلد ۱۲۶۱ھ	صہ
قرآن شریف چو صفحہ دہلی مرتضوی	عصہ ۱۴
قرآن شریف نقل نظامی ۔ کشوری	عصہ ۱۴
قرآن شریف ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب اردو سفید مجلد مصطفائی ۱۲۸۵ھ	دعہ
قرآن شریف ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب کاغذ نیلہ مصطفائی ۱۲۸۲ھ	عہ
حمائل شریف دو ترجمہ فارسی و اردو ۔ دہلی انصاری	عصہ ۱۰
قرآن شریف تفسیر عباسی مع دو ترجمہ فارسی و اردو ۔ میرٹھ	ہے ۱۰
قرآن شریف تفسیر جلالین و عباسی مع ترجمہ اردو و فارسی ۔ میرٹھ	ہے ۱۰

تفاسیر

تفسیر کبیر کامل ۔ مطبوعہ استنبول	للعہ
تفسیر حسینی ۔ کشوری	ہے ۸
تفسیر قادری ترجمہ اردو تفسیر حسینی ۔ کشوری	صہ ۸
تفسیر عزیزی اردو پارہ عم کاغذ اردو لی مصطفائی	عہ ۱۲
تفسیر عزیزی اردو پارہ عم ۔ دہلی	عصہ

حدیث

مشکوۃ شریف عربی محشی ۔ مطبوعہ دہلی	ہے
مظاہر حق کامل اردو کاغذ سمی ۔ کشوری	لعہ
صحیح مسلم شریف مع نووی عربی ۔ دہلی	عہ
ترمذی شریف عربی ۔ دہلی	عہ
نسائی شریف عربی ۔ نظامی	ہے ۴
سنن ابی داود ۔ کشوری	عہ ۱۲
سنن دارمی شریف ۔ نظامی	ہے
تیسیر القاری شرح فارسی صحیح بخاری پندرہ پارہ ۔ علوی	عمہ
قسطلانی شرح صحیح بخاری ۔ کشوری	دعہ
شرح معانی الآثار امام طحاوی عربی ۔ مصطفائی	عہ
موطا امام محمد صاحب مع التعلیق الممجد مولوی عبد الحی صاحب مصطفائی کاغذ بادامی	عہ ۱۴
ایضا کاغذ سفید	عہ ۸
تحفۃ الاخیار اردو ترجمہ مشارق الانوار اردو لی مصطفائی ۱۲۶۹ھ	صہ ۸
نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ امام زیلعی ۔ علوی	عہ

اصول حدیث

فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث امام سخاوی ۔ لکھنو	صہ

موضوعات حدیث

اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ امام سیوطی ۔ لکھنو	ہے ۴
مجموعہ ذیل اللآلی المصنوعۃ ۔ امام سیوطی ۔ لکھنو	ہے ۱۰
۱ والتعقبات علی الموضوعات ۔ امام سیوطی	
۲ وکشف الاحوال فی نقد الرجال للفاضل المدراسی	
۳ والمقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ امام سخاوی	

اسماء الرجال

میزان الاعتدال فی نقد الرجال ۔ شیخ الاسلام	عہ

فقہ

ہدایہ عربی بتحشی جناب مولوی عبد الحی صاحب کاغذ سمی مصطفائی	عہ
ایضا ولایتی کاغذ چکنا عمدہ	عہ
فتاوی عالمگیری ۔ عربی ۔ کشوری	عہ
درمختار ۔ عربی ۔ کشوری	عہ ۸
غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار کشوری	لعہ
جامع الصغیر امام محمد صاحب بتحشی جناب مولوی عبد الحی صاحب مصطفائی	عصہ ۴